

وَصَلُّوا إِلَيْهِمْ عَلَىٰ صَلَواتِهِمْ وَالسَّلَامُ يَكُونُونَ عِنْدَ بَعْثِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زُمْرَةِ الْأَمْواتِ وَالْمَيِّتِ لَا يَكُونُ مُكَلَّفًا.

(تفسیر جلد ۲ صفحہ ۷۷۷ مرآۃ القرآن ع زیر آیت وَاِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ) یعنی کل انبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت فوت ہو کر زمرۃ اموات میں شامل ہو چکے تھے اور کسی حکم پر عمل کرنے کے لیے وہ مکلف نہ رہے تھے۔

۱۹۔ حضرت خواجہ محمد یار سا اپنی کتاب فعل الخطاب کے صفحہ ۴۴ پر تحریر فرماتے ہیں :-
وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ عَلَىٰ نَسَبِنَا وَعَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَوْنَهُمَا كَوْنَهُمَا
الَّذِي فِي شَرِّ بَعْثِهِمْ - کہ اگر حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ آنحضرت کے زمانہ کو پاتے تو ان پر آپ کی شریعت میں داخل ہونا لازم تھا۔

حیات مسیح کا عقیدہ مسلمانوں میں کیونکر آیا ؟

فتح ابیان جلد ۲ صفحہ ۴ پر لکھا ہے :- قَفِي زَادِ الْمَعَادِ لِلْحَافِظِ ابْنِ قَتِيمٍ رَحِمَهُ اللَّهُ
تَعَالَى مَا يُدْخِرُ أَنَّ عِيسَى رُفِعَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَثَلَاثِينَ سَنَةً لَا يُعْرَفُ بِهِ أَثَرٌ
مُشْتَبِهٌ يَجِبُ التَّمْيِيزُ إِلَيْهِ قَالَ الشَّافِعِيُّ وَهُوَ كَمَا قَالَ قِيَانٌ ذِي لَيْلٍ إِنَّمَا يُرْوَى عَنِ
النَّصَارَى -

ترجمہ :- حافظ بن قتیم کی کتاب زاد المعاد میں لکھا ہے کہ جو کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ ۳۳ کی عمر میں اٹھاتے گئے اس کی تائید کسی حدیث سے نہیں ہوتی تا اس کا ماننا واجب ہو۔ شافعی نے کہا ہے کہ جیسا کہ امام ابن قیم نے فرمایا ہے فی الواقعہ ایسا ہی ہے۔ اس عقیدہ کی بناءً حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں بلکہ یہ نصاریٰ کی روایات ہیں اور ان سے ہی یہ عقیدہ آیا ہے۔

تردید حیات مسیح ناصری علیہ السلام

پہلی دلیل اور اس کی تردید
وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ... بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَاسْمُهُ إِسْمَاعِيلُ (النساء ۱۵۸، ۱۵۹) ترجمہ :- نہ انہوں (یہود و مسعود) نے مسیح کو قتل کیا اور نہ صلیب پر مارا، بلکہ اللہ نے مسیح کو اٹھالیا۔

بطلان البطالیہ کا ابطال

استدلال علماء :- (۱) بنی اسرائیل علیہم السلام ہے جو ابطال جملہ اولیٰ و اثبات جملہ ثانیہ کی غرض سے آتا ہے جب نہ قتل ہوئے اور نہ مصلوب ہوئے تو یقیناً زندہ آسمان پر اٹھاتے گئے۔
جواب :- آسمان پر جانے اور مقتول و مصلوب ہونے میں کوئی ضدیت نہیں۔ کیا جو مقتول ہو، نہ مصلوب

وہ آسمان پر اٹھایا جاتا ہے کیا آنحضرتؐ و حضرت موسیٰؑ کو زندہ آسمان پر مانتے ہو؟ کیونکہ وہ مقتول ہوئے اور زہم صلوب۔

جواب ۱۔ آیت مذکورہ میں بَلّٰی کو البطالیہ قرار دینا غلط ہے بوجہ بات ذیل۔ قرآن کریم میں ہے وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ۝ بَلِی اذْكُرْك عَلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ عَلٰمُ الْغُیُّوْبِ (۷۷: ۷۷)

الف۔ اس آیت میں تین دفعہ بَلّٰی آیا ہے اور تینوں جگہ البطالیہ نہیں بلکہ ترقی و اِنْتِقَالِ مِنْ غَرْضِ اِلٰی اٰخَرِ کے لیے آیا ہے بَلّٰی رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ ۚ وَالِی آیت میں بَلّٰی کا ماقبل اور مابعد کلام خدا ہے۔ پس بَلّٰی البطالیہ نہیں ہو سکتا۔

ب۔ نحو یوں نے لکھا ہے کہ قرآن کریم میں بَلّٰی البطالیہ نہیں آ سکتا۔ ہاں جب خدا تعالیٰ کفار کا قول نقل کرے تو بغرض تردید اس میں بَلّٰی البطالیہ آ سکتا ہے ورنہ اصالتاً خدا تعالیٰ کے کلام میں البطالیہ وارد نہیں ہو سکتا۔ ملاحظہ ہو۔

۱۔ مشہور نحوی ابن مالک کہتا ہے۔ اِنَّمَا لَا تَقَعُ فِي الشَّرْطِ اِلَّا عَلَى هَذَا التَّوَجُّهِ رَأٰی بِاَلْاِنْتِقَالِ مِنْ غَرْضِ اِلٰی اٰخَرِ (القمر المبین جلد ۱۷) کہ قرآن کریم میں بَلّٰی سوائے ترقی کے اور کسی صورت میں (یعنی بغرض البطلان) نہیں آتا۔

۲۔ قَالَ الشَّيْطٰنُ بَعْدَ اَنْ لَقِيَ غَيْرَ ذٰلِكَ اَيْضًا قَهْذًا اَللّٰهُ مَخَصَّافًا عَلٰی مَا قَالِ اِبْنُ مَالِكٍ مِنْ عَدَمِ مَوْجُوْعِ الْاَضْرَابِ الْاَلْبَطَالِي فِي الْقُرْاٰنِ (القمر المبین جلد ۱۷) کہ سیوطی نے بہت سے اقوال اور مثالیں نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ تمام مثالیں ابن مالک کے اس قول کی تائید کرتی ہیں کہ قرآن میں بَلّٰی البطالیہ نہیں آتا۔

۳۔ قَالَ الَّذِي قَرَأَ النَّاسُ فِيْ اَضْرَابِ الْاَلْبَطَالِ اِنَّهُ اَلْوَا قِعُ بَعْدَ غَلْطِ اَوْ نِسْيَانِ اَوْ تَبْدِيْلٍ رَّأٰی وَالْقُرْاٰنُ مَسْرُوْمٌ عَنْ ذٰلِكَ (القمر المبین جلد ۱۷) کہ نحو یوں نے لکھا ہے کہ بَلّٰی البطالیہ یا تو غلطی یا نسیان کے بعد آتا ہے اور یا تبدیلی راستے کے موقع پر۔ اور قرآن مجید میں یہ تینوں باتیں نہیں پائی جاسکتیں۔ اس لیے قرآن میں البطالیہ نہیں آ سکتا۔ فَجَوَابُ اِنَّهُ يَحْكِيْ رِبْمَاشِيْعَنِي السَّيْبِ کہ ابن مالک کے قول کا مطلب یہ ہے کہ حکایت عن الغير بَلّٰی البطالیہ آ سکتا ہے ورنہ نہیں۔

استدلال ۷۔ تَقْتُلُوْهُ كِي ضَمِيْرٌ كَامْرُجِ حَضْرَتِ عِيْسٰی مَعَ الْجَسْمِ هِيْں تُوْرَفَعُهُ مِيں بِيْ حَضْرَتِ عِيْسٰی مَعَ الْجَسْمِ اُتْهَآتَے گئے ہيں۔

جواب ۷۔ اول تو رَفَعَ کے معنی یہ نہیں لیکن اگر ہوں بھی تب بھی یہ ضروری نہیں کہ رَفَعَهُ والی ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ مَعَ الْجَسْمِ ہی ہوں۔ چنانچہ دیکھئے قرآن مجید میں ہے لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ يَهْلِكُ سَبِيْلَ اللّٰهِ اَمَواتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ (البقرہ ۱۵۵) نہ کو ان لوگوں کو مُردہ جو خدا کی راہ میں شہید کئے گئے بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس۔ اب اَحْيَآءٌ کا مبتداء محذوف ہے

اس کا مرجع من یقتل ہے مگر کوئی نہیں کہتا کہ وہ اسی جسم کے ساتھ زندہ ہیں۔ حالانکہ لفظ من میں ہی جسم مراد ہے۔ پس کیا ضرور ہے کہ ہم رفع میں جسم بھی مراد ہیں۔

پھر سورۃ ناس میں ہے قَتَلَ الْإِنْسَانَ مَا أَحْقَرَ ۖ مِنْ آتَى شَيْءٍ وَخَلَقَهُ ۖ
ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ۖ (معبس: ۲۲ تا ۲۸)

اُمَاتَہ اور فَاَقْبَرَهُ کی ضمائر کا مرجع اَلْإِنْسَانُ ہے جو روح اور جسم سے مرکب ہے مگر کیا قبر میں روح اور جسم دونوں اکٹھے رکھے جاتے ہیں؟

موت تو نام ہی اخْرَاجُ الرُّوحِ مِنَ الْجَسَدِ کا ہے۔ اگر روح مع الجسم مدفون ہو تو پھر زندہ دفن ہوا، جو محال ہے پس یہاں اَقْبَرَهُ کی ضمیر کا مرجع انسان بمعنی مجروح جسم ہوگا۔

ب۔ علم دلیع کی اصطلاح میں اسے صنعت استعمال کہتے ہیں۔ وَشَيْءٌ أَلَا شَيْءٌ خَدَّ أَمْرُهُمْ
أَنْ يَرَادَ بِلَفْظِهِ مَعْنَانِ أَحَدٌ هُمَا شَيْءٌ بِضَمِّ يَاءٍ الْآخَرُ أَوْ يَرَادُ بِأَحَدٍ ضَمِيمٌ يَسِيرٌ
أَحَدٌ هُمَا شَيْءٌ بِالْآخِرِ الْآخَرُ تَعْنِيهِ الْمَفْتاحُ مَكِّ، کہ ایک لفظ جو دو معنی ہو اس کی طرف دو ضمیریں پھیر کر اس سے دو الگ الگ مفہوم مراد لینا۔ مثالیں اوپر درج ہیں۔

پھر یہی اگر کوئی کہے کہ عینی تو جسم اور روح دونوں کے مجموعہ کا نام ہے پھر تم اپنی روح کا رفع کیوں مراد لیتے ہو؟

تو اول تو اسے کتنا چاہیئے کہ کسی کا نام مختلف حیثیتوں سے ہوتا ہے مثلاً کہیں زید سیاہ ہے تو صرف جسم مراد ہوگا۔ حالانکہ ہم نے لفظ زید بولا تھا جو جسم اور روح دونوں کا نام تھا مگر قرینہ حالی نے اس جگہ اس معنی کو روک دیا۔ یا کہیں زید نیک ہے تو صرف روح مراد ہوگی۔ اسی طرح رفع ہمیشہ روح کا ہوتا ہے۔ اس خالی جسم کے تعلق توازن سے یہی قانون الہی ہے فَيَهْمَا تَخَيُّونَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَتُحْيَوْنَ
مِنْهَا تُخْرَجُونَ (الاعراف: ۲۹)

لفظ رفع کی بحث

دوم۔ ہم حضرت عیسیٰ کے رفع کے قائل ہیں، مگر وہ رفع تھا روحانی جو کہ جسم سے اعلیٰ ہے جس طرح کہ روح جسم سے اعلیٰ ہے۔

جواب ہے کہ۔۔۔ بندہ کے لیے جب لفظ رفع استعمال ہو تو ہر جگہ درجات کا رفع مراد ہوتا ہے خصوصاً جب رفع اللہ تعالیٰ کی طرف ہو کیونکہ اس کی شان اعلیٰ ہے۔

قرآن مجید اور لفظ رفع

۱۔ وَمَا اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ (الانعام: ۴) کہ وہ خدا آسمان میں بھی ہے اور زمین میں بھی۔

۲۔ اَيْنَمَا تَوَلُّوْا فَحَسْبُهُ اللهُ (البقرة ۱۱۶) کہ جو دھرم منکر و اُدھر ہی اللہ ہے۔
 ۳۔ تَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (۱۰۰) کہ ہم انسان کی شہدگ سے زیادہ قریب ہیں۔ تو اس کی طرف رفیع کے لیے آسمان پر جانا ضروری نہیں، بلکہ وہ رفیع اسی زمین پر ہوتے ہوئے ہو جاتا ہے۔ چنانچہ سب مسلمان جانتے ہیں کہ آنحضرت بن السجدین (دو سجدوں کے درمیان) جو دُعا پڑھا کرتے تھے اس میں ایک لفظ وَارْفَعْنِي بھی ہے۔ یعنی اے اللہ میرا رفیع کر۔

(کتاب ابن ماجہ)

سب مومن مانتے ہیں کہ آپ کا رفیع ہوا مگر زمین پر ہی رہ کر۔ بھائیو! جب وہی لفظ رَفَعَ آنحضرت کے لیے آتا ہے تو اس سے آسمان پر جانا مراد نہیں لیتے اور جب عِیْسٰی کے لیے آوے تو وہاں مراد لیتے ہو۔ اس پر بوجہی است! پھر طرفیکہ تمام قرآن و احادیث میں کہیں بھی اس لفظ رَفَعَ کے معنی آسمان پر جانا نہیں۔ چنانچہ دیکھتے فرمایا:-

۱۔ وَكُنُوسُنَا لَرَفَعْنُهُ مَعًا وَارْفَعْنَهُ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ (الاعراف: ۱۰۰) اور اگر ہم چاہتے تو اس کا رفیع کر دیتے لیکن وہ جھٹک گیا زمین کی طرف۔ اس جگہ بالاتفاق درجات کی ترقی مراد ہے۔ آسمان پر لے جانے کا ارادہ بتانا نظر نہیں۔

۲۔ وَرَفَعْنُهُ مَكَانًا عَلِيًّا (مریم: ۵۸) یعنی ہم نے ادریسؑ کا رفیع بلند مکان پر کیا۔

۳۔ فِي مَبُيُوتٍ اٰوَنَ اللهُ اَنْ تَرْفَعَ (النور: ۳۷)

۴۔ فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوعَةٍ (عبس: ۱۵۱۳)

۵۔ وَفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ (الواقعه: ۳۵۱)

۶۔ يَرْفَعُ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔۔۔ دَرَجَاتٍ (المجادلة: ۱۲)

گویا جب بھی کسی مومن اور عالم کے متعلق اللہ تعالیٰ یہ کہے کہ میں نے اس کا رفیع کیا ہے تو اس سے مراد آسمان پر جانا نہیں ہوتا بلکہ درجات کا بلند ہونا ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ سے زیادہ ان کے زمانہ میں اور کون مومن اور عالم تھا؟ پس آپ کے رفیع سے مراد بھی ترقی درجات ہے۔

احادیث اور لفظ رَفَعَ

۱۔ اِذَا تَوَاصَّ الْعَبْدُ رَفَعَهُ اللهُ اِلَى السَّمٰوِ السَّابِعَةِ (کنز العمال جلد ۲ ص ۲۷۷)
 کہ جب بندہ فروتنی کرتا ہے (خدا کے آگے گرتا ہے) تو اللہ تعالیٰ اس کا ساتویں آسمان پر رفیع کر دیتا ہے۔
 نوٹ: یہ حدیث محاورہ زبان کے لحاظ سے بَلَّ رَفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ کے معنی سمجھنے کے لیے واضح نص ہے کیونکہ اس میں لفظ رفیع بھی موجود ہے۔ رفیع کرنے والا بھی اللہ ہے اور غامض بات جو اس میں موجود ہے وہ یہ کہ رفیع فعل کا ماضی بھی الٰہی آیا ہے۔ جیسا کہ آیت بَلَّ رَفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ میں ہے۔

اور زائد بات یہ کہ اس میں ساتویں آسمان کا لفظ بھی موجود ہے (السَّمَاءِ السَّابِعَةِ) حالانکہ آیت بل رَفَعَهُ اللّٰهُ الْيَمِيْنِ میں آسمان کا لفظ بھی موجود نہیں ہے۔ وہاں رفع اللہ کی طرف ہے اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ (الانعام ۲۶) کہ اللہ تعالیٰ زمین میں بھی ہے اور آسمان میں بھی مگر مندرجہ بالا حدیث میں تو لفظ آسمان بھی موجود ہے مگر پھر بھی مولوی صاحبان اس کا ترجمہ روحانی رفع یعنی بلندی درجات ہی لیتے ہیں۔ پس ثابت ہو کہ حضرت عیسیٰ کے لیے جو لفظ رفع استعمال ہوا ہے اس میں بھی رفع کے معنی بلندی درجات ہی کے ہیں نہ کہ آسمان پر چڑھ جانے کے۔

۲۔ مَا تَوَاصَّحَ اَحَدٌ يَّلَهُ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ (مسلم جلد ۲ ص ۳۷) یعنی کوئی ایسا شخص نہیں کہ وہ اللہ کے آگے گرا ہو اور پھر اللہ نے اس کا رفع نہ کیا ہو (یعنی جو اللہ کے آگے گرے اللہ اس کا رفع کرتا ہے)۔

۳۔ آنحضرت اپنے چچا حضرت عباسؓ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔ رَفَعَكَ اللّٰهُ يَا عَسِيْرُ (کنز العمال جلد ۴ ص ۱۰۱) اے میرے چچا اللہ آپ کا رفع کرے۔

۴۔ اَنْتَوَاصَّحُ لَا يَزِيْدُ الْعَبْدُ اِلَّا رَفَعَهُ فَتَوَاصَّحُوا يَرْفَعُكُمْ اللّٰهُ (کنز العمال جلد ۲ ص ۱۰۱) کہنا کساری انسان کو رفعت میں بڑھاتی ہے۔ پس تم انکساری کرو، اللہ تعالیٰ تمہارا رفع کرے گا۔

۵۔ مَنْ تَوَاصَّحَ يَّلَهُ رَفَعَهُ اللّٰهُ (کنز العمال جلد ۲ ص ۱۰۱) کہ جو شخص اللہ کے آگے گرا جائے اللہ اس کا رفع کرتا ہے۔

۶۔ مَنْ تَوَاصَّحَ يَّلَهُ تَخَشَّعًا يَّلَهُ رَفَعَهُ اللّٰهُ (کنز العمال جلد ۲ ص ۱۰۱) حدیث ۹۹۵ زبور الہمز فی الاخلاق من قسم الاولیٰ کہ جو انکساری کرتے ہوئے اللہ کے آگے گرے تو اللہ اس کا رفع کرتا ہے۔

لغات عرب اور لفظ رفع

۱۔ صحاح جوہری جلد ۱ ص ۹۹۔ اَلرَّفْعُ تَقَرُّبٌ اِلَی الشَّيْءِ۔ رفع سے مراد کسی چیز کو قریب کرنا ہے۔ گویا رفع کے معنی قرب کے ہیں۔

۲۔ اقرب الموارد جلد ۱ ص ۱۸۔ رَفَعَهُ اِلَی السُّلْطَانِ اَمَی قَرَبَهُ۔ قریب کیا اس کو بادشاہ کے یعنی اس کا مقرب بنایا۔

۳۔ لسان العرب جلد ۹ ص ۴۸۔ فِيْ اَسْمَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰی الرَّافِعُ۔ هُوَ الَّذِيْ يَرْفَعُ الْوُجُوْهَ بِالْاِسْتِعَادَةِ وَاَوَّلِيَّاءُكَ بِالتَّقَرُّبِ۔ وَالتَّرْفِعُ تَقَرُّبٌ اِلَی الشَّيْءِ مِنَ الشَّيْءِ وَفِي السُّنَنِ وَالْاَسْرَافِ مَرْفُوعَةٌ مُّقَرَّبَةٌ لَّهُمْ۔ وَيَقَالُ يَسَاءُ مَرْفُوعَاتُ اَمَی مَكْرُوْنًا مِنْ قَوْلِكَ اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ مَنْ يَّسَاءُ وَقَوْلُهُ تَعَالٰی فِيْ بُيُوْتِ اَذِيْنَ اللّٰهُ اَنْ تَرْفَعُ۔ قَالِ الرَّجَالُ قَالَ الْحَسَنُ تَأْوِيْلُ اَنْ تَرْفَعُ اَنْ تُعَظَّمَ كَمَا اللّٰهُ تَعَالٰی كَمَا نَحْنُ فِيْ رَافِعِ

کا حفظ ہے کیونکہ وہ بلند کرتا ہے مومن کو سعادت کے ساتھ اور اپنے دوستوں کو قریب کیساتھ اور رفع کسی چیز کو کسی چیز کے قریب کرنا اور قرآن کریم میں ہے یعنی ان کی عزت کی جاتے گی۔

۴۔ تلح العروس جلد ۵ صفحہ ۳۵۵۔ اَلرَّفْعُ ضِدُّ وَضْعٍ وَضْعُهُ حَدِيثُ الدُّعَاوِ۔ اَللَّهُمَّ ارْزُقْنِي كَرْفَعٍ وَضْعٍ كِي ضِدِّهِ۔ جیسا کہ حدیث دُعَا میں ہے کہ اے میرے رب میرا رفع کر۔

۵۔ منشی الارب جلد ۱ ص ۱۸۱۔ رَفَعَهُ إِلَى السُّلْطَانِ رُفْعَانًا بِالضَّمِّ أَيْ قَرَّبَهُ۔

۶۔ بَلَّ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ يَحْتَمِلُ رَفَعَهُ إِلَى السَّمَاءِ وَرَفَعَهُ مِنْ حَيْثُ الشَّرِيفِ۔

(مفردات راغب بر حاشیہ نمایان الاثر جلد ۲ ص ۱۸۱)

تفاسیر سے رَفْع کے معنی

انحضرت صلعم کیلئے رَفَعَهُ ۱۔ عجیب بات ہے کہ رَفَعَهُ إِلَيْهِ کے الفاظ بعینہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق بھی استعمال ہوئے ہیں اور اس استعمال سے آیت متنازعہ فیہ کے معنی بالکل واضح ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ تفسیر صافی میں انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

حَتَّى إِذَا دَعَىٰ اللَّهُ نَبِيَّهُ وَرَفَعَهُ إِلَيْهِ تَفْسِيرُ صَافِي بِرَأْيَاتٍ وَمَا مَعَهُمْ إِلَّا رُسُلٌ قَدْ خَلَّتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ، یعنی حتی کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اپنے پاس بلایا اور آپ کا اپنی طرف رفع کیا (یعنی آپ کو وفات دی)۔

بعینہ اسی طرح انحضرت کے لئے رَفَعَهُ إِلَيْهِ کا لفظ بمعنی وفات کتاب و ما ثبت بالسنة مؤید پر بھی ہے۔ ان ہر دو حوالوں میں لفظ رفع بھی ہے۔ اللہ فاعل مذکور ہے اور صلہ الی ہے مگر معنی موت کے ہیں۔

۲۔ تفسیر مرستید احمد خان جلد ۲ ص ۴۴۔ پہلی آیت میں اور چوتھی آیت میں لفظ رفع کا بھی آیا ہے جس سے عیسیٰ کی قدر و منزلت کا اظہار مقصود ہے نہ یہ کہ ان کے جسم کو اٹھالینے کا۔

۳۔ تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۶۹۔ وَرَفَعَكَ إِلَىٰ آتِي وَرَفَعَكَ عَمَلِكَ إِلَىٰ ذَهْوِكَ قَوْلُهُ تَعَالَىٰ- اَلَيْسَ بِضَعْدٍ اَنْكَلُمُ الطَّيِّبِ وَالْمُرَادُ مِنْ هَذِهِ اَلَّذِيَةَ اَنَّهُ تَعَالَىٰ بَشَرًا يَقْبُولُ مَا عَنِتُّمْ وَاعْمَالِهِمْ... الخ۔ رَفَعَكَ إِلَىٰ کے معنی ہیں کہ میں تیرے اعمال کو اٹھانے والا ہوں، یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرح اشارہ ہے اَلَيْسَ بِضَعْدٍ اَنْكَلُمُ الطَّيِّبِ اور اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو ان کی نیکیوں کے قبول کرنے کی بشارت دی۔ وَرَفَعَكَ إِلَىٰ- هُوَ الرَّفْعَةُ بِالدَّرَجَةِ وَالْمُسْتَقْبَلَةُ لَا بِاَلْمَكَانِ وَالْجِهَةِ (تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۶۹) یعنی اس آیت سے جو مسیح کا رفع ثابت ہوتا ہے یہ درجات کی ترقی اور عزت کا رفع مراد ہے، رفع مکانی (جیسا کہ غیر احمدی مانتے ہیں) اور جہت والامراو نہیں۔

۴۔ تفسیر جامع البیان ۲۵۲۔ رَافِعًا إِلَىٰ آئِي مَحَلِّ كَرَامَتِي۔ یعنی اپنے عزت کے مقام کی طرف تیار رفع کرنے والا ہوں۔ گویا جنت میں داخل کروں گا۔ بہ فرمودہ يٰۤاَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّاتِي۔
۵۔ تفسیر روح البیان جلد ۱ ص ۳۳۔ رَافِعًا إِلَىٰ آئِي مَحَلِّ كَرَامَتِي وَمَقَرِّ مَلَأْتُكَ وَجَعَلَ ذِيكَ رَفْعًا۔ اِلَيْهِ لِلتَّعْظِيمِ وَمِثْلُهُ قَوْلُهُ (اِنِّي) ذَاهِبٌ اِلَىٰ رَبِّي، وَ اِنَّمَا ذَهَبَ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الْعِرَاقِ اِلَى الشَّامِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا اپنی طرف رفع فرمانا صرف تعلیم کے لیے ہے جیسا کہ اس قول میں ہے اِنِّي ذَاهِبٌ اِلَىٰ رَبِّي۔ حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام صرف عراق سے شام کی طرف گئے تھے۔

لفظ رَفَعَ کے متعلق چیلنج

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہے کہ قرآن مجید، احادیث، تفاسیر اور عرب کے محاورہ کے رو سے لفظ رَفَعَ جب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی انسان کی نسبت بولا جائے، تو اس کے معنی ہمیشہ ہی بندہ کی درجات اور قُرب روحانی کے ہوتے ہیں۔ ہم نے غیر احمدی علماء کو بار بار یہ چیلنج دیا ہے کہ وہ کلامِ نبی سے ایک ہی مثال اس امر کی پیش کریں کہ لفظ رفع کا فاعل اللہ تعالیٰ مذکور ہو اور کوئی انسان اس کا مفعول ہو، اور رفع کے معنی جسم سمیت آسمان پر اُٹھانے کے ہوں، مگر آج تک اس کی ایک مثال بھی پیش نہیں کی جاسکی اور نہ ہی آئندہ پیش کی جاسکے گی۔

غیر احمدی علماء کے مطالبہ کا جواب

ہمارے مندرجہ بالا چیلنج کا منہ چڑانے کے لئے مولف محمدیہ پاکٹ بک نے بھی اپنی پاکٹ بک ص ۱۹ پر یہ کھوکھلا چیلنج کیا ہے۔

”جب رَفَعَ يَرْفَعُ رَفْعًا فَمَوْ رَافِعٌ“ میں سے کوئی بولا جائے جہاں اللہ تعالیٰ فاعل ہو اور مفعول جو ہر ہو (عرض نہ ہو)، اور جملہ اِلیٰ مذکور ہو اور مجرور اس کا ضمیر ہو، اسمِ قاهر نہ ہو اور وہ ضمیر فاعل کی طرف راجع ہو، وہاں سوائے آسمان پر اُٹھانے کے دوسرے معنی ہوتے ہی نہیں۔“

جواب :- تم نے یہ من گھڑت قاعدہ کہاں سے اخذ کیا ہے۔
کہو کہ جس طرح تم نے رفع کے تعلق اپنے چیلنج میں ایک قاعدہ خود ہی بنالیا ہے، اسی طرح ہم نے بھی بنالیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم لفظ رفع کے تعلق چیلنج مندرجہ بالا میں جو شرائط درج کی ہیں وہ ہمارے خود ساختہ یا خود تراشیدہ نہیں بلکہ نعت عرب میں درج ہیں۔ چنانچہ لسان العرب میں لکھا ہے :-

فِي اَسْمَاءِ اَشْهُرَ تَعَالَى الرَّافِعُ هُوَ الَّذِي يَرْفَعُ الْمُطْمَئِنَّةَ بِالسَّعَادَةِ وَادْبَارَهَا

بِالْقَرِيبِ

کہ رافع اللہ تعالیٰ کا نام ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ہونوں کا رافع ان معنوں میں کرتا ہے کہ انکو سعادت بخشتا ہے اور اپنے دوستوں کا رافع ان معنوں میں کرتا ہے کہ انکو اپنا مقرب بناتا ہے۔ گویا اللہ کے رافع کا فاعل اور انسان (مومن اولیاء) کے مفعول ہونے کی صورت میں لفظ رافع کے معنی بندی درجات وصول قرب الہی ہے پس ہمارے چیلنج کی شرائط تو مندرجہ بالا حوالہ لغت پر مبنی ہیں۔ مگر تم بتاؤ کہ تم نے جو قاعدہ درج کیلئے ہے اس کی سند محاورہ عرب میں کہاں ہے ؟

جواب ہے ۱۔ ہمارے من گھڑت قاعدہ کی تخلیط کے لئے مندرجہ ذیل دو مثالیں کافی ہیں:-
۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ حَتَّى إِذَا دَخَلَ اللَّهُ نَبِيَّهُ دَرَجَتَهُ الْكِبَىٰ رَفَعَهُ مَائًا ۖ زَيْرٌ آيَتْ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ۖ بَعَثَ اللَّهُ نَبِيًّا ۖ نَبِيًّا حَتَّىٰ كَرِهَ اللَّهُ لَكَ
۲۔ حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی، حافظ عبدالبکر مندرجہ ذیل قول آنحضرت کی وفات کی نسبت نقل کرتے ہیں:-

عَانَ الْحِكْمَةُ فِي بَعْثِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ آيَةُ الْخَلْقِ وَتَنْمِيهِهِ مَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ وَتَكْمِيلِ مَبَايِ السِّيَرِ فَحِينَ حُصِّلَ هَذَا الْأَمْرُ وَتَعَدَّ الْمَقْصُودُ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ۔ (ما ثبت بالسُّنَّةِ مِنْ وَبْلَعِ مُحَمَّدٍ لَا يَوْمَ مِنْ)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت میں حکمت محض یہ تھی کہ مخلوق کو ہدایت ہو اور اخلاق اور دین کی تکمیل ہو پس جب یہ مقصود حاصل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی طرف رافع فرمایا۔

ان پر دو حوالہ جات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں جن میں اللہ فاعل مفعول جو ہر ہے عرض نہیں، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذکر ہے اور مجرور اکم ظاہر نہیں بلکہ ا کی ضمیر ہے اور یہ ضمیر فاعل کی طرف راجع ہے مگر یہاں معنی آسمان پر محمد جسم عنقریب اٹھائے جانے کے نہیں، بلکہ متفقہ طور پر فوت ہو جانے کے معنی ہیں۔
(لفظ رافع کی دوسری مثالیں پہلے گزر چکی ہیں)۔

قرآن کریم اور لفظ اِلَى

- ۱۔ اِنِّي ذَاهِبٌ اِلَىٰ رَبِّي رَافِعًا (الزُّمَرُ: ۱۰۰)
- ۲۔ اِنِّي مُهَاجِرٌ اِلَىٰ رَبِّي رَافِعًا (العنكبوت: ۲۴)
- ۳۔ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ (البقرة: ۲۸۵ و الانعام: ۶۱)
- ۴۔ قَفِزُوا اِلَىٰ اللّٰهِ (الدُّرَيْت: ۵۱)

۵۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ (البقرہ: ۱۵۶)

۶۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ۔ (۲۹: ۱)

اس استدلال پر چند اعتراضات اس آیت سے اگر حضرت عیسیٰ کا آسمان پر جانا مراد ہو سکتا ہے تو ماننا پڑیگا کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر محدود ہے اور وہ بھی دوسرے

آسمان پر حالانکہ محدودیت باری تعالیٰ محال ہے۔ پس عقیدہ حیات مسیح بھی محال ہے۔

دوم:۔ کتب نحو میں الی کے معنی کھے ہیں کہ یہ استعارہ غایت کے لئے آتا ہے تو اب اگر آسمان پر جانے کے معنی درست ہوں تو ماننا پڑے گا کہ دعویٰ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملو یہ چلو بیٹھے ہیں اور درمیان میں کچھ بھی حاصل نہیں۔ ورنہ پورے طور پر الی کے معنی متحقق نہیں ہو سکتے ہیں ان معنوں پر ضد کرنا سراسر جهالت ہے۔

استدلال نمبر ۳: ﴿كَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾ (النساء: ۱۵۹) خدا تعالیٰ نے خود اپنی طاقت اور قدرت کا ذکر کر کے بتا دیا ہے کہ یہاں آسمان پر جانا ہی مراد ہے۔

جواب ۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے موقع پر غار ثور میں جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو دشمنوں سے بچایا تھا تو اس کا ذکر سورۃ التوبہ ۴۰ میں کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ عَزِيزٌ حَكِيمٌ کیا اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی آسمان پر اٹھائے گئے تھے؟ یا زمین پر ہی رکھ کر خدا تعالیٰ نے حضور کو محفوظ رکھا۔ اور اپنی قدرت کا ثبوت دیا۔

جے:۔ قدرت کسی چیز کو چھپانے میں نہیں بلکہ دشمن کے سامنے رکھ کر محفوظ رکھنے میں ہے۔ لہذا تمہارے اعتقاد کی رو سے خدا تعالیٰ بزدل ٹھہرتا ہے۔ کیا زمین پر حضرت عیسیٰ کو رکھنے میں یہودیوں کا خوف تھا؟ (دعویٰ باللہ)

حیات مسیح کی دوسری دلیل: ﴿وَإِنَّهُ لَعِلْمُهُ فَلَتَسْمَعُنَّ بِهَِا الزَّخْرَفُ﴾ (۶۲: ۱) ترجمہ بول خیر احمد یان: حضرت عیسیٰ قیامت کی نشانی ہیں پس تم

اس میں مت شک کرو، بلکہ اس پر ایمان لاؤ۔

جواب ۱۔ اِنَّہ کی ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ کا ہونا ضروری نہیں بلکہ اس کا مرجع قرآن کریم یا آنحضرت ماننے چاہئیں۔ چنانچہ تفسیر معالم التنزیل میں زیر آیت ہذا لکھا ہے:۔

قَالَ الْحَسَنُ وَجَمَاعَةٌ اِنَّہ یعنی اَنَّ الْقُرْآنَ لَعِلْمُهُ فَلَتَسْمَعُنَّ کہ حضرت امام حسن اور ایک جماعت کا قول ہے کہ اِنَّہ کی ضمیر کا مرجع قرآن کریم ہے۔

پھر تفسیر جامع البیان میں بھی اس آیت وَ اِنَّہ لَعِلْمُهُ فَلَتَسْمَعُنَّ (الزخرف: ۶۲) کے نیچے لکھا ہے کہ وَقِيلَ الْقَسْمِيرُ الْقُرْآنُ کہ بعض نے اس ضمیر کا مرجع قرآن کریم کو ٹھہرایا ہے۔

پھر تفسیر مجمع البیان میں اس آیت وَ اِنَّہ لَعِلْمُهُ فَلَتَسْمَعُنَّ (الزخرف: ۶۲) کے تحت لکھا ہے:۔ وَقِيلَ اِنَّ مَعْنَاهُ اَنَّ الْقُرْآنَ كَدَلِيلٍ فَلَتَسْمَعُنَّ لِاِنَّہ اَخْبَرُ الْكِتَابِ کہ بعض نے اس کے یہی معنی کئے

میں کہ قرآن کریم قیامت کی دلیل ہے کہ وہ آخری کتاب ہے۔
اگر تمہاری بات ہی کو درست فرض کر لیا جائے تو اس صورت میں اِنَّہ کی ضمیر کا مرجع ابن مریم مثلاً
(یعنی شیل مسیح) ماننا ہوگا۔

مَثَلٌ لِّمَنْ لَّمْ يَكُنْ فِي النَّبِيِّ وَالنَّبِيِّ وَالنَّبِيِّ (المنہد) مانند اور نظیر کے ہیں یعنی شیل۔
وَلَمَّا صُوبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ وَالزُّهْرَفِ ۝۱۰۰
ابن مریم کا شیل بھیجا جائے گا تو خود آنحضرت کی قوم کھلانے والے لوگ اس پر تالیاں بجاتے گئے۔
نیز شیلی الادب فی لغات العرب میں بھی مَثَل کے معنی مانند اور ہمتا اور نظیر کے لکھے ہیں چنانچہ
ہمارے بیان کردہ ان معنوں کی تائید شرح بشرح لفظ السَّيِّئِ بِالْبُرِّ اس (جو اہل سنت کے عقائد کی اعتبار
کتاب ہے) کے حاشیہ کی مندرجہ ذیل عبارت سے ہوتی ہے۔

قَالَ مَقَاتِلُ ابْنُ سُلَيْمَانَ وَمَنْ تَابَعَهُ مِنَ الْمُفَسِّرِينَ فِي تَفْسِيرِ قَوْلِهِ تَعَالَى
وَ اِنَّہ لَعِلْمٌ لِّلشَّاعِلِ ۝ قَالَ هُوَ الْمُفَسِّرُ يَحْكُونُ فِي اٰخِرِ الزَّمَانِ وَ بَعْدَ
خُرُوجِهِ تَكُونُ اَمَارَاتُ الشَّاعِلِ (شرح بشرح لفظ السَّيِّئِ بِالْبُرِّ اس) حاشیہ لفظ
محمد عبدالعزیز الفصاحی (۱۳۱۵ھ) کہ مقاتل بن سلیمان اور اس کے ہم خیال مفسرین نے لکھا ہے کہ اِنَّہ
لَعِلْمٌ لِّلشَّاعِلِ سے مراد مہدی ہے جس کی آمد کے بعد قیامت کی نشانیاں ظاہر ہوں گی۔

نوٹ:- تالیاں بجانے کی قرآنی پیشگوئی کو غیر احمدی قریباً ہر منظرہ کے موقع پر پورا لیا کرتے ہیں۔
حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اِنَّمَا التَّصْفِيقُ بِلَيْسَاءٍ (بخاری کتاب السنۃ جلد ۱ ص ۱۲۸)
مصری و تجربہ بخاری حرم حدیث ص ۳۱۷) یعنی تالیاں بجانا صرف غمخواروں کا کام ہے۔ (خادم)

غیر احمدی :- اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے مسند احمد جلد ۱ ص ۳۱۷ و در منثور جلد ۶
ص ۱۱۷ و فتح البیان جلد ۱ ص ۳۱۷ و ابن کثیر جلد ۶ ص ۱۳۴ میں مروی ہے کہ اس آیت میں نزول مسیح قبل از قیامت
مرا ہے۔ ایسا ہی ابن جریر جلد ۱ ص ۱۵۷ میں ہے۔ (محمد پکٹ بک ص ۵۳۴)

جواب :- در منثور اور فتح البیان میں تو تمہاری پیش کردہ روایت کی سند درج نہیں ہے۔ البتہ ابن کثیر
اور ابن جریر میں جس قدر سند سے یہ تفسیر مروی ہے، وہ سب کی سب موضوع ہیں۔ ابن کثیر میں یہ روایت
دو طریقوں سے مروی ہے اور دونوں کا راوی عاصم بن ابی النجود ہے جو ضعیف ہے۔ اس کے متعلق
لکھا ہے:-

كُتِبَ فِي الْقُرْآنِ وَ هُوَ فِي الْحَدِيثِ وَ ذُوْنَ الْقَبْلِ قَالَ يَخِيحُ الْقَطْعَانُ مَا
وَجَدْتُ رَجُلًا اِسْمُهُ عَاصِمٌ اِلَّا وَجَدْتُہ دِرِّي الْحِفْظِ وَ قَالَ النَّسَائِيُّ لَيْسَ
يُحَافِظُ وَ قَالَ الدَّارُ قُطَيْبِيُّ فِي حِفْظِ عَاصِمٍ شَيْئًا وَ قَالَ ابْنُ خَرَّاشٍ فِيهِ
حَدِيثُهُ نَحْوُكَ وَ قَالَ أَبُو حَاتِمٍ لَيْسَ مَحَلَّةٌ اَنْ يُقَالَ ثِقَةٌ (ميزان الاعتدال جلد ۲
ص ۱۰۰) معنف علامہ ذہبی (شمس الدین ابی عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قایار الذہبی) کہ یہ راوی قرآن مجید اچھا پڑھتا تھا

لیکن حدیث میں مضبوط راوی نہ تھا۔ یحییٰ کہتے ہیں کہ عاصم نام کا میں نے کوئی راوی اچھے حافظ والا نہیں دیکھا۔
ہام نسائی نے بھی اس راوی کے متعلق کہا ہے کہ یہ اچھا راوی نہ تھا۔ ابن خراش نے کہا ہے کہ یہ منکر الحدیث تھا اور ابو حاتم نے کہا ہے کہ ثقہ نہ تھا۔

ابن جریر کے طریقوں میں سے پہلے تین میں تو یہی عاصم بن ابی النجود راوی ہے جو منکر الحدیث اور غیر ثقہ ہے۔ علاوہ ازیں پہلے طریقہ میں ابن عاصم کے علاوہ ایک راوی ابویحییٰ مصدع بھی ہے۔ جس کے متعلق لکھا ہے کہ وہ غیر ثقہ تھا۔ نیز لکھا ہے کہ:-

قَدْ ذَكَرَ الْجَوْزَجَانِيُّ فِي الضَّعْفَاءِ..... وَقَالَ ابْنُ حَبَّانٍ فِي الضَّعْفَاءِ كَانَ يُخَالِفُ الْأَثْبَاتَ فِي الزَّوَايَا وَيُفَرِّدُ بِالْمَنَاطِقِ - (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۱۵۸) کہ یہ راوی ضعیف اور ناقابل اعتبار ہے۔ ابن جریر کے دوسرے طریقہ میں عاصم کے علاوہ ایک راوی غالب بن قانہ ہے۔ اس کے متعلق علامہ ذہبی لکھتے ہیں:-

قَالَ الزُّهْرِيُّ يَتَكَلَّمُونَ فِيهِ وَقَالَ الْعُقَيْلِيُّ يُخَالِفُ فِي حَدِيثِهِ دَمِيزَانِ الْقَدَالِ جلد ۲ ص ۲۵۸ کہ اس راوی کے ثقہ ہونے میں محدثین کو کلام ہے اور عقیل نے کہا کہ اس کی حدیث کو قبول نہیں کیا جاتا۔

اس طرح حافظ ابن حجر نے سان المیزان جلد ۲ ص ۲۵۹ پر عقیل کا قول اس راوی کی نسبت نقل کیا ہے کہ صَاحِبٌ وَهِيٍّ أَدْمِيٌّ تَحَا۔

اسی طرح ابن جریر کی چوتھی روایت کا ایک راوی فضیل بن مزروق الرقاشی ہے جو ضعیف تھا اس کے متعلق ابو حاتم کا قول نقل کیا گیا ہے کہ اس راوی کی روایت جت نہیں اور قَالَ النَّسَائِيُّ ضَعِيفٌ نِزَابِ حَبَّانٍ نے اسے خطا کار اور ضعیف قرار دیا ہے۔ نیز ابن حبان نے بھی اسے ضعیف میں شمار کیا ہے۔

(تہذیب التہذیب جلد ۸ صفحہ ۲۹۹ و ۳۰۰)

پس یہ ہے تمہاری پیش کردہ تفسیر ابن عباسؓ کی حقیقت باقی رہی تمہاری شب معراج میں انبیاء کی چار کونسل والی ابن ماجہ کی روایت سواس کی حقیقت حیات مسیح کی پندرہویں دلیل کے جواب میں دیکھو ص ۳۵۸ غیر احمدی :- حضرت مرزا صاحب نے اعجاز احمدی ص ۱۷ اور حاتمہ البشری پبلیکیشن کے منہ پر اِنَّہُ کی ضمیر کا مرجع مسیح کو مانا ہے۔ (عموۃ پاکٹ بک ص ۵۳)

جواب :- حضورؐ نے بھی اسی صورت میں مانا ہے جس صورت میں ہم نے ایسا ہی مان کر جواب نمبر ۳۰۶ میں اس کا مفہوم بیان کیا ہے۔ یعنی اس رنگ میں کہ اگر اِنَّہُ کی ضمیر کا مرجع مسیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی اس سے حیات مسیح ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس صورت میں اس سے مراد مسیح کے بن باپ پیدا ہونے کی یا ہلاکت بنی اسرائیل کی پیشگوئی لی جائے گی۔

جواب :- علم کے معنی ہیں جاننا۔ یہ مصدر ہے اور مصدر کبھی کبھی مبالغہ کے لئے بھی آجاتا ہے جیسے کہتے ہیں زَيْدٌ عَدُوٌّ - زید بہت عاقل ہے۔ اس طرح یہاں ہے کہ مسیح قیامت کا

جی طرح جاننے والا تھا، یعنی اس کو یقین تھا کہ قیامت ہوگی اور وہاں وہ اپنے دشمنوں کو پا بہ زنجیر رکھے گا۔ اس میں یہود پر بھی ایک جنت ہے۔ کیونکہ ان کا ایک گروہ منکر قیامت تھا، یا وہ یہود نامسحور کی ہلاکت کے وقت کو جانتا تھا۔

اگر نشانی ”بھی تسلیم کیا جائے تو ساعت سے مراد قیامت گہری تو ہو نہیں سکتی — جیسا کہ جواب نمبر ۱ میں گزر چکا ہے ہاں یہود کی ہلاکت کی گہری مراد ہو سکتی ہے اور مطلب یہ بن جائے گا کہ عیسیٰ بن مریم کا بلے باپ پیدا ہونا یا مبعوث ہونا اس بات کا بدیہی نشان تھا کہ سب بنی اسرائیل گندے ہو چکے ہیں اور ان کی ہلاکت دروازے پر گھڑی ہے۔

جواب ۲ :- ساعت سے مراد ہلاکت بنی اسرائیل کی گہری بھی ہو سکتی ہے۔

جواب ۳ :- اگر فی الواقع یہ معنی درست ہوتے جو ہمارے دوست کہتے ہیں، تو اگلے حصہ فَلَا تَسْمُرُونَ بِهَا زَاكِرَاتُ الْخُفَىٰ (۶۲) کا لانا لغو بن جاتا ہے۔ کیونکہ یہ بات معقولیت سے بعید ہے کہ ابھی وہ نشانی آئی بھی نہیں مگر خدا تعالیٰ آنحضرتؐ کے منکروں کو فرماتا ہے کہ تم اس میں شک نہ کرو۔ ظاہر ہے کہ جب ابھی نشانی نے ایک نامعلوم مدت کے بعد آنا ہے تو ان کو شک سے ابھی کس بنا پر روکا جاتا ہے پس معلوم ہوا کہ اس جگہ مسیح قیامت کی نشانی ہونے کا ذکر نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن مجید کو قیامت کی نشانی ٹھہرایا گیا ہے ورنہ یہ حصہ بے معنی بنتا۔

جواب ۴ :- فَلَا تَسْمُرُونَ بِهَا۔ کے بعد ہے وَاسْتَعْجِلُونِ کہ میری پیروی کرو۔ اگر قیامت کی نشانی مسیح تھے، تو اس کی مناسبت میں یہ فرمانا چاہیے تھا کہ تم اس کی پیروی کرنا۔ یہ کہنے کے کیا معنی کہ میری اتباع کرو۔ اس میں یہ کہہ کر کہ میری پیروی کرو، صاف بتا دیا کہ کوئی مسیح ہماری آئے گا بلکہ تم اے مسلمانو! خود مسیح بنو اور اس کا طریق یہ ہے کہ تم میری اتباع کرو۔

لطیفہ :- یہ متنازعہ فیما آیت سورۃ زخرف کی ہے جس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ مسیح چونکہ علم الساعۃ ہیں اس لئے وہ ضرور قیامت سے پیشتر تشریف لائیں گے لیکن اگر مسیح کو علم الساعۃ ہی دیا جاوے تب بھی آپ اُمت محمدؐ میں نہیں آسکتے کیونکہ اس سورۃ کے آخری رکوع میں اللہ تعالیٰ نے صاف فرمادیا ہے۔ وَیَعِزُّكَ عَلَیْہِ السَّاعَۃُ وَ اِلَیْہِ تُرْجَعُونَ (الزخرف: ۸۶) کہ وہ علم الساعۃ جیسے تم دوبارہ زمین پر اتار رہے ہو وہ اب اللہ کے پاس بیٹھا ہے وہ تو تمہارے پاس ہرگز نہ آئے گا ہاں تم ہی اس کی طرف لوٹنا سے جاؤ گے پس اس کی انتظار فصول ترک کر دو۔

حیات مسیح کی میری دلیل (۱۶۰) ترجمہ۔ اور کوئی اہل کتاب (یہودی) نہیں سگر وہ حضرت عیسیٰؑ پر ضرور ایمان لائے گا اس کی موت سے پیشتر یعنی حضرت عیسیٰؑ کے مرنے سے پہلے سب یہود ایمان لائیں گے۔ چونکہ فی زمانہ وہ سب ایمان نہیں لا رہے اس لیے ماننا پڑے گا کہ آپ اسی جسم کے ساتھ آسمان پر زندہ موجود ہیں اور آخری زمانہ میں تشریف لا کر کفار سے منواتیں گے۔

جواب ۱۔ غیر احمدیوں کا مندرجہ بالا استدلال برائے وجوہ باطل ہے۔

وجہ اولیٰ ۱۔ یہ وہ ایمان ہے جس میں اپنی کتاب کا ہر فرد شامل ہے کیونکہ لفظ *اِنْ مِنْ* صریحاً آتے ہیں اور جو ایمان غیر احمدی ملا لیتے ہیں وہ ہزار ہا مرتبے والے اپنی کتاب میں نہیں پایا جاتا۔ پس اگر یہ معنی ہیں تو اللہ تعالیٰ ضرور ان سب اپنی کتاب کو حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی تک زندہ رکھتا تا وہ ایمان لے آویں اور خدا کا فرمودہ سچ ثابت ہو لیکن جب ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ یہ معنی ہی غلط ہیں۔

اس جگہ اگر کوئی یہ کہے کہ وہ سب یہودی ایمان لائیں گے جو اس وقت موجود ہوں گے۔ تو اقول تو اس آیت میں اس کا ذکر نہیں۔ دوئم احادیث میں صاف لکھا ہے کہ صفیان کے ۶ ہزار یہود و قبائل کے ساتھ ہوں گے جو مارے جائیں گے اور کنز العمال کتاب القیامۃ من قسم الاول الفصل الثالث فی اشراط الساعة جلد ۷ صفحہ ۱۴۷ پر لکھا ہے کہ ۱۲ ہزار یہودی ہوتے ہیں حضرت یحییٰ کا اتباع کریں گے۔ پس یہ معنی بھی غلط ہیں۔

وجہ دوم ۲۔ یہ معنی اس لئے غلط ہیں کہ آگے پیچھے اس کے سب یہودی کی بدیاں بھری ہوتی ہیں۔ اور جو ان میں سے نیک ہیں ان کی نیکیوں کا ذکر *النَّارِ سِجِّوْنَ (النساء: ۱۹۳)* سے شروع ہوتا ہے۔ تو اب یہ طریق حکمت کے خلاف ہے کہ ایسی عظیم الشان نیکی کے بعد بھی ان کی بدیاں مذکور ہوں اور معاف نہ کی جائیں۔ پھر جس طرح یہ بات حکمت کے برخلاف ہے اسی طرح یہ قرآن کریم کے طرز بیان کے بھی برعکس ہے۔ اس لیے یہ ماننا پڑے گا کہ یہ معنی ہی غلط ہیں۔

وجہ سوم ۳۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ *تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَسَيُعْزِلُكَ اللَّهُ لَوْ كُنْتَ مِنَ الظَّالِمِينَ (النساء: ۸۳)* کہ اگر یہ قرآن اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اتنی بڑی کتاب میں ضرور کوئی اختلاف قوانین قدرت کے مضامین وغیرہ میں ہوتا۔ ایسا نہ ہونے کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی صداقت پر دلیل بیان فرمادیا ہے، لیکن اگر غیر احمدیوں کے معنی صحیح تسلیم کئے جائیں تو قرآن کریم میں اختلاف پڑ جاتا ہے۔ کیونکہ اس آیت سے ما قبل فرمایا ہے *فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا (النساء: ۸۴)* کہ یہ تمہارا مانیں گے بلکہ مانیں گے ہی نہیں، لیکن یہاں کہہ دیا کہ سب ایمان لے آئیں گے (بقول غیر احمدی صاحبان)۔

وجہ چہارم ۴۔ خدا تعالیٰ حضرت عیسیٰ کو فرماتا ہے۔ *وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (آل عمران: ۵۶)* کہ میں تیرے متبعین کو یہود پر قیامت تک غلبہ دوں گا۔ اور پھر فرماتا ہے۔ *وَأَعَزَّنَا فِي خَلْقِهِمُ الْخِزْيَانَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (المائدہ: ۱۵)* کہ ہم نے ان میں قیامت تک بغض اور عداوت ڈال دی ہے اور پھر المائدہ: ۶۵ میں ہے *وَأَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْخِزْيَانَةَ وَالْبَغْضَاءَ....* اب در اسرچو کہ اگر سب اپنی کتاب ایمان لے آئیں اور سب یہودی حضرت عیسیٰ کے متبع ہر جائیں تو پھر ان پر قیامت غلبہ کرے گا اور ان میں بعض عداوت کیسی؟ پس ماننا پڑے گا کہ یہ معنی ہی غلط ہیں۔

وجہ مخم: موتیہ میں ہا کی ضمیر کی بجائے دوسری قرأت میں ہُم کا لفظ آیا ہے جو جمع ہے اور جس سے صرف الہی کتاب ہی مراد لیے جا سکتے ہیں ہُم کے لیے دیکھیں مِّنَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ قَيْنِ اَمْلِ الْاَنْحِثِبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ يَهْ قَبْلَ مَوْتِيَهْ قَالَ هِيَ نِيْ قِرْآءَةٌ اَبِيْ قَبْلَ مَوْتِيَهْ۔ راہن جریر جلد ۲ ص ۱۸۱ یعنی حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ابی بن کعبؓ کی قرأت میں موتیہ کی جگہ موتیہؓ آیا ہے۔

قَبْلَ مَوْتِيَهْ کے راوی

غیر احمدی:۔ قَبْلَ مَوْتِيَهْ والی قرأت جو ابن عباسؓ سے مروی ہے کذب محض ہے اس میں دو راوی خفیف اور عتاب بن بشیر مجروح ہیں۔ (محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۱۳۳ بار دوم) جواب ۱۔ ابن جریر نے ابن عباسؓ سے پانچ روایات قَبْلَ مَوْتِيَهْ والی قرأت کی نقل کی ہیں جن میں سے چار روایات ایسی ہیں جن میں یہ دونوں راوی نہیں ہیں۔ پس دوسری روایات تو ہمارے نزدیک بھی قابل اعتراض نہ تھیں۔ تو ابن عباسؓ سے مَوْتِيَهْ والی قرأت تو ثابت ہو گئی۔ اعتراض کیا رہا؟

۲۔ باقی رہی پانچویں روایت جس کے راوی خفیف اور عتاب بن بشیر ہیں تو یہ روایت بھی درست ہے۔ خفیف بن عبد الرحمنؓ کے متعلق لکھا ہے:۔

قَالَ ابْنُ مَعِينٍ كُنْتُ بِهِ يَأْتِي وَقَالَ مَرَّةً ثِقَةً.... قَالَ ابْنُ سَعْدٍ كَانَ ثِقَةً.... قَالَ الشَّيْخُ صَدُوقٌ (تذیب التذیب جلد ۳ ص ۱۳۳ و ص ۱۳۴) کہ خفیف ثقہ راوی تھا۔ جن لوگوں نے خفیف پر اعتراض کیا ہے ان کے نزدیک وہ روایت جو خفیف سے عبد العزیز بن عبد الرحمنؓ روایت کرے وہ ناقابل اعتبار ہوتی ہے کیونکہ لکھا ہے وَالْبَلَاءُ مِنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ لَا مِنْ خَفِيفٍ (یعنی نقص عبد العزیز میں ہے نہ کہ خفیف میں۔ لیکن روایت متنازعہ میں عبد العزیز راوی نہیں ہے۔

اس طرح اس روایت کا دوسرا راوی عتاب بن بشیر بھی قابل اعتبار اور ثقہ ہے، جیسا کہ لکھا ہے۔ قَالَ عُثْمَانُ الدَّارِمِيُّ عَنْ أَبِي مَعِينٍ ثِقَةً.... حَدَّثَنَا آدَنُ بْنُ حَبَّانٍ فِي (الْثَّقَاتِ).... قَالَ الْحَاكِمُ عَنِ الدَّارِ قُطْنِيِّ ثِقَةً (تذیب التذیب جلد ۲ ص ۱۸۱) یعنی عتاب بن بشیر کو ابن معین اور ابن حبان اور دارقطنی نے ثقہ قرار دیا ہے۔

غیر احمدی:۔ ابن جریر میں ابن عباسؓ کا قول قَبْلَ مَوْتِيَهْ یعنی سعید بن جبیر کے طریق سے باسناد صحیح درج ہے۔ بحوالہ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری (محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۱۳۳)۔

جواب ۱۔ ابن جریر میں سعید بن جبیر کے طریق سے صرف دو روایات درج ہیں۔ پہلی روایت محمد بن بشار نے ابن ممدی عبد الرحمنؓ سے اور اس نے سفیان سے اور اس نے ابی حنین سے اور اس نے

سعید بن جبیر سے۔ سو یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ لکھا ہے۔

قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ سَيَّارٍ سَمِعْتُ عُمَرَ وَابْنَ عَلِيٍّ يَخْلِفُ أَنَّ بَشِيرًا يُعَذِّبُ فِيمَا يَرَوِي عَنْ يَحْيَى... قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَلِيٍّ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ سَمِعْتُ أَبِي وَسَمِعْتُهُ عَنْ حَدِيثِ رَدِّ الْأَبْدَانِ عَنْ ابْنِ مُقْدِقٍ... فَقَالَ هَذَا كَذِبٌ... قَرَأْتُ يَحْيَى لَا يُعْتَابَرُ بِهِ وَتَسْتَطِيعُهُ قَالَ وَرَأَيْتُ الْقَوَارِيرِيَّ كَلَامَ تِرْصَانٍ بِهِ (تذیب التذیب جلد ۱ ص ۱۸۰) کہ عبد اللہ بن محمد کہتے ہیں کہ عمرو بن علی نے حلف اٹھا کر کہا کہ محمد بن بشار بذا رجوت بولتا تھا، ان روایات میں جو اس نے یحییٰ سے روایت کی ہیں۔ اسی طرح سے علی بن المدنی سے محمد بن بشار کی ایک روایت جو ابن ہدی سے لی ہے پوچھی گئی تو انہوں نے اس روایت کو کذب محض قرار دیا۔ اس طرح یحییٰ بن معین محمد بن بشار کو اچھا نہیں سمجھتے تھے اس کی پروا نہ کرتے تھے، بلکہ اسے ضعیف قرار دیتے تھے۔ اسی طرح قواریری بھی اسے پسند نہ کرتا تھا۔

یہ تو حال ہے پہلی روایت کا۔ (یاد رہے کہ یہ روایت بھی محمد بن بشار نے ابن ہدی سے روایت کی ہے)۔ دوسری روایت کا ایک راوی ابی بن العباس بن سل الانصاری ہے جس کے تعلق لکھا ہے: قَالَ أَبُو بَشِيرٍ أَدْوَلًا لَيْسَ بِالْقَوِيِّ ثَلَاثٌ وَقَالَ ابْنُ مَعِينٍ ضَعِيفٌ وَقَالَ أَحْمَدُ مَنَحَرُ الْحَدِيثِ۔ وَقَالَ النَّسَائِيُّ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ وَقَالَ الْعَقِيلِيُّ لَهُ أَحَادِيثٌ لَا يُتَابَعُ عَلَى شَيْءٍ مِنْهَا... قَالَ الْبُخَارِيُّ: لَيْسَ بِالْقَوِيِّ (تذیب التذیب جلد ۱ ص ۱۸۰) کہ ابوبشر الدولابی نے کہا ہے کہ یہ راوی ثقہ نہیں۔ ابن معین نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے اور احمد کے نزدیک منکر الحدیث تھا اور نسائی نے بھی غیر قوی قرار دیا ہے۔ عقیلی نے لکھا ہے کہ اس راوی کی حدیث قابل اعتبار نہیں ہوئی۔ امام بخاری کے نزدیک بھی یہ راوی قوی نہیں ہے۔

ابن جریر میں قلیل مؤثرت عینس والی روایت ابن عباس سے صرف ایک ہی روایت ہے، اگرچہ وہ سعید بن جبیر کے طریق سے تو نہیں لیکن پھر بھی ضعیف ہے کیونکہ اس میں بھی سی ابی ابن العباس راوی ہے جو ضعیف ہے۔

پھر لکھا ہے وَتَدُلُّ عَلَيْهِ قَرَاءَةُ آيَةِ إِلَّا يُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِمْ بِضَمِّ التَّوْنِ عَلَى مَعْنَى وَإِنْ مِنْهُمْ أَحَدٌ إِلَّا سَيُؤْمِنُونَ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِمْ (تفسیر کثافت جلد ۳ ص ۳۹) یعنی ان معنوں پر حضرت ابی بن کعب کی یہ قرأت دلالت کرتی ہے إِلَّا يُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِمْ جس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہوگا جو اپنی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے۔

حضرت ابی ابن کعب کی قرأت کی بہت بخاری کی اس حدیث سے ظاہر ہے سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ خُذُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَبْدَ آيَةٍ وَسَلَامٍ مَوْلَى أَبِي حُدَيْفَةَ وَمَعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ وَأَبِي بِنِ كَعْبٍ رِجَالُ كِتَابِ الْمَنَاقِبِ ابْنِ سَابِقِ ابْنِ كَعْبٍ

جلد ۱۹ ص ۱۹۴ معری کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن شریف حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت سالم، حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابی ابن کعبؓ سے سیکھو۔
ابن عتیقی مؤرخ کا فرض ہے کہ وہ دونوں قرآنوں کو مد نظر رکھ کر معنی کرے اور وہ یہی ہو گئے کہ یہود کا ہر ذرا اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰؑ کے مصلوب ہونے پر ایمان لائیگا اور لانا ہے ورنہ وہ یہودیت کو ترک کر کے صداقت عیسیٰ کا قائل ہو جائیگا جو باطل ہے۔

وَجِئْشُم ۛ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَبْلَ مَوْتِ عِيسَى وَعَنْهُ اَيْضًا قَالَ قَبْلَ مَوْتِ اِيَهُوذا... وَقِيلَ الصِّمْلُ اَلَا قُلْ يَلٰهُ وَقِيلَ اِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ يٰهِمْ عِكْرَمَةُ ۛ۔ (فتح البیان جلد ۲ ص ۲۳۳) کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ عیسیٰ کی موت سے پہلے وراثتی حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ یہودی کی موت سے پہلے۔۔۔ اور کہا گیا ہے کہ پہلی ضمیر اللہ کی طرف پھرتی ہے، اور یہی کہا گیا ہے کہ آنحضرتؐ کی طرف پھرتی ہے اور حضرت عکرمہؓ کا بھی یہی مذہب ہے۔

اس آیت میں دو ضمیر ہیں، ایک پہ اور دوسری بعید۔ ان دونوں ضمیروں کے مرجع کی تعیین میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ پہلی ضمیر کا مرجع عیسیٰ، اللہ، نبی اور قرآن بتاتے ہیں اور دوسری ضمیر کا مرجع عیسیٰ اور کتابی بتاتے ہیں۔ پس یہ دلیل غیر احمدیوں کی تب صحیح ہو سکتی ہے کہ تعیین مرجع میں مسیح پر اتفاق ہوتا، لیکن ایسا نہیں ہیں اس قرأت کے ہوتے ہوئے بھی غیر احمدیوں کے بیان کردہ معنی درست نہیں ہو سکتے۔

وجہ ہفتم:۔ اس کے بعد فرمایا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا (النساء: ۱۶۰) کہ وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا، یعنی ان کے خلاف گواہی دے گا اور اگر اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ وہ سب مان جائیں گے تو گواہی کیسی اور اس گواہی کی کیا ضرورت؟ کیونکہ گواہی کی ضرورت تو ہمیشہ انکار کے بعد ہوتی ہے۔ قیامت کے ساتھ گواہی کو مخصوص کرنا بتاتا ہے کہ مسیح دنیا میں نہیں آئیگا۔ ورنہ کتنا چاہتے تھے کہ وہ دنیا میں آکر گواہی دے گا۔ مولوی تنویر اللہ صاحب امرتسری نے نون ثقلیدہ کے معنی حال کے بھی کئے ہیں۔

وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيَبْطِلَنَّ رَانَۛ (۴۳۰) کا ترجمہ کوئی تم میں سے سستی کر رہے ہے۔
(تفسیر ثنائی سورۃ نساء: ۴۳۱)

نوٹ:۔ بعض غیر احمدی کہا کرتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؒ نے جو اس آیت کا ترجمہ کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قَبْلَ مَوْتِہ سے مراد حضرت مسیحؑ کی وفات لیتے تھے، لیکن یہ صریحاً مخالف ہے۔ حضرت خلیفۃ الاولؒ مَوْتِہ کی ضمیر کا مرجع کتابی ہی لیتے تھے اور جو ترجمہ غیر احمدی فضل الخطاب جلد ۲ صفحہ ۲ کے حوالہ سے پیش کرتے ہیں، اس میں انکی موت سے پہلے کے الفاظ ہیں۔ یہ تصریح موجود نہیں ہے کہ اس سے مراد کتابی ہے یا حضرت مسیحؑ۔ ورنہ حضرت خلیفۃ الاولؒ کا مذہب وہی ہے جو ہم نے ویر بیان

وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ الْفِرَاقَ الْبَاطِلِ (۱۰۰)، کا ترجمہ یہ ہے اور میں کوئی ایسا کتاب مگر ضرور ایسا ہے
 گا ساتھ اس قتل کے قبل موت اپنی کے“ (الحکم جلد ۵ نمبر ۳۳۷، ۱۰ ستمبر ۱۹۰۱ء ص ۸۱۰)۔

بعض غیر احمدی علماء حضرت ابوہریرہؓ کا اجتہاد بخاری کے حوالے سے پیش کیا کرتے ہیں کہ انہوں نے نزولِ مسیح کی حدیث کو **وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ** والی آیت کے ساتھ منطبق کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت سے نزولِ مسیح ہی مراد ہے نہ کچھ اور۔

جواب ہے اس کا یہ ہے کہ یہ حضرت ابوہریرہؓ کا اپنا اجتہاد ہے جو حجت نہیں کیونکہ حضرت ابوہریرہؓ راویِ ثوعلیٰ درج کے ہیں مگر مجتہد نہیں۔ ملاحظہ ہو۔

و- وَالْقِسْمُ الثَّانِي مِنَ الرِّوَاةِ هُمُ الْمَعْرُوفُونَ بِالْحِفْظِ وَالْعَدَالَةِ دَوَى
الْاجْتِهَادِ وَالْفَقْهُو كَحَابِي هُرَيْرَةَ وَآلِ ابْنِ مَالِكٍ رَاصِلِ نَفَاحِ الدِّينِ اِسْمَاعِيلَ بْنِ اِبْرَاهِيمَ
الْأَشْجِي الْبَحْثُ الثَّانِي. فصل فی اقسام الخبر والقسم الثاني من الرواة - مطبوعہ مولد کثرتہ - و
کتب خانہ رشیدیہ دہلی مثلاً کہ راویوں میں سے دوسری قسم کے راوی وہ ہیں جو حافظہ اور دینداری کے
لحاظ سے تو مشہور ہیں مگر اجتہاد اور فتویٰ کے اعتبار سے قابل اعتبار نہیں، جیسے ابوہریرہؓ و انس
بن مالک -

ب۔ مولانا ثناء اللہ صاحب ہالی پتی اپنی تفسیر نام تفسیر مظہری میں تحریر فرماتے ہیں :-
تَأْوِيلُ الْآيَةِ بِإِرْجَاعِ التَّصْيِيرِ الثَّانِي إِلَى عَيْنِي مَسْنُوعٌ إِسْمًا هُوَ زَعْمُ مِنْ
آبِي هُرَيْرَةَ لَيْسَ ذَلِكَ فِي شَيْءٍ فِي الْأَحَادِيثِ (تفسیر مظہری جلد ۲ ص ۲۹۸) ذرا آیت وہاں سے
اھل الکتاب یعنی آیت زیر بحث میں ضمیر ثانی یعنی خود کی ضمیر کو، حضرت عیسیٰ کی طرف پھیر کر آیت کے
معنی کرنا غلط ہے، جائز نہیں۔ یہ تو محض البوہرہ کا اپنا زعم ہے جو احادیث کے بالمقابل وقعت نہیں
رکھتا کیونکہ حدیث سے ایسا ثابت نہیں ہوتا۔

پس اہل اصول اور محدثین کے نزدیک حضرت ابوہریرہؓ نقد راوی ہیں اور انکی روایت درست مگر ان کا اچان خیال اور قول ہرگز حجت نہیں خصوصاً جبکہ قرآن مجید کی ۳۰ آیات متعدد احادیث اور دہلیز اُمت کے بیسوں اقوال اس کے خلاف ہوں۔ چنانچہ اسی بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہؓ کا ایک اور اجتہاد بیع ہے۔ آنحضرتؐ کی حدیث و ما ینتوئو فیہ لکھو کہ وَالشَّيْطَانُ يَمْتَصِدُ جِئْنِیْ لَکُذَّ۔ درحالیہ کتاب الانبیاء۔ باب ۴۴ و سلم کتاب الغنائک باب ۱۴۶) کہ ہر بچہ کو بوقت پیدائش شیطان کس کرتا ہے۔ بجز مریمؑ ابن مریم کے، کہ وہ دونوں تس شیطان سے پاک ہیں) کے متعلق حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ فَاَقْرَبُ ذَا اِنَّ شَيْئًا اِنِّیْ اَعِيْذُ هَا بِكَ وَ ذُرِّيَّتِيْ هَا مِنْ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ در بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورہ النور

۲۲۳

جلد ۳ مطبع الایمصر، کہ آنحضرت کی اس حدیث کے سمجھنے کے لئے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھو کہ حضرت مریم کی والدہ نے کہا کہ میں مریم اور اس کی ذریت کے لئے شیطان الرجیم سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔ حالانکہ حضرت ابوہریرہؓ کا یہ اجتہاد قطعی طور پر غلط ہے، کیونکہ حضرت مریمؑ کی والدہ کی مندرجہ بالا دعا حضرت مریمؑ کی ولادت کے بعد کی ہے اور حدیث میں جس میں شیطان کی نفی ہے وہ وقت ولادت کی ہے پس جس طرح ابوہریرہؓ کا اس آیت کے متعلق اجتہاد مندرجہ بخاری غلط ہے اس طرح ان کا دُا اِنْ یَنْ اَہْلَ اَکْثَابِ (النساء: ۱۶۰) والی آیت کے متعلق اجتہاد مندرجہ بخاری بھی غلط ہے اور ناقابلِ استناد۔

اگر ان کا یہ قول اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ (النساء: ۱۵۸) اس ضمیر کا مرجع ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ باوجود اس کے کہ خدا نے یسویوں کے اس قول کی تردید پوری طرح کر دی ہے پھر بھی وہ اپنے اس قول پر ایمان رکھیں گے کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا، ورنہ ان کا مذہب ہی درہم برہم ہو جاتا ہے شکارِ دیکھ لو اگر ایک یسوی حضرت عیسیٰؑ کو غیر مصلوب تسلیم کرنے تو پھر وہ آپ پر ایمان لائیگا اور اسی طرح اگر ایک عیسائی مصلوبیت مسیح کو چھوڑ دے تو پھر ان کے مذہب کا بھی کچھ نہیں رہتا۔ اور کفارہ معذکر ہوں گے رخصت ہو جاتا ہے پس یہی معنی ہیں ان کے ایمان سے حقیقی اور قابلِ قبول ایمان مراد نہیں۔

حیات مسیح کی چوتھی دلیل
مَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ
اَبْنُ مَرْيَمَ وَالْمَائِدَة ۱۸۱ کہ خدا کو کون روک سکتا ہے اگر وہ عیسیٰ بن مریم کو مارنے کا ارادہ کرے۔ ثابت ہوا ابھی تک خدا تعالیٰ نے ان کو مارنے کا ارادہ نہیں کیا۔ جواب :- اس کے آگے دُا مَن فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (المائدہ: ۱۸) بھی پڑھو کہ اگر خدا چاہے عیسیٰؑ اور ان کی والدہ اور موجودات ارضی کو ہلاک کرنا۔ تو کیا حضرت مریمؑ بھی زندہ ہیں اور کیا دُنیا کی کوئی چیز ہلاک نہیں ہوتی؟ حالانکہ کوئی سیکنڈ اور سیکنڈ کا کوئی حصہ نہیں گزرتا جب دُنیا میں کوئی جائز نہیں مرنے۔

اصل مطلب یہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو مسیحؑ، مریمؑ اور موجودات ارضی کو جبراً (یکدم) ہلاک کر دیتا۔ مگر خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ دُنیا کو ہلاک کرتا ہے۔ اَخْلَا یَسْرُوْنَ اِنَّا نَأْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا (الانبیاء: ۲۵)

حیات مسیح کی پانچویں دلیل
يَكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَحَقْلًا وَّآلِ عِمْرَانَ (۳۴) کہ عیسیٰؑ مہد اور چالیس سال کی عمر میں کلام کریں گے، انہوں نے مہد میں تو کلام کیا مگر ۳۳ سال کی عمر میں چونکہ آسمان پر اُٹھائے گئے اس لئے ابھی تک انہوں نے کھل کی عمر میں کلام نہیں کیا۔ لہذا آسمان سے واپس آکر وہ کھل میں بھی کلام کریں گے۔

جواب ۱: کھل کے معنی لغت سے ۳۰ سے ۳۰ سال کی عمر کے (مجمع البحر جلد ۴ صفحہ ۷۳۶ زیر نفل کھل) بقول تہا سے جب وہ ۳۳ سال کی عمر میں اُٹھائے گئے تو تین سال انہوں نے کھل میں بھی

کلام کر لیا۔ واپس لاسنے کی کیا ضرورت ہے۔

۲۔ ہم تو احادیث صحیحہ کی بناء پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ ۱۲۰ سال تک زندہ رہے، لہذا ان کا کھل کی عمر میں بھی کلام کرنا ثابت ہو گیا۔

حیات مسیح کی چھٹی دلیل الْحِكْمَةُ سے قرآن میں ہر جگہ قرآن اور حدیث مراد ہے، ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ عیسیٰ کو قرآن و حدیث سکھائے گا۔ آخر ثانی ثابت۔

جواب ۱۔ یہ قاعدہ ہی غلط ہے، قرآن کریم میں ہے فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالنَّبَا (۵۵)، لہذا یہ تمہارا خود ساختہ قاعدہ غلط ہے۔

حضرت امام فخر الدین رازیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

الْمُرَادُ مِنَ الْكِتَابِ تَعْلِيمُ الْخَطِّ وَالْكِتَابَةُ تَعْدُ الْمُرَادُ مِنَ الْحِكْمَةِ تَعْلِيمُ الْعُلُومِ وَتَهْدِيَةُ الْخَلْقِ تَقْسِيرُ كَيْدِ الْمُنَافِقِينَ (یعنی تمہاری پیش کردہ آیت میں کتاب سے مراد خط و کتابت (یعنی لکھنا پڑھنا) اور حکمت سے مراد علوم و روحانی و اخلاقی ہیں۔

حیات مسیح کی ساتویں دلیل إِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ (المائدہ ۱۱۱) یعنی اے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کو یہودیوں کے ہاتھ لگے ہی نہیں۔ اگر یہ قاعدہ لگے کہ وہ صلیب پر لٹکائے گئے اور ان کے ہاتھوں سے خون بہا، اور پھر اس قدر مصیبتیں جھیلنے کے بعد صلیب پر سے زندہ اُترے گئے تو اس سے اس آیت کی تکذیب لازم آتی ہے۔

جواب ۱۔ کف، عن کا جو ترجمہ کیا گیا ہے وہ سراسر غلط ہے، قرآن مجید میں ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَدٰىكُمْ قَوْمًا اَن تَبْسُطُوْا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَكُمْ (۱۲) کہ اے مسلمانو! تم خدا کی اس نعمت کو یاد کرو جبکہ قوم (کافروں) نے تمہاری طرف اپنے ہاتھ دراز کرنے کا ارادہ کیا تھا، پس خدا نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا۔

کیا جنگوں کے موقع پر کبھی کوئی مسلمان زخمی یا شہید نہیں ہوتا تھا، پس درحقیقت کف ید سے مراد حقیقی فتح سے کافروں کو روکنا ہے، یعنی یہ کہ کافر مسلمانوں پر حقیقی فتح نہیں پاسکتے۔

حیات مسیح کی آٹھویں دلیل وَمُطِئَتِ رِجُلَيْكَ مِنَ الْاَلْفَيْنِ (ال عمران: ۵۵) کہ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ میں تم کو کافروں سے پاک کروں گا۔

یعنی کامل طور پر یہودیوں کے ہاتھوں سے بچاؤں گا۔ اگر احمدیوں کا مذہب مانا جائے کہ حضرت عیسیٰ صلیب پر لٹکائے گئے مگر زندہ اُتر آئے، تو اس سے اس وعدہ کی تکذیب ہوتی ہے۔

جواب ۱۔ تطہیر سے مراد اس آیت میں کافروں کے الزامات سے بری کرنا ہے نہ لٹکائے ہاتھوں

۲۲۵

سے زخمی ہونے سے بچا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنْسَامُ يَرْثُ اللّٰهُ يُبْذِ بِعَنْكُمْ
الْزَّيْجَسَ اَهْلَ الْاَبْسِيَّتِ وَيُطَهِّرُكُمْ تَطْهِيرًا (الحزاب: ۳۴) کہ اسے اہل بیت اللہ تعالیٰ
چاہتا ہے کہ تم سے پلیدی کو دور کرے اور تم کو اچھی طرح پاک کرے۔

اب یہ تو ظاہر ہے کہ ازواج نبوی کے علاوہ حضرت امام حسینؑ بھی اہل بیت میں سے ہیں۔ انکی بھی
تطہیر ہوئی؟ کیا انکو یزید یوں کے ہاتھ سے جسمانی طور پر کوئی گزند نہیں پہنچا۔ پس حضرت عیسیٰؑ کے لئے
تطہیر کے اور معنی لینا خلاف اسلوب قرآن ہے۔

حیات مسیح کی نویں دلیل النِّسْبَةُ الْمَسِيحِيَّةُ اَنَّ يَحْيُونَ عَبْدًا لِلّٰهِ وَكَانَ الْمَسِيحُ
الْمُقَرَّبُونَ (النساء: ۱۷۳) کہ مسیح خدا کی عبادت سے انکار نہیں
کرتے گا۔

جواب:۔ ہاں بیشک حضرت مسیح نے خدا تعالیٰ کا عہد ہونے سے نہ کبھی پہلے انکار کیا اور نہ خدا کی عبادت
نہ کرنے اور نہ کرانے سے قیامت کے دن منکر ہوں گے چنانچہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ لِيٰعِيسٰى اَنْتَ مَوْسٰىءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَآلِيَّيْهِ الْهٰٓئِلِيْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (المائدہ: ۱۱۷) کہ جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضرت مسیح سے پوچھیں گے کہ کیا آپ نے
لوگوں کو کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو سجدو بنا کر ہماری عبادت کیا کرو؟ تو مسیح اس کے جواب میں
کہیں گے۔ مَا قُلْتُ كُنتُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِيْ بِهٖ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ اَمَّا نَدْعُو
اِلٰهًا كَرِهْتُمْ لَنْ اَفْعَلَ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِيْ بِهٖ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ اَمَّا نَدْعُو
مِٔرًا اَوْ تَمَارًا سَبَّحْتَ سُبْحًا غَرَضِيْكَ لَنْ يَسْتَنْجِفَ وَالِیْ آیت میں جس عدم انکار از عبادت کا ذکر ہے
وہ قیامت کے دن ہوگا، جیسا کہ قرآن مجید نے دوسری جگہ خود اس کا ذکر بالتفصیل کر دیا ہے یعنی سورۃ
مائدہ آخری رکوع میں جس کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے۔

لطیفہ

معتمد محمدیہ پاکت نمک نے حیات مسیح کی نویں دلیل یہ لکھی ہے۔ "قرآن مجید میں جہاں کہیں کسی شخص
کو مقرب فرمایا ہے۔ سب جگہ مذکور سائنین آسمان ہیں چنانچہ سورۃ واقعہ میں جنتیوں کے حق میں لفظ
مقرب وارد ہے اور قرآن و حدیث سے ظاہر ہے کہ جنت آسمان پر ہے، دوسرے موقع پر حضرت
مسیحؑ کے وَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ "آیا ہے۔ مطلب ظاہر ہے کہ حضرت مسیح آسمان پر ہیں۔"
(محمدیہ پاکت نمک صفحہ ۱۰۰ دوم)

احمدی ۱۱۔ جنت زمین پر ہو یا آسمان پر لیکن ہم یہ ضرور تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ فی الواقعہ جنتیوں
میں سے ہیں۔ کیونکہ بقول تمہارے لفظ مقرب جہاں کہیں قرآن مجید میں آیا ہے وہاں اس سے مراد یا تو
فرشتے ہیں یا جنتی۔ حضرت مسیحؑ فرشتے تو نہیں لہذا جنتی ضرور ہیں۔ ہر حال انکی وفات ثابت ہے کیونکہ جنت
کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے مَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ۔ (الحجر: ۴۹)

۲۲۶

۲۔ باقی تمہارا یہ لکھنا کہ قرآن مجید میں مقرب کا لفظ صرف ساکنین آسمان کے لئے آیا ہے۔ تمہاری قرآن دانی کی دلیل ہے۔ سورہ اعراف اور سورہ شعراء میں فرعون کے جادو گروں کی نسبت لَمِنَ الْمُفْرَجِیْنَ (الاعراف: ۱۱۵) وَالشُّعْرَاءِ (۳۳) کا لفظ آیا ہے۔ تمہارے نزدیک کیا فرعون کا دوبارہ آسمان پر منعقد ہوتا تھا۔

۳۔ ذرا یہ بھی یاد دینا کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تمہارے نزدیک اپنی وفات تک اللہ تعالیٰ کے مقرب تھے یا نہیں؟
۴۔ حضرت مسیح کے لیے جہاں مقرب کا لفظ آیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ وَجِئْنَا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُفْرَجِیْنَ (آل عمران: ۴۶) کہ وہ دنیا میں بھی وجیہ ہوگا اور آخرت میں بھی وجیہ اور مقرب ہوگا۔ پس حضرت مسیح کا مقرب ہونا آلاخیرۃ کے بعد ہے نہ کہ پہلے۔ لہذا اگر تمہارا خود متہ قاعدہ مان بھی لیا جائے تب بھی حضرت مسیح کی وفات ہی اس سے ثابت ہوتی ہے معلوم نہیں کس طرح تم نے اسے حیات مسیح کی دلیل ٹھہرایا ہے؟

غیر احمدی، حضرت مسیح کا صلیب پر لٹکا یا جانا ان کے وجیہ ہونے کے منافی ہے۔
جواب ہے:- جی نہیں! صلیب پر اپنے دشمنوں کے ہاتھوں مارے جانے شک و جاہت کے خلاف تھا، کیونکہ عہد نامہ قدیم میں صلیب پر مارے جانے والے کو لعنتی کہا گیا ہے نہ کہ صلیب پر لٹکائے جانے والے کو پس مسیح کا محض صلیب پر لٹکنا اور زخمی ہونا ان کے وجیہ ہونے کی نفی نہیں کرتا، آنحضرت کا واث مبارک جنگ احد میں شہید ہو گیا، حضور دشمنوں کے ہاتھوں زخمی ہو کر بے ہوش ہو گئے، لیکن کیا تمہارے نزدیک حضور وجیہ نہ تھے؟

حیات مسیح کی دسویں دلیل
حَقِیْقَةُ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْكُمْ (تمہاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ۹۹ و جلد ۲ صفحہ ۲۳ مصری، کہ اسے مسلمانوں کا کسی خوش قسمتی ہوگی کہ جب تم میں ابن مریم نازل فرما ہوں گے۔)

جواب ہے:- اس حدیث میں مِنْ السَّمَاءِ کا لفظ تو آیا نہیں۔ ہاں دو لفظ ہیں جن سے ہمارے دلائل کو مغالطہ لگا ہے۔ ایک نَزَلَ اور ایک ابْنِ مَرْیَمَ۔ نزول کے تعلق یا درجہ ہے کہ اس کے لئے آسمان سے اترنا ضروری نہیں۔ ملاحظہ ہو۔

لفظ نَزَلَ قرآن میں

۱۔ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا یُّبَشِّرُ الْمُتَّقِیْنَ (الطلاق: ۱۱۱) کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف محمد رسول اللہ کو نازل فرمایا ہے جو تم پر اللہ کی نشانیاں پڑھتا ہے۔ کیا آپ آسمان سے آتے تھے؟
۲۔ اَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ اَنْعَامًا (النمل: ۵) اللہ نے تمہارے واسطے جانور نازل کئے۔

۲۲۷

- ۳۔ اَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ (الحديد ۲۶) ہم نے لوہا نازل کیا۔
 ۴۔ وَانْزِلْنَا حُكْمًا تَاَخَّرَ آيَتُهُ وَمَا نُنْزِلُهُ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ (الحجر: ۲۲)
 اور کوئی چیز بھی نہیں مگر ہمارے پاس اس کے خزانے ہیں اور نہیں اتارتے ہم اس کو مگر ایک مقررہ انداز پر۔
 ۵۔ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ لُبَاسًا (الاعراف ۲۶) ہم نے لباس نازل کیا۔

لفظ نزول اور احادیث

- ۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ تَحْتَ شَجَرَةٍ (کنز العمال جلد ۵) آنحضرت ایک درخت کے نیچے اترے۔
 ۲۔ كَانَ إِذَا نَزَلَ مَنَزِلًا فِي سَفَرٍ كَمَا يَنْزِلُ حَتَّى يُصَلِّيَ فِيهِ وَكُفَّتَيْنِ (کنز العمال جلد ۳) کتاب شفاء میں قسم اللہ تعالیٰ فلا نعال باب آداب السفر حدیث ۴۴) آنحضرت سفر میں مقام کرنے کے بعد دو رکعتیں پڑھ کے کوچ کرتے تھے۔
 ۳۔ قَدْ نَزَلَ الْحَجَرُ رَفَعَ الْبَارِي شَرْحَ بَحَارِ جلد ۸ صفحہ ۹۱) جب آنحضرت حجر کی زمین میں اترے۔

اُمتِ محمدیہ کے لئے نزول کا لفظ

لَتَنْزِيلٍ لَّنَّ هَآئِفَةً مِّنْ اُمَّتِيْ اَرْضًا يُقَالُ لَهَا الْبَصْرَةُ (کنز العمال جلد ۵) صفحہ ۱۸
 کتاب القیامۃ من مسلم الاقوال والاکمال (حدیث ۱۸۲) میری اُمت کا ایک گروہ ایک ایسی زمین میں اترے گا جس کا نام بقرہ ہوگا۔

دجال کیلئے نزول کا لفظ

يَا بَنِي الْمَسِيحِ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ دَهْمَتُهُ الْمَدِيْنَةُ حَتَّى يَنْزِلَ دُبُرُهُمْ شُكْرَةُ كِتَابِ الْفَنَنِ
 باب علامات بنی مسیح و ذکر الدجال - کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۵) فَيَنْزِلُ بَعْضُ النَّبَايِخِ (بخاری کتاب الفتن
 باب علامات الدجال المدینہ جلد ۳ صفحہ ۴۴) مصری - شکرۃ کتاب الفتن باب علامات بنی مسیح و ذکر الدجال -
 ترجمہ: کہ مسیح دجال شرق کی طرف سے مدینہ کا قصد کرے گا۔ یہاں تک کہ اُمد کی پیٹھ کی طرف
 اترے گا (۲) مدینہ کی ایک شور زمین میں اترے گا۔
 پس لفظ نزول سے دھوکہ نہ کھانا چاہیے کہ ضرور حضرت مسیح آسمان سے ہی آویں۔

بیہقی کا مِنَ السَّمَاءِ

نوٹ: - اس جگہ بعض جاہل امام بیہقی ۱۳۲۸ھ کی کتاب الاسماء والصفات صفحہ ۳۱ سے یہ
 حدیث پیش کر دیا کرتے ہیں۔ کَیْفَ اَنْزَلْنَا اِذَا نَزَلَ اِنْ مَرَّ بِكَ مِنَ السَّمَاءِ فَبُكِّمُوْهُ اَمَّا مَلَكُوْهُ فَمَلَكُوْهُ۔

اولیٰ :- یاد رہے کہ امام موصوف اس کے بعد کہتے ہیں۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي الصَّحِيحِ عَنْ
يَحْيَى بْنِ بَكْرٍ وَآخَرَجَهُ مُسْلِمٌ وَمِنْ وَجْهِ آخَرَ عَنْ يُونُسَ وَإِسْمَاعِيلَ أَرَادَ نَزْلَهُ مِنَ
السَّمَاءِ بَعْدَ التَّرْفِيعِ إِلَيْهِ۔ ص ۲۰۱ کہ اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے اور امام مسلم نے ایک
اور وجہ سے یونس سے لیا ہے اور اس نے ارادہ نزل من السماء کا ہی کیا ہے۔

امام کتا ہے رواہ البخاری۔ بخاری میں راوی اور الفاظ سب موجود ہیں مگر من السماء نہیں ہے
پس معلوم ہوا یہ حدیث کا حصہ نہیں۔

دوم :- اس روایت کا ایک راوی ابو بکر محمد بن اسحاق بن محمد ان قد ہے جس کے متعلق لکھا ہے
كَانَ يَذَّكَّرُ عَلَى الْخِطِّ وَفِيهِ بَعْضُ النَّسَائِي۔ (سان الزین حرف الیم۔ ابن حجر جلد ۳) کہ اس
راوی میں تساہل پایا جاتا ہے پس من السماء کے الفاظ کا اضافہ بھی اس راوی کا تساہل ہے اہل حدیث
کے الفاظ نہیں۔ اس طرح اس روایت کا ایک اور راوی احمد بن ابراہیم بھی ضعیف ہے۔ دیکھو سان الزین
جلد ۱۔ پس من السماء حجت نہیں۔

ملاوہ :- اس روایت کا راوی یحییٰ بن عبد اللہ ہے اس کے متعلق لکھا ہے۔ قَالَ الْبُؤْهَاتِي
..... لَا يَحْتَجُّ بِهِ وَقَالَ النَّسَائِيُّ ضَعِيفٌ لَيْسَ بِشَقِيحٍ قَالَ يَحْيَى
لَيْسَ بِشَقِيحٍ (تذیب التذیب جلد ۱ ص ۱۳۳) و نیز ان الاعتدال جلد ۲ ص ۵۰ مطبع النوار محمدی اس طرح
اس روایت کا ایک اور راوی یونس بن زید بھی ضعیف ہے۔ یہ روایت یونس بن زید نے ابن السائب
الزہری سے روایت کی ہے اور اس کے متعلق لکھا ہے کہ قَالَ الْبُؤْهَاتِي الضَّعِيفُ سَمِعْتُ
أَبَا عَبْدِ اللَّهِ أَحْمَدَ ابْنَ حَنْبَلٍ يَقُولُ فِي حَدِيثِ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ مُتَّكَأً
قَالَ ابْنُ سَعْدٍ لَيْسَ بِحَجِيحٍ كَانَ سَتِيحًا لِيُحْفَظَ (تذیب التذیب جلد ۱ ص ۱۳۳)
کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے کہ یونس کی ان روایات میں جو زہری سے اس نے روایت کی ہیں بکرات
ہیں۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ یونس قابل حجت نہیں ہے اور وکیع کہتے ہیں کہ اس کا حافظہ خراب تھا۔

اس کے متعلق میزان الاعتدال میں لکھا ہے كَانَ يَذَّكَّرُ فِي التَّأْوِيلِ (میزان الاعتدال جلد ۲
ص ۵۰ مطبع النوار محمدی) کہ کبھی کبھی یہ تدیس سے کام لیا کرتا تھا پس اس روایت میں بھی من السماء کے الفاظ
کی ابتلا بھی اس کے حافظہ کی غلطی یا تدیس کا نتیجہ ہو سکتی ہے۔

سوم :- بہیقی کا تلمی نسخہ پہلی مرتبہ ۱۳۲۵ھ میں چمپا ہے۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے
دعویٰ بلکہ وفات کے بعد۔ اس لئے مولویوں نے اس میں من السماء کا لفظ اپنے پاس سے اڑاؤ تحریر
اور الحاق زائد کر دیا ہے۔ چنانچہ اس کا ثبوت یہ ہے کہ امام جلال الدین سیوطی نے بہیقی سے اس حدیث کو
نقل کیا ہے مگر اس میں من السماء کا لفظ نہیں۔ چنانچہ وہ اپنی تفسیر و در مشور جلد ۲ ص ۲۴ پر اس حدیث
کو یوں بیان کرتے ہیں :-

وَآخَرَجَ أَحْمَدُ وَابْنُ بَكْرٍ وَالْمُسْلِمُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الْأَشْيَاءِ وَالصِّفَاتِ قَالَ

۲۲۹

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَتُفَرِّدُ إِذَا أُنْزِلَ فِيكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ ذَا إِمَامُكُمْ
مِنْكُمْ (درستور جلد ۲ صفحہ ۲۴۲)

امام مذکور کا باوجود اس محولہ بالا روایت کو دیکھنے کے من الشہار چھوڑ دینا بتاتا ہے کہ یہ حدیث کا
حزب نہیں، بعد کی ایزاد ہے۔ ہر حال حدیث نہیں۔ فَانْدَفَعَ الثَّانِي مِنْهُ۔

حدیث میں ہے اِنَّا بَعَثْنَا لَكَ رَسُولًا مِنْكُمْ (جامع البیان)
حیات مسیح کی گیارھویں دلیل ابن جریر جلد ۶ ص ۱۹۰ کہ یقیناً علی ہی نہیں مرے۔

جواب ۱۔ ابن جریر مجاہد حوالہ حدیث قابل استناد نہیں بوجہ ذیل۔

۱۔ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی اپنی تصنیف عمالہ نافعہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

”اور طبقہ رابعہ وہ حدیثیں ہیں جن کا نام و نشان پہلے قرون میں معلوم نہیں تھا اور تاخرین
نے روایت کی ہیں تو ان کا حال و مشقوں سے خالی نہیں۔ یا سلف نے تفحص کیا اور ان کی اصل نہ پائی کہ
انہی روایت سے مشغول ہوتے یا انہی اصل پائی اور ان میں قدح و علت بھی کہ روایت نہ کیا اور دونوں
طرح یہ حدیثیں قابل اعتماد نہیں کہ کسی عقیدہ کے اثبات پر عمل کرنے کو ان سے سند لیں۔ اس قسم کی حدیثوں
نے بہت سے محدثین کی راہزنی کی ہے۔ اس قسم کی حدیثوں کی کتابیں بہت تصنیف ہوئی ہیں تصویر
کی ہم بیان کرتے ہیں۔“

کتاب الضعفاء۔ لابن حبان۔ تصانیف الی کم۔ کتاب الضعفاء للعقلمی کتاب الکمال لابن
ہدی۔ تصانیف خطیب۔ تصانیف ابن شامہ اور تفسیر ابن جریر (عمالہ نافعہ ص ۱۰۰)

۲۔ یہ روایت مرفوع متصل نہیں بلکہ منسل ہے اور حضرت حسن بصریؒ
مراسل حسن بصریؒ سے مروی ہے جو تابعی تھے صحابی نہ تھے۔ مراسل حسن بصریؒ کے
متعلق لکھا ہے۔

”مَا أُرْسِلَ فَلَيْسَ بِحَقٍّ (تذیب التذیب جلد ۲ ص ۳۳۷) یعنی حسن بصریؒ کی منسل روایت
حجت نہیں ہوتی۔ لٰذًا لَمْ يَكُنْ وَالِي رِوَايَةٍ بَلْ حِجَّتْ نَفْسُ حَضْرَتِ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ فَرَمَاتِهِمْ ۱۔
لَيْسَ فِي الْمَرْسَلَاتِ أَصْعَقُ مِنَ الْمَرْسَلَاتِ الْحَسَنَ۔“

(تذیب التذیب جلد ۲ ص ۳۳۷ و ۳۳۸ زیر غلط علامہ ابن ابی ربیع)

غیر احمدی :- حضرت حسن بصریؒ کی منسل میں تو وہی کلام کرے گا جس کو ان کے اقوال کا پورا علم
نہ ہو۔ کیونکہ حسن بصریؒ نے جس قدر روایات صحابی کا نام لئے بغیر حضرت سے کی ہیں وہ سب کی سب
انہوں نے حضرت علیؒ سے لی ہیں، لیکن حجاج بن یوسف کے خوف سے انہوں نے حضرت علیؒ کا نام
نہیں لیا۔

جواب ۲ :- یہ تو حضرت حسن بصریؒ پر کسی انسان کے خوف سے حتیٰ ذکے کا ادا نام ہے۔ نہ یہ
ثابت ہے کہ حضرت حسن بصریؒ نے حضرت علیؒ سے ایک حدیث بھی نہیں سنی۔ ملاحظہ ہو۔

۲۳۰

سُئِلَ أَبُو زُرْعَةَ هَلْ سَمِعَ الْحَسَنَ أَخَذَ مِنْ بَيْتِي قَالَ رَأَيْتُهُ دُفِعَ رَأْيَ
عُثْمَانَ وَعَلِيًّا قِيلَ هَلْ سَمِعَ مِنْهُمَا حَدِيثًا قَالَ لَا۔ (تذیب التذیب جلد ۲ ص ۲۳۶ و ۲۳۷)
یعنی ابو زرہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا حضرت حسن بصری نے کسی بدری صحابی کو دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا
ہاں حضرت عثمان، حضرت علیؓ کو صرف ایک نظر دیکھا ہے۔ پوچھا گیا کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ یا
حضرت علیؓ سے کوئی حدیث بھی سنی تھی؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ اس طرح لکھا ہے۔

مَا حَدَّثَنَا الْحَسَنُ عَنْ أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ مَشَاقَّةً..... قَالَ التِّرْمِذِيُّ لَا
يُعْرِفُ لَكُمَا سَمَاعٌ مِنْ عَمَلِي (تذیب التذیب جلد ۲ ص ۲۳۶ و ۲۳۷) کہ حضرت حسن بصری نے کسی
بدری صحابی سے بھی کوئی حدیث نہیں سنی۔ امام ترمذی نے کہا ہے کہ حسن بصری کا حضرت علیؓ سے کوئی
حدیث سنا ثابت نہیں۔

۳۔ علامہ شوکانی لکھتے ہیں:۔ فَإِنَّ أَسَمَةَ الْحَدِيثِ لَمْ يَثْبُتُوا لِلْحَسَنِ مِنْ مَعَلِي
سَمَاعًا وَكَتَابَ قَوَامَةُ الْمَجْمُوعَةِ فِي أَحَادِيثِ الْمَوْضُوعِ مَعَ طَبِيعِ مُحَمَّدٍ (لاہور) کہ اگر حدیث کے نزدیک معنی
علیؓ سے حضرت حسن بصری کا کوئی حدیث سنا ثابت نہیں (نیز دیکھو مکملہ مجمع البحار جلد ۳ ص ۱۵۵)

۴۔ اس روایت کے چار راوی ضعیف ہیں ۱۔ اسماعیل بن ابراہیم بن سعید الدہلی نے اس کے متعلق
لکھا ہے۔ قَالَ أَبُو زُرْعَةَ مَكَرُ الْحَدِيثِ لَيْسَ بِالنَّقَوِيِّ وَقَالَ أَبُو حَاتِمٍ تَجَرَّبْتُ لِيْنِ الْحَدِيثِ
(تذیب التذیب جلد ۲ ص ۲۱۱ و میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۱۸۷) کہ ابو زرہ نے کہا ہے کہ اس راوی کی حدیث قابل
انکار ہے اور قوی راوی نہیں ہے۔ ابو حاتم نے کہا کہ اس کی روایت کمزور ہوتی ہے۔

(۲) دوسرا راوی عبداللہ بن ابی جعفر مصعبی بن مامان ہے۔ اس کی نسبت لکھا ہے۔ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ
ابْنُ سُلَيْمٍ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ ابْنَ حَمْدٍ يَقُولُ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ أَبِي جَعْفَرٍ كَانَ فَا سَمَاعًا
..... يُشْتَبَرُ حَدِيثُهُ مِنْ غَيْرِ رَوَايَتِهِ عَنْ أَبِيهِ وَقَالَ السَّاجِي فِيهِ ضَعْفٌ وَتَذِيبُ
التذیب جلد ۲ ص ۲۱۱ و میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۱۸۷) یعنی عبدالعزیز بن سلام کہتے ہیں کہ یہ راوی فاسق تھا اور
جو روایت یہ اپنے باپ سے کرے وہ لائق اعتبار نہیں ہوتی اور ساجی نے کہا ہے کہ اس راوی کی روایت
کمزور ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ لَمْ يَثْبُتْ والی روایت اس راوی نے اپنے باپ سے ہی روایت کی
ہے لہذا یہ روایت تو بہر حال مردود ہے۔

(۳) تیسرا راوی اس دوسرے راوی عبداللہ کا باپ ابو جعفر مصعبی بن مامان ہے۔ اس کے متعلق لکھا
ہے۔ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ أَحْمَدَ عَنْ أَبِيهِ لَيْسَ بِالنَّقَوِيِّ فِي الْحَدِيثِ..... قَالَ عَمْرُو ابْنُ
عَمِيْرٍ فِيهِ ضَعْفٌ..... قَالَ النَّسَائِيُّ لَيْسَ بِالنَّقَوِيِّ (تذیب التذیب جلد ۲ ص ۱۸۷ و میزان الاعتدال
جلد ۲ ص ۲۱۱) یعنی امام احمد کے نزدیک یہ راوی قوی نہیں، عمر بن علی کے نزدیک ضعیف ہے اور نسائی اور علی
کے نزدیک بھی قوی نہیں۔ نیز اس راوی کو خطا کار اور سی الحفظ بھی کہا گیا ہے۔

(۴) چوتھا راوی دیع بن انس البکری المصری ہے، اس کے متعلق لکھا ہے۔ قَالَ ابْنُ مَعِينٍ

۲۳۱
 حَسَنَ يَتَشَبَّحُ فَيُفَرِّطُ النَّاسُ يَتَّقُونَ مِنْ حَدِيثِهِ مَا كَانَ مِنْ دَوْلَةِ أَبِي جَعْفَرٍ
 عَنْهُ لَا تَارِيَةَ حَدِيثِهِ عَنْهُ اضْطُرَّ أَبَا حَسَنٍ (تذیب التذیب ج ۳ ص ۱۳۱) کہ یہ راوی عالی
 شیعہ تھا اور جو روایت اس سے ابو جعفر عیسیٰ بن مایان کرے اس روایت سے لوگ بچتے ہیں کیونکہ
 ایسی روایت سخت مخدوش ہوتی ہے ظاہر ہے کہ یہ کذیبٹ والی روایت وہ ہے جو اس راوی سے
 ابو جعفر عیسیٰ بن مایان نے کی ہے لہذا قابل توجہ نہیں۔

پس اول تو یہ روایت مرسلات حسن سے ہے اور اس وجہ سے حدیث مرفوع متعل نہیں۔ دوسرے
 اس کے پانچ میں سے چار راوی ضعیف اور غیر ثقہ ہیں اور بعض شیعہ بھی۔ پس سخت جھوٹی اور جعلی ہے۔
حیات مسیح کی بارہویں دلیل اِنَّ عِيسَىٰ يَآئِيْ عَالِيَكُمْ اَنْخَاءُ
 (جامع البیان ابن جریر جلد ۳ ص ۱۳۱ مصری ۱۹۵۳ء)۔

جواب :- اس روایت کے راوی بھی وہی ہیں جو اِنَّ عِيسَىٰ كَعَرَبِيَّتٍ (جامع البیان ابن جریر
 جلد ۳ ص ۱۳۱) والی روایت کے ہیں یعنی اسحق بن ابراہیم بن سعید، عبد اللہ بن ابی جعفر ابو جعفر عیسیٰ بن مایان
 اور ربیع بن انس۔ جن پر جرح پچھلی روایت پر بحث کے ضمن میں درج ہو چکی ہے۔

حیات مسیح کی تیرہویں دلیل يُذَقِّنُ مَعِي فِي قَبْرِ مِي رَا - مشکوٰۃ کتاب الفتن باب نزول
 عیسیٰ علی السلام بروایت ابن جوزی فی کتاب الوفا - ۱۰ - مطبع حمیدی
 قس ۴۰ - ۶ - مطبع احمدی قس ۴۰ - ۲ - شرح الشفاء السنی بالنسب اس از حافظ محمد عبدالعزیز افرحانی ص ۳۱۳ طبع ۱۳۵۵ھ -
 جواب :- اس کے قائل جواب ہیں :-

۱۱) فرض کرو کہ آج حضرت عیسیٰ آسمان سے نازل ہو کر مدینہ میں تشریف لے جا کر فوت ہو جائیں تو
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو کون سا سعید الفطرت مسلمان اکھاڑے گا؟ ہاں ممکن ہے کوئی
 احراری تیار ہو جائے۔

۱۲) حضرت عائشہ صدیقہ کا خواب اس حدیث کے ظاہری معنی لینے سے روکتا ہے جو یہ ہے :-
 "اِنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ رَأَيْتُ ثَلَاثَةَ أَقْسَامٍ سَقَطْنَ فِي
 حُجْرَتِي فَقَصَصْتُ رُؤْيَايَ عَلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ - قَالَتْ فَلَمَّا تَوَفَّي رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دُفِنَ فِي بَيْتِهَا قَالَ لَهَا أَبُو بَكْرٍ هَذَا أَحَدُ أَقْسَامِكَ وَمَوْخِئُهَا -
 (موطأ امام مالک جلد ۱ ص ۱۳۱ مصری) کہ حضرت اُم المؤمنین عائشہؓ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ تین
 چاند میرے حجرہ میں گرے ہیں۔ میں نے اپنا یہ خواب اپنے والد صاحب ابو بکر صدیقؓ سے بیان کیا۔ پس جب
 آنحضرتؐ فوت ہوئے اور حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں مدفون ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عائشہؓ
 سے کہا کہ یہ تیرے تین چاندوں میں سے ایک ہے جو سب سے بہتر ہے۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد
 حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ فوت ہوئے اور اسی حجرہ میں مدفون ہوئے گویا حضرت عائشہؓ کے خواب کے مطابق
 تین چاند ان کے حجرہ میں گر چکے اب اگر حضرت عیسیٰؑ بھی اس میں مدفون ہوں تو حضرت عائشہؓ کا خواب

غلط ہوتا ہے۔

(۴) آنحضرتؐ نے فرمایا ہے اَنَا اَوَّلُ مَنْ يُشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۷ مصری میری خصوصیت یہ ہے کہ میں پہلا انسان ہوں گا جس کی قیامت کے دن قبر بھاڑی جائے گی۔ اب اگر حضرت عیسیٰؑ بھی حضورؐ کی قبر میں ساتھ ہی مدفون ہوں تو جس وقت آنحضرتؐ کی قبر بھاڑی جاوے گی تو وہ بھی اس خصوصیت میں شامل ہو جائیں گے۔

(۴) ترمذی میں ہے۔ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوَّلُ مَنْ تُشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ ثُمَّ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ اِيَّاهُ الْبَقِيعُ فَيُحْشَرُونَ۔ (ترمذی جلد ۲۔ الباب الناقب مناقب عمرؓ) کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں پہلا انسان ہوں گا جس کی زمین (قبر، بھاڑی جائے گی۔ پھر میرے بعد ابوبکرؓ اور ابوبکرؓ کے بعد عمرؓ اور عمرؓ کے بعد جنت البقیع کے باقی مومن۔ پس سب اکٹھے کئے جائیں گے۔ اگر حضرت عیسیٰؑ نے بھی آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر میں یا بقول شہا حضورؐ کے روضہ میں دفن ہونا ہوتا تو دوسرے تیسرے یا کم از کم چوتھے نمبر پر ہی ان کا نام آجاتا۔ آنحضرتؐ نے اپنے روضہ (حجر و عائشہؓ) میں مدفون ہونے والے اپنے سمیت تینوں چاندوں کو ذکر فرمایا ہے اور ان کے بعد جنت البقیع (قبرستان) میں مدفون صحابہ کا ذکر فرمایا ہے حضرت عیسیٰؑ کا نام نہیں لیا۔ پس یہ اس بات کی قطعی شہادت ہے کہ آنحضرتؐ کی مدینہ والی قبر میں یا حضورؐ کے روضہ میں حضرت یحییٰؑ مدفون کے دفن ہونے کی کوئی صورت نہیں۔

(۴) ایک حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ میں تیسرے دن کے بعد اپنی قبر میں نہ رہوں گا، توجب آنحضرتؐ کی قبر میں حضرت عیسیٰؑ بقول تمہارے مدفون ہوں گے، اس وقت تو آنحضرتؐ وہاں موجود ہوں گے تو پھر عیسیٰؑ کی شرط پوری نہ ہوتی۔

(۵) تم لوگ کنز العمال جلد ۶ ص ۱۱۹ کی روایت پیش کیا کرتے ہو کہ مَا سَوَّى اللَّهُ نَبِيًّا اِلَّا دُفِنَ حَيْثُ يَفْتَضُّ كُنْبِي جَاں مَرا ہے وہیں دفن بھی ہوتا ہے اور اسی وجہ سے تم حضرت مرزا صاحب پر اعتراض کیا کرتے ہو اور اس کا جواب دوسری جگہ دیا ہے، اور قہم مانتے ہو کہ اسی بنا پر نہ آنحضرتؐ چونکہ حجرہ عائشہؓ میں فوت ہوئے اور اسی میں مدفون بھی ہوئے۔ تو اب اگر حضرت عیسیٰؑ واقعی آسمان سے آجائیں تو کیا وہ آنحضرتؐ کی قبر مبارک کے اندر جا کر فوت ہونگے۔

(۶) اسی حدیث میں ہے۔ مَا قَوْمُ اَنَا وَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فِي قَبْرِ وَاجِدَيْنِ اَيُّيْهِمَا بَعِيْرٌ وَ عُمَرُ (کنز العمال جلد ۶ ص ۱۱۹) کہ پھر میں اور عیسیٰ بن مریمؑ ایک ہی قبر میں جو ابوبکرؓ اور عمرؓ کے درمیان ہوگی کھڑے ہونگے تو گویا اس کے مطابق حضرت عیسیٰؑ جس قبر میں مدفون ہونگے وہ ابوبکرؓ اور عمرؓ کی قبروں کے درمیان ہونی چاہیے اور ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی قبروں کے درمیان کوئی جگہ موجود نہیں ہے۔

۲۳۳

(۷) اگر کوہ قبر سے مراد مقبرہ ہے تو یہ کسی لغت کی کتاب سے دکھاؤ اور انعام لودب (ہند میں خود)
فَاَقُوْمْ اَنَا وَعِيسٰى ابْنُ مَرْيَمَ فِيْ قُبُوْرٍ وَاحِدَةٍ بَيْنَ اَبْنِیَّیْنِیَّ وَ عُمَرَ (کنز العمال جلد ۱۸)
قبر کا ترجمہ مقبرہ کرو گے؟ کیا حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کے درمیان ایک مقبرہ ہو گا؟

ج۔ مقبرہ تو کہتے ہی موضع القبر (المنہ لفظ مقبرہ) کو ہیں۔ پھر قبر کس طرح مقبرہ بن سکتی ہے۔
د۔ جب تم خود اس حدیث کے متعلق معنی نہیں کرتے بلکہ غلط تاویل کرتے ہو تو ہمارے لئے کیوں ناجائز
ہے کہ ہم قرآن شریف و حدیث اور روایات کی روشنی میں اس کے صحیح معنی بیان کریں؟

(۸) قرآن مجید میں ہے۔ قَتَلَ الْاِنْسَانَ مَا اَحْضَرَ ۚ مِنْ اَبْنِیَّیْنِیَّ وَ خَلَقَهُ..... ثُمَّ
اَمَّا تِلْكَ فَاَنْتَرَاہُ رَعِیْسٌ (۲۲ تا ۲۸) گویا ہر انسان خواہ وہ ہندو ہو خواہ پارسی مرکز قبر میں ہی جاتا ہے
پھر بتاؤ کہ وہ لوگ جن کی لاشیں جلا دی جاتی ہیں یا جن کو درندے کھا جاتے ہیں، یا جن کو پھیلیاں سمندر
میں کھا جاتی ہیں، کیا وہ بھی اس آیت کے مطابق قبر میں جاتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں جاتے تو ثابت ہوا کہ
(۱) وہ انسان نہیں (۲) ان (غیر مسلموں) کو عذاب قبر نہیں ہو گا۔ اور اگر کوہ قبر میں جاتے ہیں تو ثابت ہوا
کہ قبر سے مراد ظاہری قبر کی مٹی نہ رہی بلکہ کوئی روحانی حالت "قبر" کے نام سے موسوم ہوئی۔ پس کیوں قبر کے
وہی معنی یٰٰدُفِنُ مَسِیْحِیْنِیَّ قُبُوْرٍ (شکوۃ الصالح کتاب الفتن باب نزول بھی بروایت ابن جونی فی الکتاب
الاولا۔ مطبع جمہوریہ لاہور منشور مطبع احمدی دہلی ص ۳۳) والی حدیث میں نہ لے جائیں۔ اس طرح حدیث میں بھی
آتم ہے۔ اَلْقَبُوْرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفُوْرِ الشَّیْطَانِ (ترمذی۔ ابواب منہ
القیامت عن بروایت ابی سعید مطہر عن نزل کثرت مثلاً) کہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ یا جہنم کے
گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

(۹) اگر آج حضرت عیسیٰؑ آجائیں تو کیا تم اس وقت تک ایمان نہ لاؤ گے جب تک کہ وہ مرکز آنحضرت
کی قبر میں مدفون نہ ہو جائیں؟

(۱۰) اگر اس حدیث میں عیسیٰ بن مریمؑ سے مسیح نامری مراد لیتے ہو تو پھر اسی حدیث سے ثابت ہوا
کہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے فرمایا یٰٰدُفِنُ مَسِیْحِیْنِیَّ کہ وہ آنحضرتؐ کے ساتھ ہی دفن کر دیئے
گئے گویا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ دنیا میں اگر کسی انسان کو اللہ تعالیٰ اتنا لیا زمانہ زندہ رکھا تو یقیناً ہمارے نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوتے۔ آپؐ سے زیادہ خدا کو اور کون پیا رہے؟ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ اَعَاثَیْ
مَسِّیْحُ الْخَلْدُ ذُوْنَ الْاَنْبِیَاءِ (۳۵) کہ خدا تعالیٰ کی غیرت یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ آنحضرتؐ
تو فوت ہو جائیں اور آپؐ سے پہلے انبیاء امتا عرضہ زندہ رہیں۔ پس آنحضرتؐ نے فرمادیا کہ یاد رکھو کہ جب تم مجھ
کو دفن کر رہے ہو گے تو اسی وقت یہ ثابت ہو جائیگا کہ پہلا کوئی نبی زندہ نہیں رہا۔ وَقَدْ خَلَقْتُ مِنْ قَبْلِیْهِ
الرُّسُلُ (۴۹) کم از کم اس وقت تو مانو گے کہ عیسیٰؑ بھی زندہ نہیں۔ گویا عیسیٰؑ میرے ساتھ ہی دفن
ہو جائیں گے۔ رَفَا قُبُوْرُ آتِیْمَا لَعَا قِلْمُوْنَ۔

۲۳۴

ترذی جلد ۲ ص ۵۳۵ ابوالثائب باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک روایت ہے جس میں عبداللہ بن سلام نے اپنے دادا سے یہ روایت کیا ہے کہ قَالَ مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَةِ صِفَةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يُدْفَنُ مَعَهُ قَالَ فَقَالَ أَبُو مُوَدُوذٍ قَدْ بَيَّجَا فِي الْمَبِيتِ مَوْضِعَ قَبْرِ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ۔

جواب :- یہ آنحضرت کا قول نہیں اس لئے تحت نہیں۔

۱۔ خود ترذی نے اسے غریب قرار دیا ہے۔

۳۔ اس کا ایک راوی مسلم بن قتیبة ہے۔ اس کے متعلق علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔ قَالَ أَبُو حَاتِمٍ كَثِيرٌ اَلْوَفِيُّ رَمِيزُ اَلْعَدَالِ جَدَامِلًا کہ یہ راوی آدمی آدمی تھا۔ اس روایت کا دوسرا راوی عثمان بن الضحاك ہے اس کے متعلق لکھا ہے۔ قَالَ اَلْوَجْرِيُّ سَأَلْتُ اَبَا دَاوُدَ عَنْ اَلضَّحَّاكِ مِنْ عَثْمَانَ اَلْخَرَّابِيِّ فَقَالَ ثِقَةٌ وَ اَبْنَةُ عَثْمَانَ ضَعِيفٌ (تذیب التذیب جلد ۲ ص ۱۸۷) کہ ابو داؤد کہتے ہیں کہ عثمان بن ضحاك خود ضعیف ہے لیکن اس کا باپ ثقہ تھا۔ نیز دیکھو میزان الاقدال جلد ۲ ص ۱۸۷ ضَعْفَةُ اَبُو دَاوُدَ کہ اسے ابو داؤد نے ضعیف قرار دیا ہے۔

نوٹ :- اس راوی کا باپ بھی بعض محدثین کے نزدیک ثقہ تھا چنانچہ ملاحظہ ہو میزان الاقدال جلد ۲ ص ۱۸۷ فِي حَدِيثِهِ ضَعْفٌ قَالَ اَبُو حَاتِمٍ لَا يُحْتَجُّ وَ قَالَ اَبُو دَاوُدَ لَيْسَ بِاَلثَّقَوِي۔ اسی طرح ملاحظہ ہو تذیب التذیب جلد ۲ ص ۱۸۷ جہاں لکھا ہے قَالَ اَبْنُ عَثْمَانَ اَلْبَرِّ كَانَ كَثِيرٌ اَلْخَطَاءِ لَيْسَ بِحَقِيْقَةٍ۔ اسی طرح اس روایت کا تیسرا راوی محمد بن یوسف بن عبداللہ بن سلام ہے۔ اس کے متعلق لکھا ہے ذَكَرَ كُهُ اَلْبُخَارِيُّ حَدِيثًا وَقَالَ لَا يَتَابَعُ عَلَيْهِ وَلَا يَصَحِّحُ۔ تذیب التذیب جلد ۲ ص ۱۸۷ کہ اس راوی سے امام بخاری نے ایک حدیث نقل کی ہے اور امام بخاری نے اس کے متعلق کہا ہے کہ یہ راوی قابل اتباع نہیں اور ثقہ ہے۔ پس چونکہ اس روایت کے تین راوی غیر معتبر ہیں لہذا تحت نہیں۔

حیات مسیح کی پندرہویں دلیل ابن ماجہ موقوفہ اور مسند احمد میں مرفوعاً مروی ہے کہ معراج کی رات انبیاء کی چار کوسل میں جب قیمت کا ذکر ہوا تو حضرت عیسیٰ نے فرمایا۔ قَدْ خَرَجْتُ مَعَ الدَّجَالِ قَالَ فَاَسْرُلُ وَ اَقْتُلُهُ (ابن ماجہ باب فتنة الدجال و خروج عیسیٰ ابن مریم عن عبداللہ بن سعد) (مجموعہ پاکٹ بک ص ۵۳۳)۔

جواب :- یہ عبداللہ بن سعد کا قول ہے حدیث نبوی نہیں۔

۱۔ اس روایت کا پہلا راوی محمد بن بشار بن عثمان البصری ہند ہے جس کے متعلق لکھا ہے قَالَ عَبْدُ اللَّهِ اِبْنُ مُحَمَّدٍ اِبْنُ سَيَّارٍ سَمِعْتُ عَمْرُو اِبْنَ مَيْمُونٍ يَقُولُ اَنَّ بَنَدَارًا يَخْذُبُ نَيْسَابَاسَ يَرْوِي عَنْ عِيْسَى قَالَ عَبْدُ اللَّهِ اِبْنُ مَيْمُونٍ اَنَّ اَلْمَدِيْنِيَّ سَمِعْتُ اَيُّوَنَ سَأَلْتُهُ

۲۳۵

عَنْ حَدِيثٍ دَوَاكُ بِسَدِّ الرَّعْنِ ابْنِ الْمُهْدِي... فَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ وَاسْتَعْرَفَ أَشَدَّ
الْإِنْكَارِ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ الدَّوْرِيِّ... قَرَأَ يَتَّعِزُّ بِهٖ وَلَا يَعْصِي بِهٖ وَلَا يَسْتَضْعِفُهُ قَالَ
دَوْدُ بْنُ الْقَوَارِيرِيِّ لَا يَرْضَاهُ بِهٖ -

تہذیب التہذیب جلد ۱ صفحہ ۷۱۷-۷۱۸۔
یعنی عمر بن علی نے حلف اٹھا کر کہا کہ یہ راوی ہر اس روایت میں جو وہ کبھی سے روایت کرتا تھا جھوٹ
بوتا تھا۔ علی بن الدین نے اس راوی کی اس روایت کی جو اس نے ابن مہدی سے لی ہے کذب قرار دیا۔
کبھی ابن معین نے اس راوی کو بے وقعت اور ضعیف قرار دیا ہے اور اسے قاری نے بھی پسندیدہ
راوی قرار نہیں دیا۔ اسی طرح اس روایت کا دوسرا راوی یزید بن ہارون ہے، اس کے متعلق کبھی ابن معین کا
قول یہ ہے کہ یزید کثیر من أصحاب الثقات لا تفتقر ولا یبالی عمن ردی۔
تہذیب التہذیب ابن جریر مقدنی جلد ۱۱ صفحہ ۳۶۶ کہ یہ راوی تو حدیث کے جاننے والوں میں سے تھا ہی نہیں۔
کیونکہ یہ تمیز کرتا تھا اور نہ پروا کرتا تھا کہ کس سے روایت لے رہا ہے۔ پس یہ چار کونسل والی روایت بھی
قابل اعتبار ہے۔

يُنْزِلُ ابْنُ عِيْسَى ابْنُ مَرْثَمٍ مِنَ السَّمَاءِ عَلَى جَبَلٍ
آفِيَتْ - (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۷۷ مصری)

حیاتِ مسیح کی سولہویں دلیل

جواب ۱۔ یہ بے سند قول ہے۔
۲۔ صاحب کنز العمال نے اسے ابن عساکر کی طرف منسوب کیا ہے کہ وہ اس کے آگے مکر کے
حروف درج ہیں اور ابن عساکر کے متعلق شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اپنے رسالہ عجائز نافعہ صفحہ ۸۷ پر
تحریر فرماتے ہیں: ”طبقة رابعة احاديثه كرام و نشان آتھا، و قرون سابقہ معلوم نہ ہو و متاخران انرا روایت
کردہ اند۔ پس حال آتھا از دوشوق خالی نیست یا سلف نے تفحص کر دیا و انرا اعلیٰ یا نفع اند تا مشغول ہوا
آتا سے شدہ نہ۔ یا یافتند و در اں قدسے و ملتے و بدند کہ باعث شد ہر انرا را بر طرق روایت آتا و علی
کل تقدیر این احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا علمے آتا مشک کردہ شود و کذب
ما قال بعض الشيوخ في أمثال هذا“

فَإِنْ كُنْتَ لَا تَدْرِي فَتَلَقَّ مُصِيبَةً

وَإِنْ كُنْتَ تَدْرِي فَأَلْ مُصِيبَةً أَعْلَفُ

وہیں قسم احادیث راہ بسیار سے از محدثین زدہ است۔۔۔۔۔ درین قسم احادیث کتب بسیار منصف شدہ اند
پرستے را بشمار یک کتاب الضعفاء لابن حبان۔۔۔ تفسیر ابن جریر۔۔۔ تعانیف ابن عساکر۔
یعنی طبقہ رابعدہ حدیثیں ہیں جن کا نام و نشان پہلے قرونوں میں معلوم نہیں تھا اور متاخرین نے روایت
کی ہیں تو ان کا حال و مشقوں سے خالی نہیں، یا سلف نے تفحص کیا اور انکی اصل نہ پائی کہ ان کی روایت سے
مشغول ہوتے۔ یا انکی اصل پائی اور ان میں قدرح اور علت کبھی نہ کیا اور دونوں طرح یہ حدیثیں قابل
اعتبار نہیں کہ کسی عقیدہ کی اثبات پر یا عمل کرنے کو ان سے سندیں اور کسی بزرگ نے ان میں سے کتنی

یس یہ روایت ابن عساکر میں ہونے کے باعث ہی کمزور ہے۔

کساں گئی؟

جواب :- تمہاری پیش کردہ دونوں روایتیں ضعیف ہیں۔

یعنی ایوب اور عیسیٰ کا کہتے تھے کہ تم سے ابوزیر نے روایت کی ہے اور ابوزیر میری ابوزیر ہی ہے یعنی وہ اسے ضعیف قرار دیتے تھے۔ وہ قاصد کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ سے پوچھا کہ آپ نے ابوزیر کی روایت کو ترک کیوں کیا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اسے زنا کرتے دیکھا ہے۔۔۔۔۔ ایک دفعہ میں ابوزیر کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرے سامنے ابوزیر نے ایک شخص پر افتراء کیا اس سے پوچھا گیا کہ کیا تم ایسا مسلمان پر افتراء کرنے کی جرأت کرتے ہو؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں نے اس پر افتراء اس لئے کیا ہے کیونکہ اس نے مجھے غصہ دلایا تھا۔ میں نے کہا کہ کیا جو شخص تم کو ناراض کرے گا تو اس پر افتراء کر بیگا۔

۲۔ اس روایت کا دوسرا راوی تميم بن سعيد انہی ہے یہ بھی ضعیف ہے چنانچہ کہا ہے۔ قَالَ الْعُقَيْلِيُّ حَدَّثَنِي عَنْهُ غَيْرُ مَحْضٍ وَلَا يَجُوزُ فِي النَّسَبِ وَالزَّوَايَا وَاسْنَادُهُ لَا يَصِحُّ۔

وہ دلائل جو حیات مسیحؑ کیلئے دیئے جاتے ہیں

1 سند احمد بن حنبل

2 درمنثور

3 فتح البیان

4 ابن کثیر

وانہ اعلم للساعة فلا تمترن بها
الزخرف - 62

= اختلاف =

جواب - معالم التنزیل

جامع البیان

مجمع البیان

تفسیر لغوی

روایان اور حرج

جلد 7 - 219 - 220

انہ کی ضمیر کا مرجع قرآن
قرآن

قرآن

قرآن

حسن و جماعت

وزارة التعليم العالي

نفس البغوي

«معالم التنزيل»

للإمام محيي السنة أبي محمد الحسين بن مسعود البغوي
(المتوفى - ٥١٦هـ)

المجلد السابع

حققه وخج أحاديثه

محمد عبد الله النمر عثمان بمعديرية سليمان بسلم الحشر



دار طه للنشر والتوزيع

الرياض - شارع عسيرة - ص. ب. : ٧١١٧

هاتفون : ٥٧٥٩٧٧ / ٥٧٥٩٧٤

حقوق الطبع محفوظة

١٤١٢ هـ

إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ ﴿٥٩﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ﴿٦٠﴾ وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمُوتُ بِهَا

أخبرنا أبو سعيد الشريحي، أخبرنا أبو إسحاق الثعلبي، أخبرنا أبو بكر عبد الرحمن بن عبد الله الحمشاوي، أخبرنا أحمد بن جعفر بن حمدان القطيعي، حدثنا عبد الله بن أحمد بن حنبل، حدثني أبي، حدثنا عبد الله بن نمير، حدثنا حجاج بن دينار الواسطي، عن أبي غالب عن أبي أمامة قال: قال رسول الله ﷺ: «ما ضلَّ قوم بعد هدى كانوا عليه إلا أوتوا الجدل»، ثم قرأ: «ما ضربه لك إلا جدلاً بل هم قوم خصمون»^(١).

ثم ذكر عيسى فقال: ﴿إِنْ هُوَ﴾، ما هو، يعني عيسى عليه السلام، ﴿إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ﴾، بالنبوة، ﴿وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا﴾ آية وعبرة، ﴿لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ﴾، يعرفون به قدرة الله عز وجل على ما يشاء حيث خلقه من غير أب.

﴿وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً﴾، أي ولو نشاء لأهلكناكم وجعلنا بدلاً منكم ملائكة، ﴿فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ﴾، يكونون خلفاً منكم يعمرن الأرض ويعبدونني ويطيعونني. وقيل: يخلف بعضهم بعضاً.

﴿وَإِنَّهُ﴾، يعني عيسى عليه السلام، ﴿لَعَلَّمَ لِّلسَّاعَةِ﴾، يعني نزوله من أشراط الساعة يعلم به قربها، وقرأ ابن عباس وأبو هريرة وقتادة: «وإنه لعلم للساعة» بفتح اللام والعين أي أمانة وعلامة.

وروي عن النبي ﷺ: «لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزَلَ فِيكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَادِلًا يَكْسِرُ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلُ الْخَنَازِيرَ وَيَضَعُ الْجُزْيَةَ، وَتَهْلِكُ فِي زَمَانِهِ الْمُلُكُ كُلُّهَا إِلَّا الْإِسْلَامَ»^(٢).

ويروى: «أنه ينزل على ثنية بالأرض المقدسة، وعليه محصرتان»^(٣)، وشعر رأسه ذهين، وبه حربة وهي التي يقتل بها الدجال، فيأتي بيت المقدس والناس في صلاة العصر، فيتأخر الإمام فيقدمه

(١) أخرجه الترمذي في التفسير (تفسير سورة الزخرف): ١٣٠/٩-١٣١ وقال: «هذا حديث حسن صحيح، إنما نعرفه من حديث حجاج بن دينار، وحجاج ثقة مقارب الحديث، وأبو غالب اسمه حزوّر»، وابن ماجه في المقدمة، باب: اجتناب البدع والجدل برقم: (٤٨): ١٩/١، والإمام أحمد: ٢٥٢/٥-٢٥٦، والحاكم: ٤٤٨/٢ وقال: «حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه ووافقه الذهبي، واللالكائي في شرح أصول اعتقاد أهل السنة: ١١٤/١، وابن أبي عاصم في السنة: ٤٨/١، وحسن الألباني إسناده، وعزاه السيوطي في الدر المنثور: ٣٨٥/٧-٣٨٦ لعبد بن حميد وسعيد بن منصور وابن المنذر والطبراني وابن مردويه والبيهقي في شعب الإيمان.

(٢) أخرجه البخاري في الأنبياء، باب: نزول عيسى بن مريم عليهما السلام: ٤٩٠/٦-٤٩١ ومسلم في الإيمان، باب نزول عيسى ابن مريم حاكماً بشرية نبينا محمد صل الله عليه وسلم برقم: (١٥٥): ١٣٥/١، والمصنف في شرح السنة: ٨٠/١٥.

(٣) تنبيه ممصرة وهي الثياب التي فيها صفرة خفيفة.

وَاتَّبِعُونَ هَذَا صِرَاطَ مُسْتَقِيمٍ ﴿٦١﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَانُ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿٦٢﴾ وَلَمَّا جَاءَ عِيسَى بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ﴿٦٣﴾ إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطَ مُسْتَقِيمٍ ﴿٦٤﴾ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابٍ يَوْمَ إِلِيمٍ ﴿٦٥﴾ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٦٦﴾

عيسى ويصلي خلفه على شريعة محمد ﷺ، ثم يقتل الخنازير ويكسر الصليب، ويخرب البيع والكنائس، ويقتل النصاري إلا من آمن به^(١).

أخبرنا عبد الواحد المليحي، أخبرنا أحمد بن عبد الله النعيمي، أخبرنا محمد بن يوسف، حدثنا محمد بن إسماعيل، حدثنا ابن بكير، حدثنا الليث، عن يونس، عن ابن شهاب، عن نافع مولى أبي قتادة الأنصاري أن أبا هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: «كيف أنتم إذا نزل ابن مريم فيكم وإمامكم منكم»^(٢).

وقال الحسن وجماعة: «وانه» يعني وإن القرآن لعلم للساعة يعلمكم قيامها، ويخبركم بأحوالها وأحوالها، «فلا تمترن بها»، فلا تشكن فيها، قال ابن عباس: لا تكذبوا بها، «واتبعون»، على التوحيد، «هذا»، الذي أنا عليه، «صراط مستقيم».

«ولا يصدنكم»، لا يصرفنكم، «الشيطان»، عن دين الله، «إنه لكم عدو مبين».

«ولما جاء عيسى بالبينات قال قد جئتكم بالحكمة»، بالنبوة، «ولأبين لكم بعض الذي تختلفون فيه»، من أحكام التوراة، قال قتادة: يعني اختلاف الفرق الذين تحزبوا على أمر عيسى. قال الزجاج: الذي جاء به عيسى في الإنجيل إنما هو بعض الذي اختلفوا فيه، وبين لهم في غير الإنجيل ما احتاجوا إليه. «فاتقوا الله وأطيعوا».

«إن الله هو ربي وربكم فاعبدوه هذا صراط مستقيم». فاختلف الأحزاب من بينهم فويل للذين ظلموا من عذاب يوم أليم. هل ينظرون إلا الساعة، يعني أنها تأتيهم لا محالة فكأنهم ينتظرونها، «أن تأتيهم بغتة»، فجأة، «وهم لا يشعرون».

(١) انظر: أبو داود في الملاحم، باب: خروج الدجال: ١٧٧/٦، مسند الإمام أحمد: ٤٣٧، ٤٠٦/٢.
(٢) أخرجه البخاري في الأنبياء، باب: نزول عيسى بن مريم عليهما السلام: ٤٩١/٦، ومسلم في الأنبياء، باب: نزول عيسى ابن مريم حاكماً بشريعة نبينا محمد صلى الله عليه وسلم برقم: (١٥٥): ١٣٦/١، والمصنف في شرح السنة: ٨٢/١٥.

تفسير الطبري

جامع البيان عن تأويل آي القرآن

لأبي جعفر محمد بن جرير الطبري
(٥٢٢٤ - ٥٣١٠ هـ)

تحقيق
الدكتور عبد بن عبد المحسن التركي
بالتعاون مع
مركز البحوث والدراسات العربية والإسلامية
بمدار هجر

الدكتور عبد السند حسن يمامة

الجزء العشرون

هجر

للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان

حقوق الطبع محفوظة

الطبعة الأولى

القاهرة ١٤٢٢ هـ - ٢٠٠١ م

مركز البحوث والدراسات العربية والإسلامية

بدار هجر

الدكتور عبد السند حسن يمامة

مكتب : ٤ ش ترعة الزمر - المهندسين - جيزة

ت : ٣٢٥١٠٢٧

مطبعة : ٣٢٥٢٥٧٩ - فاكس : ٣٢٥١٧٥٦

مِنْكُمْ مَّلَائِكَةٌ فِي الْأَرْضِ يَخْلُقُونَ ﴿٥٦﴾ : لو شاء الله لجعل في الأرض ملائكة يخلفون [٥٦/٤٤] بعضهم بعضًا .

/ حدثنا محمد ، قال : ثنا أحمد ، قال : ثنا أسباط ، عن السدي : ﴿ وَلَوْ نَشَاءُ ٩٠/٢٥ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُقُونَ ﴾ . قال : خلقت منكم ^(١) .

القول في تأويل قوله تعالى : ﴿ وَإِنَّكُمْ لَعَلَّمٌ لِلْسَّاعَةِ فَلَا تَمُوتُ بِهَا وَاتَّبِعُونِ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمْ الشَّيْطَانُ إِنَّكُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿٦٢﴾ ﴾ .

اختلف أهل التأويل في « الهاء » التي في قوله : ﴿ وَإِنَّكُمْ ﴾ ، وما المعنى بها ، ومن ذكر ما هي ؛ فقال بعضهم : هي من ذكر عيسى ، وهي عائدة عليه . وقالوا : معنى الكلام : وإن عيسى ظهوره علمت يعلم به مجيء الساعة ؛ لأن ظهوره من أسرارها ، ونزوله إلى الأرض دليل على فناء الدنيا ، وإقبال الآخرة .

ذكر من قال ذلك

حدثنا ابن بشار ، قال : ثنا عبد الرحمن ، قال : ثنا سفيان ، عن عاصم ، عن أبي رزين ، عن أبي ^(٢) يحيى ، عن ابن عباس : (وإنه لعلم للساعة) . قال : خروج عيسى ابن مريم ^(٣) .

حدثنا ابن المثنى ، قال : ثنا ابن أبي عدي ، عن شعبة ، عن عاصم ، عن أبي

(١) ذكره ابن كثير في تفسيره ٢٢٢/٧ .

(٢) سقط من : ص ، م ، ١ ، ت ، ٢ ، ت ، ٣ .

(٣) تفسير الثوري ص ٢٧٣ - وعنده الحسن بدلاً من عاصم ، وأخرجه الطبراني (١٢٧٤٠) من طريق سفيان به ، وأحمد ٨٥/٥ (٢٩١٨) ، والحاثر بن أسامة (٧١٩ - بغية) من طريق عاصم به ، ولم يذكر « أبا رزين » .

رَزِينٍ ، عن ابنِ عباسٍ بمثله ، إلا أنه قال : نزولُ عيسى ابنِ مريمَ^(١) .
 حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْأَحْمَسِيُّ ، قال : ثنا غَالِبُ بْنُ فَائِدٍ^(٢) ، قال : ثنا
 قَيْسٌ ، عن عاصِمٍ ، عن أَبِي رَزِينٍ ، عن ابنِ عباسٍ ، أنه كان يقرأ : (وإِنَّه لَعَلَّمَ
 لِلسَّاعَةِ)^(٣) . قال : نزولُ عيسى ابنِ مريمَ .

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ ، قال : ثنا ابنُ عطيةَ ، عن فضيلِ بنِ مرزوقٍ ، عن جابرٍ ، قال :
 كان ابنُ عباسٍ يقولُ : ما أَدْرِي أَعْلِمَ النَّاسُ تَفْسِيرَ هَذِهِ الْآيَةِ ، أم لَمْ يَفْطِنُوا لَهَا ؟ (وإِنَّه
 لَعَلَّمَ لِلسَّاعَةِ) . قال : نزولُ عيسى ابنِ مريمَ .

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَعْدٍ ، قال : ثنا أَبِي ، قال : ثنا عَمِي ، قال : ثنا أَبِي ، عن
 أَبِيهِ ، عن ابنِ عباسٍ : (وإِنَّه لَعَلَّمَ لِلسَّاعَةِ) . قال : يعني^(٤) : عيسى ابنِ مريمَ .

حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ ، قال : ثنا هُشَيْمٌ ، قال : أَخْبَرَنَا حَصِينٌ ، عن أَبِي مَالِكٍ ،
 وَعَوْفٌ ، عن الحسنِ أَنَّهُمَا قَالَا فِي قَوْلِهِ : ﴿ وَإِنَّكُمْ لَعَلَّمْتُمُ لِلسَّاعَةِ ﴾ . قَالَا : نزولُ
 عيسى ابنِ مريمَ . وَقَرَأَاهَا أَحَدُهُمَا : (وإِنَّه لَعَلَّمَ لِلسَّاعَةِ)^(٥) .

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو ، قال : ثنا أبو عاصمٍ ، قال : ثنا عيسى ، وَحَدَّثَنِي
 الْحَارِثُ ، قال : ثنا الحسنُ ، قال : ثنا ورقاءُ ، جميعًا عن ابنِ أَبِي نَجِيحٍ ، عن مجاهدٍ

(١) أخرجه مسدد - كما في المطالب العالية (٤٠٩٤) من طريق شعبة به ، وأخرجه الحاكم ٤٤٨/٢ من طريق عكرمة عن ابن عباس ، وعزاه السيوطي في الدر المنثور ٢٠/٦ إلى القريائي وسعيد بن منصور وعبد بن حميد وابن أبي حاتم .

(٢) في م : « قائد » ، وقد تقدم في ٥٩٢/١٦ . وينظر الجرح والتعديل ٤٩/٧ .

(٣) ينظر مختصر الشواذ ص ١٣٦ .

(٤) في ص ، م ، ت ٢ ، ت ٣ : « نزول » .

(٥) ذكره ابن كثير في تفسيره ٢٢٣/٧ ، وعزاه السيوطي في الدر المنثور ٢٠/٦ إلى المصنف وعبد بن حميد من قول الحسن وحده .

قوله : (وإنه لَعَلَّم للساعة) . قال : آيةٌ للساعة ؛ خروجُ عيسى ابنِ مريمَ قبلَ يومِ القيامةِ ^(١) .

حدَّثنا بشرٌ ، قال : ثنا يزيدٌ ، قال : ثنا سعيدٌ ، عن قتادة : (وإنه لَعَلَّم للساعة) . قال : نزولُ عيسى ابنِ مريمَ عَلَّمَ للساعة ؛ القيامةِ ^(٢) .

/ حدَّثنا ابنُ عبدِ الأعلى ، قال : ثنا ابنُ ثورٍ ، عن مَعْمَرٍ ، عن قتادة في قوله : ٩١/٢٥ (وإنه لَعَلَّم للساعة) . قال : نزولُ عيسى ابنِ مريمَ عَلَّمَ للساعة ^(٣) .

حدَّثنا محمدٌ ، قال : ثنا أحمدٌ ، قال : ثنا أسباطٌ ، عن السدي : (وإنه لَعَلَّم للساعة) . قال : خروجُ عيسى ابنِ مريمَ قبلَ يومِ القيامةِ ^(٤) .

حدَّثت عن الحسين ، قال : سمعتُ أبا معاذٍ يقولُ : أخبرنا عُبيدٌ ، قال : سمعتُ الضحاكُ يقولُ في قوله : (وإنه لَعَلَّم للساعة) . يعنى خروجُ عيسى ابنِ مريمَ ونزوله من السماء قبلَ يومِ القيامةِ ^(٥) .

حدَّثني يونسٌ ، [٥٦/٤٤] قال : أخبرنا ابنُ وهبٍ ، قال : قال ابنُ زيدٍ في قوله : (وإنه لَعَلَّم للساعة) . قال : نزولُ عيسى ابنِ مريمَ عَلَّمَ للساعة حينَ ينزلُ ^(٦) .

وقال آخرون : « الهاءُ » التى فى قوله : ﴿ وَإِنَّهُمْ ﴾ من ذكرِ القرآن . وقالوا : معنى الكلام : وإن هذا القرآنَ لَعَلَّمَ للساعة يُعَلِّمُكم بقيامِها ، ويخبرُكم عنها وعن أهوالِها .

(١) تفسير مجاهد ص ٥٩٥ ، وعزاه السيوطى فى الدر المنثور ٢٠/٦ إلى عبد بن حميد .

(٢) أخرجه أبو عمرو الداني فى السنة الواردة فى الفتن (٦٩٢) من طريق سعيد به .

(٣) أخرجه عبد الرزاق فى تفسيره ١٩٨/٢ عن معمر به ، وعزاه السيوطى فى الدر المنثور ٢٠/٦ إلى عبد بن حميد .

(٤) ذكره القرطبى فى تفسيره ١٠٥/١٦ .

(٥) ذكره القرطبى فى تفسيره ١٠٥/١٦ ، وابن كثير فى تفسيره ٢٢٣/٧ .

(٦) ينظر البحر المحيط ٢٥/٨ .

ذَكَرُ مَنْ قَالَ ذَلِكَ

حدَّثنا بشر، قال : ثنا يزيد، قال : ثنا سعيد، عن قتادة، قال : كان الحسن يقول : ﴿ وَإِنَّكُمْ لَعَلَّمْتُمْ لِلْسَّاعَةِ ﴾ : هذا القرآن^(١) .

حدَّثنا ابنُ عبدِ الأعلى ، قال : ثنا ابنُ ثورٍ ، عن معمرٍ ، عن قتادة ، قال : كان ناسٌ يقولون : القرآنُ عَلَّمَ للسَّاعةِ^(٢) .

واجتمعت قراءة الأمصار في قراءة قوله : ﴿ وَإِنَّكُمْ لَعَلَّمْتُمْ لِلْسَّاعَةِ ﴾ . على كسر العين من العلم .

وروي عن ابن عباس ما ذكرتُ عنه من فتحها ، وعن قتادة والضحاك .

والصوابُ من القراءة في ذلك الكسرُ في العين ؛ لإجماع الحجة من القراءة عليه . وقد ذُكر أن ذلك في قراءة أبي : (وإنه لذكرٌ للسَّاعة) ، فذلك مُصححُ قراءة الذين قرءوا بكسر العين من قوله : ﴿ لَعَلَّمْتُمْ ﴾ .

وقوله : ﴿ فَلَا تَمْتَرُكْ بِهَا ﴾ . يقول : فلا تُشْكِنُ فيها وفي مجيئها أيها الناس .

كما حدَّثنا محمد ، قال : ثنا أحمد ، قال : ثنا أسباط ، عن السدي : ﴿ فَلَا تَمْتَرُكْ بِهَا ﴾ . قال : تُشْكِنُ فيها^(٣) .

وقوله : ﴿ وَأَتَّبِعُونَ ﴾ . يقول تعالى ذكره : وأطيعون فاعملوا بما أمرتكم به ،

(١) عزاه السيوطي في الدر المنثور ٢٠/٦ إلى عبد بن حميد .

(٢) أخرجه عبد الرزاق في تفسيره ١٩٨/٢ عن معمر به ، وعزاه السيوطي في الدر المنثور ٢٠/٦ إلى عبد ابن حميد .

(٣) ذكره القرطبي في تفسيره ١٠٧/١٦ بلفظ : « فلا تكذبون بها » .

وانتهوا عما نهيتكم عنه ، ﴿ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴾ . يقول : اتباعكم إياي أيها الناس في أمري ونهيي ، ﴿ صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴾ . يقول : طريق لا اعوجاج فيه ، بل هو قويم . وقوله : ﴿ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَانُ ﴾ . يقول جل ثناؤه : ولا يغدلكم الشيطان عن طاعتي فيما أمركم وأنهاكم ، فتخالفوه إلى غيره ، وتجاوزوا عن الصراط المستقيم فتضلوا ، ﴿ إِنَّكُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴾ . يقول : إن الشيطان لكم عدو يدعوكم إلى ما فيه هلاككم ، ويصدكم عن قصد السبيل ؛ ليوردكم المهالك ، ﴿ مُبِينٌ ﴾ : قد أبان لكم عداوته ، بامتناعه من السجود لأبيكم آدم عليه السلام ، وإدلائه إياه بالغرور حتى أخرجه من الجنة حسدا وبغيا .

القول في تأويل قوله تعالى : ﴿ وَلَمَّا جَاءَ عِيسَى بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي / تَخْتَلَفُونَ فِيهِ فَأَتَقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ﴾ (٦٣) إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَأَعْبُدُوا هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿ (٦٤) ﴾ .

يقول تعالى ذكره : ولما جاء عيسى بنى إسرائيل ، ﴿ بِالْبَيِّنَاتِ ﴾ . يعنى : بالواضحات من الأدلة . وقيل : غنى بالبينات الإنجيل .

ذَكَرَ مَنْ قَالَ ذَلِكَ

حدثنا بشر ، قال : ثنا يزيد ، قال : ثنا سعيد ، عن قتادة : ﴿ وَلَمَّا جَاءَ عِيسَى بِالْبَيِّنَاتِ ﴾ . أى : بالإنجيل ^(١) .

[٥٧/٤٤] وقوله : ﴿ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ ﴾ . قيل : غنى بالحكمة فى هذا الموضع النبوة .

(١) ذكره القرطبي فى تفسيره ١٦/١٠٧ ، ١٠٨ .

مُسْنَدُ
الْإِمَامِ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ
(١٦٤ - ٢٤١ هـ)

أَشْرَفَ عَلَى تَحْقِيقِهِ
الشيخ شعيب الأرنؤوط

صَقَّقَ فَنَدَا الْجَزءَ وَفَرَّجَ أَهْوَاءَهُ وَعَلَّقَ عَلَيْهِ
شُعَيْبُ الْأَرْنَؤُوطُ عَادِلٌ مُرْشِدٌ

الْجُزءُ الْخَامِسُ

مؤسسة الرسالة

حَقُّوْقُ الطَّبْعِ مَحْفُوظَةٌ
وَلَا يَحِقُّ لِأَيِّ جِهَةٍ أَنْ تَطْبَعَ أَوْ تُعْطِيَ حَقَّ الطَّبْعِ لِأَحَدٍ
سِوَاهُ كَانَتْ مُؤَسَّسَةً رَسْمِيَّةً أَوْ أَفْرَادًا

الطبعة الأولى

١٤١٦ هـ - ١٩٩٥ م

مؤسسة الرسالة
للطباعة والنشر والتوزيع
مؤسسة الرسالة بيروت - شارع سوريا - بناية صمدي وصالحه
هاتف : ٢٤٣ ٦١٣ - ٨١٥ ١١٢ - ص.ب. ٧٤٦٠، برفيق، بيوتشان

عن ابن عباس، قال: قال رسول الله ﷺ: «أَمِرْتُ بِرُكْعَتَيِ الضُّحَى، وَلَمْ تُؤْمَرُوا بِهَا، وَأَمِرْتُ بِالْأَضْحَى، وَلَمْ تُكْتَبْ»^(١).

٢٩١٧ - حدثنا أسود بن عامر، حدثنا شريك، عن جابر، عن عكرمة

عن ابن عباس، عن النبي ﷺ، قال: «كُتِبَ عَلَيَّ النَّحْرُ، وَلَمْ يُكْتَبْ عَلَيْكُمْ، وَأَمِرْتُ بِرُكْعَتَيِ الضُّحَى، وَلَمْ تُؤْمَرُوا بِهَا»^(٢).

٢٩١٨ - حدثنا هاشم بن القاسم، حدثنا شيبان، عن عاصم، عن أبي رزين، عن أبي يحيى مولى ابن عقيل الأنصاري، قال:

قال ابن عباس: لَقَدْ عَلِمْتُ آيَةَ مِنَ الْقُرْآنِ مَا سَأَلَنِي عَنْهَا رَجُلٌ قَطُّ، فَمَا أَدْرِي أَعَلِمَهَا النَّاسُ، فَلَمْ يَسْأَلُوا عَنْهَا، أَمْ لَمْ يَقْطُنُوا لَهَا، فَيَسْأَلُوا عَنْهَا؟! ثُمَّ طَفِقَ يُحَدِّثُنَا، فَلَمَّا قَامَ، تَلَاوَمْنَا أَنْ لَا نَكُونَ سَأَلْنَاهُ عَنْهَا، فَقُلْتُ: أَنَا لَهَا إِذَا رَاحَ غَدًا، فَلَمَّا رَاحَ الْغَدَ، قُلْتُ: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، ذَكَرْتَ أَمْسَ أَنْ آيَةَ مِنَ الْقُرْآنِ لَمْ يَسْأَلْكَ عَنْهَا رَجُلٌ قَطُّ، فَلَا تَدْرِي أَعَلِمَهَا النَّاسُ، فَلَمْ يَسْأَلُوا عَنْهَا، أَمْ لَمْ يَقْطُنُوا لَهَا؟ فَقُلْتُ: أَخْبِرْنِي عَنْهَا، وَعَنِ اللَّاتِي قَرَأْتَ قَبْلَهَا. قَالَ: نَعَمْ، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لِقُرَيْشٍ: «يَا مَعْشَرَ

(١) إسناده ضعيف لضعف جابر بن يزيد الجعفي. وأخرجه البزار (٢٤٣٤) من طريق وكيع بن الجراح، عن إسرائيل، بهذا الإسناد. وانظر (٢٠٦٥).
تنبيه: وقع في بعض النسخ بعد هذا الحديث حديث آخر جُمع فيه بين هذا المتن وبين إسناد الحديث الآتي بعده، ولعله من اضطراب النساخ.
(٢) إسناده ضعيف كسابقه. وأخرجه الطبراني (١١٨٠٣) من طريق زكريا بن يحيى، عن شريك النخعي، بهذا الإسناد.

قُرَيْشٍ ، إنه ليس أحدٌ يُعْبَدُ من دُونِ اللَّهِ فيه خَيْرٌ» وقد عَلِمْتُ قُرَيْشٌ أَنَّ
النصارى تَعْبُدُ عيسى ابنَ مريمَ ، وما تقولُ في محمدٍ ، فقالوا : يا محمدُ ،
أَلَسْتَ تَزْعُمُ أَنَّ عيسى كان نبياً وَعَبَداً من عبادِ اللَّهِ صالحاً ، فَلَيْتَنِي كُنْتُ
صَادِقاً ، فَإِنْ آلِهَتَهُمْ لَكَمَا تَقُولُونَ . قال : فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿ وَلَمَّا ضُرِبَ
ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ﴾ [الزخرف : ٥٧] . قال : قلتُ : ما
يَصِدُّونَ ؟ قال : يَضِجُونَ ، ﴿ وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلسَّاعَةِ ﴾ [الزخرف : ٦١] ، قال :
هو خروجُ عيسى ابنِ مريمَ عليه السلام قبلَ يومِ (١) الْقِيَامَةِ (٢) .

(١) لفظة «يوم» ليست في (ظ٩) و(ظ١٤) .

(٢) إسناده حسن ، رجاله ثقات رجال الصحيح غير عاصم - وهو ابن أبي النجود -
فقد روى له أصحاب السنن ، وحديثه في الصحيحين مقرون ، وهو صدوق حسن
الحديث . أبو رزين : اسمه مسعود بن مالك الأسدي ، وأبو يحيى : هو المعرقب ، واسمه
مِصْدَعٌ ، وفي «التهذيب» : أنه مولى عبد الله بن عمرو ، ويقال : مولى معاذ بن عفراء
الأنصاري ، والذي هنا أنه مولى ابن عقيل الأنصاري ، قلنا : فلعل أحد الرواة حَرَفَ كلمة
«عفراء» إلى : عقيل ، والله تعالى أعلم . شيبان : هو ابن عبد الرحمن النُحَوي .
وأخرجه دون قصة ابن عباس في أوله الطبراني (١٢٧٤٠) من طريق الوليد بن
مسلم ، عن سفيان الثوري وشيبان ، بهذا الإسناد . ولم يزد على قوله : «أبي يحيى» في
إسناده .

وأخرجه مختصراً ابن حبان (٦٨١٧) من طريق الوليد بن مسلم ، عن شيبان بن عبد
الرحمن ، عن عاصم ، عن أبي رزين ، عن أبي يحيى مولى ابن عفراء ، عن ابن عباس ،
عن النبي ﷺ في قوله : ﴿ وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلسَّاعَةِ ﴾ ، قال : «نزول عيسى ابن مريم من قبل يوم
القيامة» . هكذا جعله مرفوعاً .

وأخرجه بنحوه موقوفاً على ابن عباس الطبري ٩٠/٢٥ من طريق سفيان الثوري
وشعبة وقيس ، ثلاثتهم عن عاصم بن أبي النُجود ، به . إلا أن شعبة وقيساً لم يذكرهما في =

= إسناده أبا يحيى.

وأخرجه كذلك الحاكم ٤٤٨/٢ من طريق إسرائيل، عن سماك بن حرب، عن عكرمة، به. وصحح إسناده، ووافقه الذهبي!

وأخرجه الطبري ٩٠/٢٥ من طريق عطية العوفي، عن ابن عباس، موقوفاً.

وأخرجه الطبري أيضاً ٩٠/٢٥ من طريق فضيل بن مرزوق، عن جابر قال: كان ابن عباس يقول: ما أدري علّم الناس بتفسير هذه الآية، أم لم يفتنوا لها؟ ﴿وَإِنَّ لَعَلَّمُ للساعة﴾ قال: نزول عيسى ابن مريم.

قلنا: قوله تعالى: ﴿وَإِنَّ لَعَلَّمُ للساعة﴾، هكذا قرأ ابن عباس وغيره «لَعَلَّم» بفتح العين واللام، وقال الطبري: اجتمعت قراء الأمصار في قراءة قوله: ﴿وَإِنَّ لَعَلَّمُ للساعة﴾ على كسر العين من العلم، وروي عن ابن عباس ما ذكرت عنه في فتحها، وعن قتادة والضحاك، والصواب من القراءة في ذلك الكسر في العين، لإجماع الحجة من القراء عليه.

وقال ابن الجوزي في «زاد المسير» ٣٢٥/٧: قرأ الجمهور «لَعَلَّم» بكسر العين وتسكين اللام، وقرأ ابن عباس وأبورزين وأبو عبد الرحمن وقاتدة وحמיד وابن محيصن بفتحهما. قال ابن قتيبة: من قرأ بكسر العين، فالمعنى أنه يُعلّم به قرب الساعة، ومن فتح العين واللام، فإنه بمعنى العلامة والدليل. وانظر «تفسير ابن كثير» ٢٢٢/٧-٢٢٣.

قلنا: وقد تواترت الأخبار في نزول عيسى ابن مريم عليه السلام قبل يوم القيامة، وللمحدث محمد أنور شاه الكشميري رحمه الله كتاب جمع فيه هذه الأخبار، وسماه «التصريح بما تواتر في نزول المسيح»، مطبوع بتحقيق الشيخ العلامة عبد الفتاح أبو غدة.

يضجّون، قال السندي: بكسر الضاد المعجمة، من أَضَجَّ أو ضَجَّ: إذا صاح، والأول أنسب، فإن الثاني يُستعمل في صياح المغلوب الذي أصابه مشقة وجزع، والأول بخلافه.

حدثنا عبد الله بن عباس، قال: بينما رسول الله ﷺ بفناء بيته بمكة جالس، إذ مر به عثمان بن مظعون، فكشّر^(١) إلى رسول الله ﷺ، فقال له رسول الله ﷺ: «ألا تجلس؟» قال: بلى. قال: فجلس رسول الله ﷺ مستقبله، فبينما هو يحدثه إذ شخّص رسول الله ﷺ ببصره إلى السماء، فنظر ساعة إلى السماء، فأخذ يضع بصره حتى وضعه على يمينه في الأرض، فتحرف رسول الله ﷺ عن جلسه عثمان إلى حيث وضع بصره، وأخذ ينعض رأسه كأنه يستفقه ما يقال له، وابن مظعون ينظر، فلما قضى حاجته، واستفقه ما يقال له، شخّص بصر رسول الله ﷺ إلى السماء كما شخّص أول مرة، فأتبعه بصره حتى توارى في السماء، فأقبل إلى عثمان بجلسته الأولى، قال: يا محمد، فيما كنت أجالسك وآتيك، ما رأيتك تفعل كفعلك الغداة! قال: «وما رأيتني فعلت؟» قال: رأيتك تشخّص بصرك إلى السماء، ثم وضعته حيث وضعته على يمينك، فتحرفت إليه وتركتني، فأخذت تنعض رأسك كأنك تستفقه شيئاً يقال لك. قال: «وفطنت لذلك؟» قال عثمان: نعم. قال رسول الله ﷺ: «أتاني رسول الله أنفاً، وأنت جالس» قال: رسول الله؟ قال: «نعم» قال: فما قال لك؟ قال: «إن الله يأمر بالعدل والإحسان وإيتاء ذي القربى وينهى عن

(١) في (م) و(س) و«حاشية السندي»: فتكشر. قال السندي: من الكشر: وهو ظهور الأسنان للضحك، وقد كاشره: إذا ضحك في وجهه وبأسطه، قال أبو الدرداء: إنا لنكشر في وجوه أقوام وقلوبنا تلعنهم، علقه البخاري في «صحيحه» في الأدب: باب المداراة مع الناس.

الدُّرُ الْمُنْتَوَى فِي التَّحْقِيقِ بِالْمِائَةِ

لَجَلَالِ الدِّينِ السَّيُوطِيِّ

(٥٨٤٩ - ٩١١ هـ)

تحقيق
الدكتور عبد بن عبد المحسن التركي

بالتعاون مع

مركز بحوث والبحوث العربية والإسلامية

الدكتور عبد السند حسن يامنة

الجزء الثالث عشر

حقوق الطبع محفوظة

الطبعة الأولى

القاهرة ١٤٢٤هـ - ٢٠٠٣م

مركز بحوث والبحوث والدراسات العربية والإسلامية

الدكتور عبد الله حسن يمامة

مكتب : ٤ ش ترعة الزمر - المهندسين

ت : ٣٢٥١٠٢٧ - ٣٢٥٢٥٧٩

فاكس : ٣٢٥١٧٥٦

(٧) الحاکم ٢٠٥٤/٢ .

عيسى ، يَمُكِّثُ فِي الْأَرْضِ أَرْبَعِينَ سَنَةً ، تَكُونُ ثَلَاثُ الْأَرْبَعُونَ ^(١) أَرْبَعِ سِنِينَ ، يُخْرَجُ وَيَقْتَمِرُ .

وَأَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ ، وَابْنُ جَرِيرٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ : (وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِلسَّاعَةِ) .
قال : آيَةُ لِلسَّاعَةِ خُرُوجُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ^(٢) .

وَأَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ ، وَابْنُ جَرِيرٍ ، عَنْ الْحَسَنِ : (وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِلسَّاعَةِ) .
قال : نَزُولُ عِيسَى ^(٣) .

وَأَخْرَجَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ ، وَعَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ ، وَابْنُ جَرِيرٍ ، عَنْ قَتَادَةَ : (وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِلسَّاعَةِ) . قال : نَزُولُ عِيسَى عَلَّمَ ^(٤) لِلسَّاعَةِ ، وَنَاسٌ يَقُولُونَ : الْقُرْآنُ عَلَّمَ لِلسَّاعَةِ ^(٥) .

وَأَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ عَنْ شَيْبَانَ قَالَ : كَانَ الْحَسَنُ يَقُولُ : (وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِلسَّاعَةِ) . قال : هَذَا الْقُرْآنُ .

وَأَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ عَنْ عَاصِمٍ ، أَنَّهُ قَرَأَ : ﴿ وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِلسَّاعَةِ ﴾ ^(٦) .
بِخَفْضِ الْعَيْنِ .

وَأَخْرَجَ /عَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ عَنْ حَمَادِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ : قَرَأْتُهَا فِي مِصْحَفِ أَبِي : ٢١/٦

(١) فِي الْأَصْلِ ، ص ، ف ، ١ ، ح : ١ : « الْأَرْبَعِينَ » .

(٢) ابْنُ جَرِيرٍ ٦٣٢/٢٠ ، ٦٣٣ .

(٣) ابْنُ جَرِيرٍ ٦٣٢/٢٠ .

(٤) لَيْسَ فِي : الْأَصْلِ .

(٥) عَبْدُ الرَّزَّاقِ ١٩٨/٢ ، وَابْنُ جَرِيرٍ ٦٣٣/٢٠ .

(٦) بَعْدَهُ فِي م : « قَالَ : هَذَا الْقُرْآنُ » .

(وإنه لَذِكْرٌ لِّلسَّاعَةِ) ^(١) .

وأخرج ابن جرير، من طريق عن ابن عباس : (وإنه لعَلَمٌ للسَّاعَةِ) . قال : نزولُ عيسى ^(٢) .

وأخرج ابن جرير عن مجاهد : ﴿وَلَا يُبَيِّنُ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْلِفُون فِيهِ﴾ . قال : من تبديل التوراة ^(٣) .

قوله تعالى : ﴿هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ﴾ الآية .

أخرج ابن مردويه عن أبي سعيد قال : قال رسول الله ﷺ : «تقوم الساعة والرجلان يحلبان اللقحة» ^(٤) ، والرجلان يطويان الثوب . ثم قرأ : ﴿هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ﴾ .

قوله تعالى : ﴿الْأَخِلَاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ﴾ ^(٥) الآية .

أخرج ابن مردويه عن سعيد بن معاذ قال : قال رسول الله ﷺ : «إذا كان يوم القيامة انقطعت الأرحام ، وقلبت الأسباب» ^(٦) ، وذهبت ^(٧) الأخوة إلا الأخوة في الله . وذلك قوله : ﴿الْأَخِلَاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ﴾ . وأخرج عبد بن حميد ، وابن جرير ، عن مجاهد : ﴿الْأَخِلَاءُ يَوْمَئِذٍ

(١) مختصر الشواذ لابن خالويه ص ١٣٨ . وهي قراءة شاذة لخالفتها رسم المصحف .

(٢) ابن جرير ٦٣١/٢٠ ، ٦٣٢ .

(٣) ابن جرير ٦٣٦/٢٠ .

(٤) اللقحة : الناقة القرية العهد بالشجاج . النهاية ٢٦٢/٤ .

(٥) في م : «الأنساب» .

(٦) في الأصل : «قلت» .

تفسير الطبري جامع البيان عن تأويل آي القرآن

لأبي جعفر محمد بن جرير الطبري
(٥٢٢٤هـ - ٥٣١٠هـ)

تحقيق
الدكتور عبد بن عبد المحسن التركي
بالتعاون مع
مركز البحوث والدراسات العربية والإسلامية
بمدار هجر

الدكتور عبد السند حسن يمامة
الجزء العشرون

هجر

للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان

حقوق الطبع محفوظة

الطبعة الأولى

القاهرة ١٤٢٢ هـ - ٢٠٠١ م

مركز البحوث والدراسات العربية والإسلامية

بدار هجر

الدكتور عبد السند حسن يمامة

مكتب : ٤ ش ترعة الزمر - المهندسين - جيزة

ت : ٣٢٥١٠٢٧

مطبعة : ٣٢٥٢٥٧٩ - فاكس : ٣٢٥١٧٥٦

مِنْكُمْ مَلَكِكَةٌ فِي الْأَرْضِ يَخْلُقُونَ ﴿٦٠﴾ : لو شاء الله لجعل في الأرض ملائكة يخلق
[٥٦/٤٤] بعضهم بعضاً .

/ حدثنا محمد ، قال : ثنا أحمد ، قال : ثنا أسباط ، عن السدي : ﴿ وَلَوْ نَشَاءُ ٩٠/٢٥
لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُقُونَ ﴾ . قال : خلقاً منكم ^(١) .

القول في تأويل قوله تعالى : ﴿ وَإِنَّكُمْ لَعَلَّمٌ لِلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُكُ بِهَا وَاتَّبِعُونِ هَذَا
صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴾ (٦١) وَلَا يَصُدُّكُمْ الشَّيْطَانُ إِنَّكُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴾ (٦٢) .

اختلف أهل التأويل في « الهاء » التي في قوله : ﴿ وَإِنَّكُمْ ﴾ ، وما المعنى بها ،
ومن ذكر ما هي ؛ فقال بعضهم : هي من ذكر عيسى ، وهي عائدة عليه . وقالوا :
معنى الكلام : وإن عيسى ظهوره علم يعلم به مجيء الساعة ؛ لأن ظهوره من
أشراطها ، ونزوله إلى الأرض دليل على فناء الدنيا ، وإقبال الآخرة .

ذكر من قال ذلك

حدثنا ابن بشار ، قال : ثنا عبد الرحمن ، قال : ثنا سفيان ، عن عاصم ، عن أبي
رزين ، عن أبي ^(٢) يحيى ، عن ابن عباس : (وإنه لعلم للساعة) . قال : خروج عيسى
ابن مريم ^(٣) .

حدثنا ابن المنني ، قال : ثنا ابن أبي عدي ، عن شعبة ، عن عاصم ، عن أبي

(١) ذكره ابن كثير في تفسيره ٧/ ٢٢٢ .

(٢) سقط من : ص ، م ، ١ ، ت ، ٢ ، ت ، ٣ .

(٣) تفسير الثوري ص ٢٧٣ - وعنده الحسن بدلاً من عاصم ، وأخرجه الطبراني (١٢٧٤٠) من طريق
سفيان به ، وأحمد ٨٥/٥ (٢٩١٨) ، والحاثر بن أسامة (٧١٩ - بغية) من طريق عاصم به ، ولم يذكر
« أبا رزين » .

رَزِينٍ ، عن ابن عباسٍ بمثله ، إلا أنه قال : نزولُ عيسى ابنِ مريمَ ^(١) .

حدثني محمد بنُ إسماعيلَ الأحمسيُّ ، قال : ثنا غالبُ بنُ فائدٍ ^(٢) ، قال : ثنا قيسٌ ، عن عاصمٍ ، عن أبي رَزِينٍ ، عن ابنِ عباسٍ ، أنه كان يقرأ : (وإِنَّه لَعَلَّمَ للسَّاعَةِ) ^(٣) . قال : نزولُ عيسى ابنِ مريمَ .

حدثنا أبو كُرَيْبٍ ، قال : ثنا ابنُ عطيةَ ، عن فضيلِ بنِ مرزوقٍ ، عن جابرٍ ، قال : كان ابنُ عباسٍ يقولُ : ما أدرى أعلمُ الناسُ تفسيرَ هذه الآيةَ ، أم لم يَقْطِنُوا لها ؟ (وإِنَّه لَعَلَّمَ للسَّاعَةِ) . قال : نزولُ عيسى ابنِ مريمَ .

حدثني محمد بنُ سعيدٍ ، قال : ثنا أبي ، قال : ثنا عمي ، قال : ثنا أبي ، عن أبيه ، عن ابنِ عباسٍ : (وإِنَّه لَعَلَّمَ للسَّاعَةِ) . قال : يعني ^(٤) : عيسى ابنَ مريمَ .

حدثني يعقوبُ ، قال : ثنا هُشَيْمٌ ، قال : أخبرنا حصيُّ ، عن أبي مالكٍ ، وعوفٌ ، عن الحسنِ أنهما قالَا في قوله : ﴿ وَإِنَّه لَعَلَّمَ للسَّاعَةِ ﴾ . قالَا : نزولُ عيسى ابنِ مريمَ . وقرأها أحدهما : (وإِنَّه لَعَلَّمَ للسَّاعَةِ) ^(٥) .

حدثنا محمد بنُ عمرو ، قال : ثنا أبو عاصمٍ ، قال : ثنا عيسى ، وحدثني الحارثُ ، قال : ثنا الحسنُ ، قال : ثنا ورقاءُ ، جميعًا عن ابنِ أبي نَجِيحٍ ، عن مجاهدٍ

(١) أخرجه مسدد - كما في المطالب العالية (٤٠٩٤) من طريق شعبة به ، وأخرجه الحاكم ٤٤٨/٢ من طريق عكرمة عن ابن عباس ، وعزاه السيوطي في الدر المنثور ٢٠/٦ إلى الفريابي وسعيد بن منصور وعبد بن حميد وابن أبي حاتم .

(٢) في م : « قائد » ، وقد تقدم في ٥٩٢/١٦ . وينظر الجرح والتعديل ٤٩/٧ .

(٣) ينظر مختصر الشواذ ص ١٣٦ .

(٤) في ص ، م ، ت ٢ ، ت ٣ : « نزول » .

(٥) ذكره ابن كثير في تفسيره ٢٢٣/٧ ، وعزاه السيوطي في الدر المنثور ٢٠/٦ إلى المصنف وعبد بن حميد من قول الحسن وحده .

قوله : (وإنه لَعَلَّم للساعة) . قال : آية للساعة ؛ خروج عيسى ابن مريم قبل يوم القيامة ^(١) .

حدَّثنا بشر ، قال : ثنا يزيد ، قال : ثنا سعيد ، عن قتادة : (وإنه لَعَلَّم للساعة) . قال : نزول عيسى ابن مريم عَلَّمَ للساعة ؛ القيامة ^(٢) .

/ حدَّثنا ابنُ عبدِ الأعلى ، قال : ثنا ابنُ ثور ، عن مَعْمَرٍ ، عن قتادة في قوله : ٩١/٢٥ (وإنه لَعَلَّم للساعة) . قال : نزول عيسى ابن مريم عَلَّمَ للساعة ^(٣) .

حدَّثنا محمد ، قال : ثنا أحمد ، قال : ثنا أسباط ، عن السدي : (وإنه لَعَلَّم للساعة) . قال : خروج عيسى ابن مريم قبل يوم القيامة ^(٤) .

حدَّثت عن الحسين ، قال : سمعتُ أبا معاذ يقول : أخبرنا عبيد ، قال : سمعتُ الضحاک يقول في قوله : (وإنه لَعَلَّم للساعة) . يعنى خروج عيسى ابن مريم ونزوله من السماء قبل يوم القيامة ^(٥) .

حدَّثني يونس ، [٥٦/٤٤] قال : أخبرنا ابن وهب ، قال : قال ابن زيد في قوله : (وإنه لَعَلَّم للساعة) . قال : نزول عيسى ابن مريم عَلَّمَ للساعة حين ينزل ^(٦) .

وقال آخرون : « الهاء » التي في قوله : ﴿ وَإِنَّهُمْ ﴾ من ذكر القرآن . وقالوا : معنى الكلام : وإن هذا القرآن لَعَلَّم للساعة يُعَلِّمُكم بقيامها ، ويخبرُكم عنها وعن أهوالها .

(١) تفسير مجاهد ص ٥٩٥ ، وعزاه السيوطي في الدر المنثور ٢٠/٦ إلى عبد بن حميد .

(٢) أخرجه أبو عمرو الداني في السنة الواردة في الفتن (٦٩٢) من طريق سعيد به .

(٣) أخرجه عبد الرزاق في تفسيره ١٩٨/٢ عن معمر به ، وعزاه السيوطي في الدر المنثور ٢٠/٦ إلى عبد بن حميد .

(٤) ذكره القرطبي في تفسيره ١٠٥/١٦ .

(٥) ذكره القرطبي في تفسيره ١٠٥/١٦ ، وابن كثير في تفسيره ٢٢٣/٧ .

(٦) ينظر البحر المحيط ٢٥/٨ .

ذَكَرُ مَنْ قَالَ ذَلِكَ

حدثنا بشر، قال : ثنا يزيد، قال : ثنا سعيد، عن قتادة، قال : كان الحسن يقول : ﴿ وَإِنَّكُمْ لَعَلَّمٌ لِلْسَّاعَةِ ﴾ : هذا القرآن^(١) .

حدثنا ابن عبد الأعلى، قال : ثنا ابن ثور، عن معمر، عن قتادة، قال : كان ناسٌ يقولون : القرآن عَلَّمٌ للسَّاعَةِ^(٢) .

واجتمعت قراءة الأمصار في قراءة قوله : ﴿ وَإِنَّكُمْ لَعَلَّمٌ لِلْسَّاعَةِ ﴾ . على كسر العين من العلم .

وروى عن ابن عباس ما ذكرت عنه من فتحها ، وعن قتادة والضحاك .

والصواب من القراءة في ذلك الكسر في العين ؛ لإجماع الحجة من القراءة عليه . وقد ذكر أن ذلك في قراءة أبي : (وإنه لذكرٌ للسَّاعَةِ) ، فذلك مُصَحِّحُ قراءة الذين قرءوا بكسر العين من قوله : ﴿ لَعَلَّمٌ ﴾ .

وقوله : ﴿ فَلَا تَمْتَرُكْ بِهَا ﴾ . يقول : فلا تشكَّنَّ فيها وفي مجيئها أيها الناس .

كما حدثنا محمد، قال : ثنا أحمد، قال : ثنا أسباط، عن السدي : ﴿ فَلَا تَمْتَرُكْ بِهَا ﴾ . قال : تشكُّون فيها^(٣) .

وقوله : ﴿ وَاتَّبِعُونِ ﴾ . يقول تعالى ذكره : وأطيعون فاعملوا بما أمرتكم به ،

(١) عزاه السيوطي في الدر المنثور ٢٠/٦ إلى عبد بن حميد .

(٢) أخرجه عبد الرزاق في تفسيره ١٩٨/٢ عن معمر به ، وعزاه السيوطي في الدر المنثور ٢٠/٦ إلى عبد ابن حميد .

(٣) ذكره القرطبي في تفسيره ١٠٧/١٦ بلفظ : « فلا تكذبون بها » .

فتح البصائر في مقام القرآن

تفسير سلفي أثري خال من الإسرائيليات الجدلانية المذهبية والكلامية
يفني عن جميع التفسيرات ولا تغني غيرها عنه

تأليف

السيد الامام العلامة الملك المؤيد صهابة الباري
أبي الطيب "صديقه بن حسن بن علي السنين القنوي البغدادى
"١٢٤٨-١٣٠٧هـ"

عني بطبعه وقدم له وراجعته
خادم العلم
عبدالله بن ابراهيم الأنصاري

الجزء الثاني عشر

المكتبة العصرية
مكتبة بيروت

جَمِيعُ الْحُقُوقِ مَحْفُوظَةٌ

١٤١٢ هـ - ١٩٩٢ م



شَرِكَةُ الْبَيْتِ الشَّرِيفِ لِأَنْصَارِ شَا
الطَّبِيعَةِ وَالنَّشْرِ وَالتَّوْزِيعِ

المكتبة العامة للعلماء والطالبات والبنين

الدار البيضاء - المغرب
المطبعة العامة للعلماء والطالبات والبنين

بغروت - ص.ب. ٨٣٥٥ - تلاكس ٢٠٤٧٤

مسيدا - ص.ب. ٢٤١ - تلاكس ٢٩١٩٨٤

إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ ﴿٥٩﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُقُونَ ﴿٦٠﴾ وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلسَّاعَةِ فَلَاتَمْتَرُكُ بِهَا وَاتَّبِعُونْ هَذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾

﴿ إن هو إلا عبد أنعمنا عليه ﴾ بما أكرمناه به من النبوة ، وأنعمنا عليه برفعة المنزلة والذكر ﴿ وجعلناه مثلاً لبني اسرائيل ﴾ أي آية وعبرة لهم ، يعرفون به قدرة الله سبحانه ، فإنه كان من غير أب ، وكان يحيي الموتى ويرى الأكمه والأبرص ، وكل مريض بإذن الله ، فمن أين يدخل في قوله ﴿ إنكم وما تعبدون ﴾ ؟ .

أخرج ابن مردويه عن ابن عباس قال إن المشركين أتوا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا أرأيت من يعبد من دون الله أين هم ؟ قال في النار ، قالوا الشمس والقمر قال والشمس والقمر قالوا فاعيسى ابن مريم ؟ قال : قال الله ﴿ إن هو إلا عبد أنعمنا عليه وجعلناه مثلاً لبني اسرائيل ﴾ .

﴿ ولو نشاء لجعلنا منكم ملائكة في الأرض يخلقون ﴾ الخطاب لقريش ، أي لو نشاء لأهلكناكم ، وجعلنا بدلکم في الأرض ملائكة مكرمين يعمرونها ، ويعبدونها ، فهذا تهديد وتخويف لقريش ، قال السمين في ﴿ من ﴾ هذه أقوال أحدها أنها بمعنى بدل أي لجعلنا بدلکم ، ومنه قوله تعالى ﴿ أرضيتم بالحياة الدنيا من الآخرة ﴾ أي بدلها ، والثاني وهو المشهور أنها ابتدائية وتأويل الآية عليه لولدنا منكم يا رجال ملائكة في الأرض يخلقونكم كما تخلفكم أولادكم ، كما ولدنا عيسى من أنثى دون ذكر ، ذكره الزمخشري ، والثالث أنها تبعيضية قال أبو البقاء وقيل المعنى لحولنا بعضكم ملائكة ، وقال ابن عطية لجعلنا بدلاً منكم ، ومقصود الآية

أنا لو نشاء لأسكننا الملائكة الأرض ، وليس في إسكاننا إياهم السماء شرف حتى يعبدوا .

﴿ وإنه لعلم للساعة ﴾ قال مجاهد والضحاك والسدي وقتادة إن المراد المسيح ، وأن خروجه أي نزوله مما يعلم به قيام الساعة ، أي قربها لكونه شرطاً من أشراتها لأن الله سبحانه ينزله من السماء قبيل قيام الساعة ، كما أن خروج الدجال من أعلام الساعة ، وقال الحسن وسعيد بن جبير المراد القرآن لأنه يدل على قرب مجيء الساعة ، وبه يعلم وقتها وأحوالها وأحوالها ، وقيل المعنى أن حدوث المسيح من غير أب وإحياءه للموتى دليل على صحة البعث ، وقيل الضمير لمحمد صلى الله عليه وسلم والأول أولى .

قال ابن عباس « أي خروج عيسى ابن مريم عليه السلام قبل يوم القيامة »^(١) ، وأخرجه الحاكم وابن مردويه عنه مرفوعاً ، وعن أبي هريرة نحوه أخرجه عبد بن حميد قرأ الجمهور لعلم بصيغة المصدر ، جعل المسيح علماً للساعة مبالغة ، لما يحصل من العلم بحصولها عند نزوله ، وقرأ جماعة من الصحابة بفتح العين واللام ، أي خروجه علم من أعلامها ، وشرط من شروطها ، وقرأء للعلم بلامين مع فتح العين واللام أي للعلامة التي يعرف بها قيام الساعة .

﴿ فلا تمترن بها ﴾ أي فلا تشكن في وقوعها ، ولا تكذبن بها ، فإنها كائنة لا محالة ﴿ واتبعون ﴾ قرأ الجمهور بحذف الياء وصللاً ووقفاً ، وقرأء بإثباتها وصللاً ووقفاً وقرأء بحذفها في الوصل دون الوقف أي اتبعوني فيما أمركم به من التوحيد وبطلان الشرك ، وفرائض الله التي فرضها عليكم ﴿ هذا ﴾ أي الذي أمركم به وأدعوكم إليه ﴿ صراط مستقيم ﴾ أي طريق قيم ، موصل الى الحق .

(١) وقد قال به ابن كثير في تفسيره .

نفس البغوي

«معالم التنزيل»

للإمام محيي السنة أبي محمد الحسين بن مسعود البغوي
(المتوفى - ٥١٦هـ)

المجلد السابع

حقيقه وخارج أحاديثه

بمحرره الدكتور عثمان محمد خيري سليمان مسعود الخري

دار طيف للنشر والتوزيع



الرياض - شارع عسور - ص. ب. : ٧١٢

هاتفون : ٥٧٥١٩٧٧ / ٥٧٥١٩٧١

حقوق الطبع محفوظة

١٤١٢ هـ

وَاتَّبِعُونَ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَانُ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿٦٢﴾ وَلَمَّا جَاءَ عِيسَى بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ﴿٦٣﴾ إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَأَعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٦٤﴾ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابٍ يَوْمَ إِلِيمٍ ﴿٦٥﴾ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٦٦﴾

عيسى ويصلي خلفه على شريعة محمد ﷺ، ثم يقتل الخنازير ويكسر الصليب، ويخرب البيع والكنائس، ويقتل النصارى إلا من آمن به^(١).

أخبرنا عبد الواحد المليحي، أخبرنا أحمد بن عبد الله النعيمي، أخبرنا محمد بن يوسف، حدثنا محمد بن إسماعيل، حدثنا ابن بكير، حدثنا الليث، عن يونس، عن ابن شهاب، عن نافع مولى أبي قتادة الأنصاري أن أبا هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: «كيف أنتم إذا نزل ابن مريم فيكم وإمامكم منكم»؟^(٢).

وقال الحسن وجماعة: «وانه» يعني وإن القرآن لعلم للساعة يعلمكم قيامها، ويخبركم بأحوالها وأموالها، «فلا تُمَثِّرُونَهَا بِهَا»، فلا تشكَّن فيها، قال ابن عباس: لا تكذبوا بها، «واتبعون»، على التوحيد، «هذا»، الذي أنا عليه، «صراط مستقيم».

«وَلَا يَصُدَّنَّكُمْ»، لا يصدفكم، «الشيطان»، عن دين الله، «إنه لكم عدو مبين».

«وَلَمَّا جَاءَ عِيسَى بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ»، بالنبوة، «وَلِأُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ»، من أحكام التوراة، قال قتادة: يعني اختلاف الفرق الذين تحزبوا على أمر عيسى. قال الزجاج: الذي جاء به عيسى في الإنجيل إنما هو بعض الذي اختلفوا فيه، وبين لهم في غير الإنجيل ما احتاجوا إليه. «فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا».

«إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَأَعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ» فاختلف الأحزاب من بينهم فويل للذين ظلموا من عذاب يوم أليم. هل ينظرون إلا الساعة، يعني أنها تأتيهم لا محالة فكأنهم ينتظرونها، «أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً»، فجأة، «وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ».

(١) انظر: أبو داود في الملاحم، باب: خروج الدجال: ١٧٧/٦، مسند الإمام أحمد: ٤٣٧، ٤٠٦/٢.

(٢) أخرجه البخاري في الأنبياء، باب: نزول عيسى بن مريم عليهما السلام: ٤٩١/٦، ومسلم في الأنبياء، باب: نزول عيسى.

ابن مريم حاكماً بشريعة نبينا محمد صل الله عليه وسلم برقم: (١٥٥): ١٣٦/١، والمصنف في شرح السنة: ٨٢/١٥.

إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ ﴿٥٩﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُقُونَ ﴿٦٠﴾ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُ بِهَا

أخبرنا أبو سعيد الشريحي، أخبرنا أبو إسحاق الثعلبي، أخبرنا أبو بكر عبد الرحمن بن عبد الله الحمشاوي، أخبرنا أحمد بن جعفر بن حمدان القطيعي، حدثنا عبد الله بن أحمد بن حنبل، حدثني أبي، حدثنا عبد الله بن نمير، حدثنا حجاج بن دينار الواسطي، عن أبي غالب عن أبي أمامة قال: قال رسول الله ﷺ: «ما ضل قوم بعد هدى كانوا عليه إلا أوتوا الجدل»، ثم قرأ: «ما ضربه لك إلا جدلاً بل هم قوم خصمون»^(١).

ثم ذكر عيسى فقال: ﴿إِنْ هُوَ﴾، ما هو، يعني عيسى عليه السلام، ﴿إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ﴾، بالنبوة، ﴿وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا﴾ آية وعبرة، ﴿لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ﴾، يعرفون به قدرة الله عز وجل على ما يشاء حيث خلقه من غير أب.

﴿وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً﴾، أي ولو نشاء لأهلكناكم وجعلنا بدلاً منكم ملائكة، ﴿فِي الْأَرْضِ يَخْلُقُونَ﴾، يكونون خلفاً منكم يعمرون الأرض ويعبدونني ويطيعونني. وقيل: يخلف بعضهم بعضاً.

﴿وَإِنَّهُ﴾، يعني عيسى عليه السلام، ﴿لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾، يعني نزوله من أشراط الساعة يعلم به قريها، وقرأ ابن عباس وأبو هريرة وقائدة: «وإنه لعلم للساعة» بفتح اللام والعين أي أمانة وعلامة.

وروي عن النبي ﷺ: «ليوشكن أن ينزل فيكم ابن مريم حكماً عادلاً يكسر الصليب، ويقتل الخنزير ويضع الجزية، وتهلك في زمانه الملل كلها إلا الإسلام»^(٢).

ويروى: «أنه ينزل على ثنية بالأرض المقدسة، وعليه مصرتان»^(٣)، وشعر رأسه ذهين، وييده حربة وهي التي يقتل بها الدجال، فيأتي بيت المقدس والناس في صلاة العصر، فيتأخر الإمام فيقدمه

(١) أخرجه الترمذي في التفسير (تفسير سورة الزخرف): ١٣٠/٩-١٣١ وقال: «هذا حديث حسن صحيح، إنما نعرفه من حديث حجاج بن دينار، وحجاج ثقة مقارب الحديث، وأبو غالب اسمه حَزْزُور»، وابن ماجه في المقدمة، باب: اجتناب البدع والجدل برقم: (٤٨): ١٩/١، والإمام أحمد: ٢٥٢/٥-٢٥٦، والحاكم: ٤٤٨/٢ وقال: «حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه ووافقه الذهبي، واللالكائي في شرح أصول اعتقاد أهل السنة: ١١٤/١، وابن أبي عاصم في السنة: ٤٨/١، وحسن الألباني إسناده، وعزاه السيوطي في الدر المنثور: ٣٨٥/٧-٣٨٦ لعبد بن حميد وسعيد بن منصور وابن المنذر والطبراني وابن مردويه والبيهقي في شعب الإيمان.

(٢) أخرجه البخاري في الأنبياء، باب: نزول عيسى بن مريم عليهما السلام: ٤٩٠/٦-٤٩١ ومسلم في الإيمان، باب نزول عيسى ابن مريم حاكماً بشرية نبينا محمد صلى الله عليه وسلم برقم: (١٥٥): ١٣٥/١، والمصنف في شرح السنة: ٨٠/١٥.

(٣) ثنية مصرة وهي الثياب التي فيها صفرة خفيفة.

الذُّرُّ الْمُنْتَوَى فِي التَّسْئِيرِ بِالْمِائَةِ

لَجَلَالِ الدِّينِ السَّيُوطِيِّ
(٨٤٩هـ - ٩١١هـ)

تحقيق
الدكتور عبد بن عبد المحسن التركي
بالتعاون مع

مركز بحوث البحوث والدراسات العربية والإسلامية

الدكتور عبد السلام حسن يامنة

الجزء الثالث عشر

حقوق الطبع محفوظة

الطبعة الأولى

القاهرة ١٤٢٤هـ - ٢٠٠٣م

مركز بحوث والبحوث والدراسات العربية والإسلامية

الدكتور عبد الله حسن يامنة

مكتب : ٤ ش ترعة الزمر - المهندسين

ت : ٣٢٥١٠٢٧ - ٣٢٥٢٠٧٩

فاكس : ٣٢٥١٧٥٦

عيسى ، يَمُكِّثُ فِي الْأَرْضِ أَرْبَعِينَ سَنَةً ، تَكُونُ ثَلَاثُ الْأَرْبَعُونَ ^(١) أَرْبَعِ سِنِينَ ، يُخْرَجُ وَيَقْتَمِرُ .

وَأَخْرَجَ عَبْدُ بَنُ حَمِيدٍ ، وَابْنُ جَرِيرٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ : (وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِلسَّاعَةِ) .
قال : آيَةٌ لِلسَّاعَةِ خُرُوجُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ^(٢) .

وَأَخْرَجَ عَبْدُ بَنُ حَمِيدٍ ، وَابْنُ جَرِيرٍ ، عَنْ الْحَسَنِ : (وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِلسَّاعَةِ) .
قال : نَزُولُ عِيسَى ^(٣) .

وَأَخْرَجَ عَبْدُ الرِّزَاقِ ، وَعَبْدُ بَنُ حَمِيدٍ ، وَابْنُ جَرِيرٍ ، عَنْ قَتَادَةَ : (وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِلسَّاعَةِ) . قال : نَزُولُ عِيسَى عَلَّمَ ^(٤) لِلسَّاعَةِ ، وَنَاسٌ يَقُولُونَ : الْقُرْآنَ عَلَّمَ لِلسَّاعَةِ ^(٥) .

وَأَخْرَجَ عَبْدُ بَنُ حَمِيدٍ عَنْ شَيْبَانَ قَالَ : كَانَ الْحَسَنُ يَقُولُ : (وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِلسَّاعَةِ) . قال : هَذَا الْقُرْآنُ .

وَأَخْرَجَ عَبْدُ بَنُ حَمِيدٍ عَنْ عَاصِمٍ ، أَنَّهُ قَرَأَ : ﴿ وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِلسَّاعَةِ ﴾ ^(٦) .
بِخَفْضِ الْعَيْنِ .

وَأَخْرَجَ /عَبْدُ بَنُ حَمِيدٍ عَنْ حَمَادِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ : قَرَأْتُهَا فِي مِصْحَفِ أُبَيٍّ : ٢١/٦

(١) فِي الْأَصْلِ ، ص ، ف ، ١ ، ح : « الْأَرْبَعِينَ » .

(٢) ابْنُ جَرِيرٍ ٦٣٢/٢٠ ، ٦٣٣ .

(٣) ابْنُ جَرِيرٍ ٦٣٢/٢٠ .

(٤) لَيْسَ فِي : الْأَصْلِ .

(٥) عَبْدُ الرِّزَاقِ ١٩٨/٢ ، وَابْنُ جَرِيرٍ ٦٣٣/٢٠ .

(٦) بَعْدَهُ فِي م : « قَالَ : هَذَا الْقُرْآنُ » .

(وإنه لَذِكْرٌ لِّلسَّاعَةِ) ^(١) .

وأخرج ابن جرير، من طريق عن ابن عباس: (وإنه لعلمٌ للسَّاعةِ) . قال : نزولُ عيسى ^(٢) .

وأخرج ابن جرير عن مجاهد: ﴿وَلَا يُبَيِّنُ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلَفُونَ فِيهِ﴾ . قال : من تبديل التوراة ^(٣) .

قوله تعالى: ﴿هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ﴾ الآية .

أخرج ابن مردويه عن أبي سعيد قال : قال رسول الله ﷺ : «تقوم الساعة والرجلان يحلبان اللقحة» ^(٤) ، والرجلان يطويان الثوب . ثم قرأ : «﴿هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ﴾» .

قوله تعالى: ﴿الْأَخِلَاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ﴾ ^(٥) الآية .

أخرج ابن مردويه عن سعيد بن معاذ قال : قال رسول الله ﷺ : «إذا كان يوم القيامة انقطعت الأرحام ، وقلَّت الأسباب» ^(٥) ، وذهبت ^(٦) الأخوة إلا الأخوة في الله . وذلك قوله: ﴿الْأَخِلَاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ﴾ . وأخرج عبد بن جميد ، وابن جرير ، عن مجاهد: ﴿الْأَخِلَاءُ يَوْمَئِذٍ

(١) مختصر الشواذ لابن خالويه ص ١٣٨ . وهي قراءة شاذة لمخالفتها رسم المصحف .

(٢) ابن جرير ٦٣١/٢٠ ، ٦٣٢ .

(٣) ابن جرير ٦٣٦/٢٠ .

(٤) اللقحة : الناقة القرية العهد بالنساج . النهاية ٢٦٢/٤ .

(٥) في م : «الأنساب» .

(٦) في الأصل : «قلت» .

محقّو عن نسخة خطيّة كاملة ، وعن مطبوعة الشعب وأكثروا
عشر نسخ خطيّة أخرى يستوعب مجموعها التفسير كله .

تفسير القرآن العظيم

للمحافظ

أبي الفداء إسماعيل بن عمر بن كشير القرشي الدمشقي

(٧٠٠ - ٧٧٤ هـ)

تحقيق

سامي بن محمد السلامة

الجزء السابع

الصفات - الواقعة

دار طيبة للنشر والتوزيع

بسم الله الرحمن الرحيم

جميع الحقوق محفوظة

الطبعة الأولى

١٤١٨ هـ - ١٩٩٧ م

الطبعة الثانية

١٤٢٠ هـ - ١٩٩٩ م

(تم فيها استدراك السقط الحاصل بالمجلد الأول من طبعة الشعب)

 دار طيبة للنشر والتوزيع

المملكة العربية السعودية - الرياض - السعودي - ش. السعودي العام - غرب النفق
ص.ب: ٧٦١٢ - رمز بريدي: ١١٤٧٢ - ت: ٤٢٥٣٧٣٧ - فاكس: ٤٢٥٨٢٧٧

خَصِيمُونَ^(١).

وقوله: ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ﴾ يعنى: عيسى، عليه السلام، ما هو إلا عبد [من عباد الله]^(٢) أنعم الله عليه بالنبوة والرسالة، ﴿وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ﴾ أى: دلالة وحجة وبرهانا على قدرتنا على ما نشاء.

وقوله: ﴿وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ﴾ أى: بدلكم^(٣) ﴿مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُقُونَ﴾، قال السدى: يخلفونكم فيها. وقال ابن عباس، وقتادة: يخلف بعضهم بعضا، كما يخلف بعضكم بعضا. وهذا القول يستلزم الاول. وقال مجاهد: يعمرن الارض بدلكم.

وقوله: ﴿وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾: تقدم تفسير ابن إسحاق: أن المراد من ذلك: ما بُعث به عيسى، عليه السلام، من إحياء الموتى وإبراء الأكمه والأبرص، وغير ذلك من الأسقام. وفى هذا نظر. وأبعد منه ما حكاه قتادة، عن الحسن البصرى وسعيد بن جبير: أى الضمير فى ﴿وَإِنَّهُ﴾، عائد على القرآن، بل الصحيح أنه عائد على عيسى [عليه السلام]^(٤)، فإن السياق فى ذكره، ثم المراد بذلك نزوله قبل يوم القيامة، كما قال تبارك وتعالى: ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ أى: قبل موت، عيسى، عليه الصلاة والسلام، ثم ﴿وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾ [النساء: ١٥٩]، ويؤيد هذا المعنى القراءة الأخرى: «وانه لعلم للساعة» أى: أمانة ودليل على وقوع الساعة، قال مجاهد: ﴿وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ أى: آية للساعة خروج عيسى ابن مريم قبل يوم القيامة. وهكذا روى عن أبى هريرة [رضى الله عنه]^(٥)، وابن عباس، وأبى العالية، وأبى مالك، وعكرمة، والحسن، وقتادة، والضحاك، وغيرهم. وقد تواترت الأحاديث عن رسول الله ﷺ، أنه أخبر بنزول عيسى [ابن مريم]^(٦)، عليه السلام، قبل يوم القيامة إماما عادلا، وحكما مقسطا.

وقوله: ﴿فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا﴾ أى: لا تشكوا^(٧) فيها، إنها واقعة وكائنة لا محالة، ﴿وَأَتَّبِعُونَ﴾ أى: فيما أخبركم به ﴿هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ﴾. وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَانُ﴾ أى: عن اتباع الحق ﴿إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾. وَلَمَّا جَاءَ عِيسَى بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ﴾ أى: بالنبوة ﴿وَلَأُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلَفُونَ فِيهِ﴾.

قال ابن جرير: يعنى من الأمور الدينية لا الدنيوية^(٨). وهذا الذى قاله حسن جيد، ثم رد قول من زعم أن «بعض» هاهنا بمعنى «كل»، واستشهد بقول لبيد الشاعر:

(١) تفسير الطبرى (٥٣/٢٥) .

(٢) زيادة من ت، م .

(٣) فى ت: «بدلا منكم» .

(٤) زيادة من ت .

(٦) زيادة من ت، م .

(٨) تفسير الطبرى (٥٥/٢٥) .

(٧) فى ت، م، أ: «تشكون» .

* اگر طرف حقوت ابن عباسؓ سے متوفی سمیت

مخاری

دوسری طرف نزول انا لعلم للساعة

اور طرف - 62

مخاری 61

* * جبے ہم وفات بھی مانتے ہیں اور نزول بھی یعنی جو وفات پائیہاں وہی مانتے ہیں نزول نہیں
بلکہ آنے والے کو اسکا نام دیا گیا کیونکہ موت کے بعد واپسی نہیں ہاں کسی اور آنے والے کو
جستہ وہی نام دیا گیا جبے یہودی بھی ایلیاد تو آسمان پر مانتے تھے ان سے وعدہ بھی
تھا کہ وہ اُنہیں گھر بھیجے گا یوحنا کو اور عیسیٰ نے بھی اسکا انکار نہیں کیا بلکہ یہی کہا
کہ وہ ایلیاد جو آنے والا تھا یہی یوحنا ہے اور جب خود یوحنا سے پوچھا گیا تو انہوں
کے انکار کیا کہ وہ ایلیاد نہیں حضرت عیسیٰ نے یہ قول میں سچے تھے اور حقوت یوحنا
اپنے انکار میں اس لیے کہ یہ اس عقیدہ کا رد تھا کہ وہی ہے والا ایلیاد میں نہیں
اور حقوت عیسیٰ انہیں مثیل کے طور پر پیش آئے ہیں سچے

اسی طرح دیگر مثالیں

دیکھیں قلمبش

حاکم حاکمی کہنا

لأبي إسحاق

المنجى

في الفقه

الطبعة الجديدة

طبعة منقحة بأربعين لوحة ملونة

المطبع في دار محمد بن يحيى في سنة ١٢٠٤

عن أبي جعفر محمد بن الحسن وهو في كتابه قال فيه التعتة أبو جعفر صدوق وقال أبو الحسين بن المناذر
كان مجلسه يجزى أكثر من مائة ألفا نسان قلت وكان من أئمة السنة فوالا بالحق احتج به البخاري عاصم
بن عمر بن قيس المدني أحد علماء التابعين وثقة ابن معين وأبو زرعة قال عبد الحق وضعفه غيره فلهذا
عليه ابن القطان فقال وصدق لم يعرف أحد أضعفه عاصم بن عمر بن حصن العمري أخو عبد الله وعبد الله سري
عزب الله بن دينار وعاصم بن عبيد الله وعنه ابن وهب واسمعييل بن أبي أويس وجماعة ضعفه أحمد وقال
البخاري منكر الحديث وقال ابن حبان لا يجوز الاحتجاج به وقال النسائي منكره عبد الله بن قافر الصائغ
عن عاصم بن عمر بن عبد الله بن دينار عن ابن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم سابق بين الخيل وجعل بينهما
سبعا وجعل بينهما محلا وقال لا سبقي إلا في فضل وحافر عبد الله بن قافر عن عاصم بن عمر بن عبد الله عن ابن
عمر أن النبي صلى الله عليه وسلم قال من لبس ثوبا لم يدر ما له فقد وجب عليه الخلاق وبه أقوال من تشق عنه
ثم أبو بكر ثم عمر بن الخطاب وبه مرفوعا إنما هذه ثم علي بن عدي أحاديثه حسن طضعفه
عاصم بن عمر بن عمرو بن عيسى بن عمرو بن عاصم بن عمرو بن عاصم بن عمرو بن عاصم بن عمرو بن عاصم
عنه سوى عمرو بن سليم الزرقاني قيل وثقة النسائي وصححه غيره والذين ذكر في فضائل المدينة عاصم
ابن عمار والجلج عن أبي أمامة الباهلي وعنه قويد السبيعي وغيره لا بأس به إن شاء الله وهو من قامة شريفة
قال ابن أبي حاتم سألت أبي عنه فقال صدوق كثر البخاري في كتاب الأضعفاء سمعت أبي يقول عن ابن حبان عاصم
بن كليب الجعفي الكوفي عن أبيه كليب بن شهاب والي بردة وجماعة وعنه شعبة وعاصم وطائفة وكان من
العباد الأولياء لكنه مروي وثقة يحيى بن معين وغيره وقال ابن المديني لا يحتج بما انفرد به قال أبو حاتم صالح قال
توفي سنة سبع وثلاثين ومائة عاصم بن لقيط بن صبرة عن أبيه مروي عنه سوى اسمعيل بن كثير الكوفي قال النسائي
ثقة وقيل مروي ولحم عن أبيه عنه عاصم بن محمد عن أبي الأشعث الصنعائي لا يعرف تفرد عنه فرقة بن سديد له
عن أبي الأشعث عن شاذ بن أوس مرفوعا من قرص ثلث أشعار بعد العشاء لم تقبل الله له صلوة تلك السنة عاصم
ابن مضر بن عن سفیان الثوري قال أبو حاتم منكر الحديث وقال العتبي حديثه غير محفوظ عاصم بن
أبو الحجي د أحد السبعة القراء هو عاصم بن بهدلة الكوفي مولى بني أسد ثبت في القراءة وهو في الحديث دون الثبت
صدوق يسمي قال يحيى القطان ما وجدته رجلا اسمه عاصم إلا وجدته ردي اللفظ وقال النسائي ليس بحافظ
قال الدارقطني في حفظ عاصم شيء وقال أبو حاتم محله الصدق وقال ابن خراش في حديثه منكرة قلت هو حسن
الحديث وقال أحمد وأبو زرعة ثقة قلت خرج له الشيخان لكن مقرونا بغيره لا أصلا وانفرادا توفي في آخر سنة سبع
وعشرين ومائة يحيى القطان سمعت شعبة يقول سمعت عاصم بن أبي الحجي وفي النفس ما فيها ابن عيينة تباعا عاصم عن

مِيزَانُ الْإِحْتِدَالِ

في نقد الرجال

تأليف

الإمام الحافظ شمس الدين محمد بن أحمد الذهبي
الوفاء سنة ٧٤٨ هـ

وبيليه

ذيل ميزان الاعتدال

للإمام أبي الفضل عبد الرحيم بن الحسين العراقي
الوفاء سنة ٨٠٦ هـ

دراسة وتحقيق وتعليق

الشيخ علي محمد معوض الشيخ عادل أحمد عبد الموجود

شارك في تحقيقه

الأستاذ الدكتور عبد الفلاح أبو سنة

خبير التحقيق بجمع البحوث الإسلامية
وعضو المجلس الأعلى للشؤون الإسلامية

الجزء الرابع

المحتوى:

عاصم - عبد

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

جميع الحقوق محفوظة

جميع حقوق الملكية الادبية والفنية محفوظة لدار الكتب العلمية بيروت - لبنان ويحظر طبع أو تصوير أو ترجمة أو إعادة تنضيد الكتاب كاملاً أو مجزأً أو تسجيله على أشرطة كاسيت أو إدخاله على الكمبيوتر أو برمجته على اسطوانات ضوئية إلا بموافقة الناشر خطياً.

Copyright ©
All rights reserved

Exclusive rights by DAR al-KOTOB al-ILMIYAH Beirut - Lebanon. No part of this publication may be translated, reproduced, distributed in any form or by any means, or stored in a data base or retrieval system, without the prior written permission of the publisher.

الطبعة الأولى

١٤١٦ هـ - ١٩٩٥ م

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

العنوان : رمل الطريف، شارع البحتري، بناية ملكارت
تلفون وفاكس : ٣٦٤٢٩٨ - ٣٦٦١٢٥ - ٦٠٢١٢٢ (١ ٩٦١) ٠٠
صندوق بريد : ٩٤٢٤ - ١١ بيروت - لبنان

DAR al-KOTOB al-ILMIYAH

Beirut - Lebanon

Address : Ramel al-Zarif, Bohtory st., Melkart bldg., 1st Floor.

Tel. & Fax : 00 (961 1) 60.21.33 - 36.61.35 - 36.43.98

P.O.Box : 11 - 9424 Beirut - Lebanon

٤٠٧١ [٤٤٠١] - عَاصِمُ بْنُ مَخْلَدٍ^(١). عن أبي الأشعث الصنعاني. لا يُعرف. تفرد عنه قَزْعَةُ بْنُ سُؤَيْدٍ.

له: عن أبي الأشعث، عن شداد بن أوس - مرفوعاً: مَنْ قَرَضَ بَيْتَ شَعْرٍ بَعْدَ الْعِشَاءِ لَمْ يَقْبَلْ^(٢) [الله]^(٣) له صلاة تلك الليلة^(٤).

٤٠٧٢ [٤٤٠٢] - عَاصِمُ بْنُ^(٥) مُضَرِّسٍ^(٦). عن سفيان الثوري.

قال أبو حاتم: منكر الحديث.

وقال العقيلي: حديثه غير محفوظ.

٤٠٧٣ [٣٤٢٨ ت] - عَاصِمُ بْنُ أَبِي الْجُؤِدِ^(٧) (عو، خ، م قرنه). أحد^(٨) السبعة القراء. هو عاصم بن بهدلة الكوفي مؤلف بني أسيد، ثبت في القراءة، وهو في الحديث دون الثبوت صدوقٌ بهم.

(١) ينظر: تعجيل المنفعة: ٥٠٢، الجرح والتعديل: ٣٥٠/٦، الثقات: ٢٥٨/٧.

(٢) في ب: لم تقبل له.

(٣) سقط في ب.

(٤) أخرجه أحمد في المسند ١٢٥/٤ وذكره الهيثمي في الجمع ٣١٥/١، ١٢٢/٨ وابن أبي حاتم في العلل برقم (٢٢٨٥) وذكره الحافظ في القول المسدد (٢٩) والشوكاني في الفوائد (٢٩٢) وابن الجوزي في الموضوعات ٢٦١/١ والسيوطي في اللآلئ ١١٣/١ وذكره وأخرجه العقيلي في الضعفاء ٣٣٩/٣ وذكره ابن عراق في تنزيه الشريعة ٢٦٦/٢ وعزاه للعقيلي من حديث شداد بن أوس، وفيه قزعة بن سويد مضطرب الحديث كثير الخطأ. عن عاصم بن مخلد مجهول (تعقب) بأن الحديث في مسند أحمد من هذا الوجه، وقال الهيثمي في المجمع: قزعة وثقه ابن معين وضعفه غيره وبقي رجاله وثقوا، وقال الحافظ ابن حجر في القول المسدد: ليس في شيء مما ذكره أبو الفرج ما يقضي بالوضع، وعاصم ليس بمجهول بل ذكره ابن حبان في الثقات ولم يتفرد به بل تابعه عبد القدوس بن حبيب أخرجه البغوي في الجعديات (قلت) لا عبرة بمتابعة عبد القدوس لأنه رمي بالكذب والوضع والله أعلم، وقزعة حاصل كلامهم فيه أن حديثه في مرتبة الحسن، وورد من حديث ابن عمر أورده ابن أبي حاتم في العلل من طريق موسى بن أيوب عن الوليد بن مسلم عن الوليد بن أبي السائب قال: سمعت أبا الأشعث قال سمعت عبد الله بن عمر فذكره، ونقل عن أبيه أن الصواب وقفه، وأن موسى أخطأ في رفعه انتهى ملخصاً وذكر في اللسان أن حديث ابن عمر الموقوف أخرجه محمد بن نصر المروزي في كتاب الصلاة، عن إسحاق وهو ابن راهويه عن الوليد بن مسلم بسنده السابق.

(٥) المغني ٣٢٢/١، الجرح والتعديل: ٣٥١/٦، الضعفاء الكبير ٣٣٨/٣.

(٦) في اللسان: بن مضر.

(٧) ينظر: تهذيب الكمال: ٦٤٠/٢، تهذيب التهذيب: ٥٨/٥ (٩٥)، تقريب التهذيب: ٣٨٦/١ (٣١) خلاصة تهذيب الكمال: ٢٠/٢، تاريخ البخاري الكبير: ٤٨٧/٦، تاريخ البخاري الصغير: ٩/٢، الوافي بالوفيات: ٥٧٢/١٦، طبقات ابن سعد: ٣٠١/٥، ٢٢٦/٦، الثقات: ٢٥٦/٧.

(٨) في ب: أحد الأئمة السبعة.

قال يَحْيَى الْقَطَّانُ: ما وجدت رجلاً اسمه عاصم إلا وجدته رديء الحفظ.

وقال النَّسَائِيُّ: ليس بحافظ.

وقال الدَّارُقُطْنِيُّ: في حفظ عاصم شيء.

وقال أَبُو حَاتِمٍ: محله الصدق.

وقال ابنُ خَرَّاشٍ: في حديثه نكرة.

قلت: هو حسن الحديث.

وقال أَحْمَدُ وَأَبُو زُرْعَةَ: ثقة.

قلت: خرج له الشيخان لكن مقروناً بغيره لا أصلاً وانفراداً.

توفي في آخر سنة سبع وعشرين ومائة.

يَحْيَى الْقَطَّانُ، سمعت شعبة يقول: حدثنا عاصم بن أبي النجود - وفي النفس ما فيها.

ابن عُيَيْنَةَ، حدثنا عاصم عن زُرِّ، قال لي عَبْدُ اللَّهِ: هل تدري يا زُرِّ ما الحفدة؟ قلت: نعم، هن حفدة الرجل من ولده وولد ولده. قال: لا، ولكنهم الأصهار. قال عاصم: فقال لي الكلبي: أصاب زُرِّ، وكذب الكلبي؛ لعمر الله.

وقال أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: كان ثقة، أنا أختار قراءته.

وقال ابنُ سَعْدٍ: ثقة إلا أنه كثير الخطأ في حديثه.

وقال أَبُو حَاتِمٍ: ليس محله أن يقال ثقة.

٤٠٧٤ [٤٤٠٠] - عَاصِمُ بْنُ مُهَاجِرٍ الْكَلَّاعِيُّ^(١). روى عنه أبو اليمان. عن أبيه، أو عن

أنس - مرفوعاً: الخط الحسن يزيد الحق وضوحاً^(٢). هذا خبر منكر.

٤٠٧٥ [٣٤٢٩ ت] - عَاصِمُ بْنُ هِلَالٍ الْبَارِقِيُّ^(٣) (س). عن أيوب وجماعة. وعنه ابن

المديني، والفلاس.

قال أَبُو دَاوُدَ: [ليس به بأس]^(٤).

(١) ينظر اللسان ٣٥٨/٢.

(٢) ذكره المتقي الهندي في الكنز (٢٩٣٠٤) وعزاه للديلمى في مستند الفردوس.

(٣) ينظر: تهذيب الكمال: ٦٤١/٢، تهذيب التهذيب: ٥٨/٥، تقريب التهذيب: ٣٨٦/١ (٣٣)، خلاصة

تهذيب الكمال: ٢٠/٢، الكاشف: ٥٣/٢، تاريخ البخاري الكبير: ٣٤٨/٧، الجرح والتعديل:

١٩٣٨/٦، الثقات: ٥٧/٧، تاريخ الدوري: ٢٨٤/٢، علل ابن المديني: ٨٦، علل أحمد: ١٤٢/١،

المجروحين لابن حبان: ١٢٩/٢، سؤالات البرقاني للدارقطني: ت ٣٤٠، ديوان الضعفاء: ت ٢٠٤٣،

المغني: ت ٢٩٩٦، أبو زرعة الرازي: ٥٣٦.

(٤) سقط في ب.

الحمد لله الذي وفقنا ويسر لنا طبع

الجزء العاشر
من كتاب

تهذيب التهذيب

للامام الحافظ الحجة شيخ الاسلام شهاب الدين

ابي الفضل احمد بن علي بن حجر العسقلاني

المتوفى سنة (٨٥٢) رحمه الله تعالى

بمنه وكرمه آمين

الطبعة الاولى

بمطبعة مجلس دائرة المعارف النظامية الكائنة في الهند

بمحرسة حيدرآباد الدكن عمرها الله الى اقصى الزمان

سنة (١٣٢٧) هجرية

على فابي فقطع عرقه به . قال ابن المديني قلت اسفيان في اي شيء عرق قال
في التميم قال علي وهو الذي مر به ابن ابي طالب وهو يقص فقال لعرف
الناسخ والمنسوخ قال لا قال هلكت واهلكت وقد ذكره الجوزجاني في
الضعفاء فقال زاعم جائر عن الطريق يريد بذلك ما نسب اليه من التميم
والجوزجاني مشهور بالنصب والانحراف فلا يقدح فيه قوله وقال ابن حبان
في الضعفاء كان يخالف الاثبات في الروايات وينفرد بالمناكير .

٣٠٠ د - مصرف بن عمرو بن السري الياسي المحدث في ابو القاسم و يقال
ابو عمرو . روى عن يونس بن بكير وابي سعد الصغاني وعبد الله بن ادريس
وابي اسامة وغيرهم . قال ابو زرعة كوفي ثقة قال معين مات سنة اربعين
ومائتين وذكره ابن حبان في الثقات . قلت . ثم حكى عن ابيه احمد
ابن مصرف انه يكنى ابا بكير .

٣٠١ د - مصرف بن عمرو بن كعب و يقال مصرف بن كعب بن عمرو
الياسي الكوفي . روى حديثه طلحة بن مصرف عن ابيه عن جده وقد سبق الكلام
عليه في ترجمة كعب بن عمرو الياسي الكوفي . روى حديثه طلحة بن مصرف .
من اسمه مصعب

٣٠٢ د س ق - مصعب بن ثابت بن عبد الله بن الزبير بن العوام الاسدي
ارسل عن جده وروى عن ابيه وعمه عامر و ابن عم ابيه عكاشة بن مصعب
وابن عم ابيه الاخر هشام بن عروة ونافع . ولى ابن عمرو بن المنكدر وعطاء
ابن ابي رباح وابي حازم بن دينار واسماعيل بن محمد بن سعد وجاعة . وعنه ابنه

(١) السري بتشديد الراء واليا مي بالتحانية ١٢ نقيب عبد الله

ج (١٠) تهذيب التهذيب ١٥٧ الميم م شمل ومصدق

ابراهيم بن جنيد عن يحيى بن معين ليس به بأس قال ابن المديني قلت ليحيى
ابن سعيد تعرف هذا الشيخ قال لا لقيته في طريق وقال ابن خزيمة ثقة
٢٢٩٨ تمييز المشتمل على بن الممان الطائي الضبي الكوفي نزيل بغداد روى عن
محمد بن عمرو بن علقمة والنضر بن ابي عمر الخزاز وصالح بن حبان
وعبد الملك بن هارون بن عتبة ومحمد بن عبيد الله العرزمي والحجاج بن
ارطاة وغيرهم روى عنه ابو العوام الرياحي وبشر بن آدم الضرير ومحمد بن
ابن حفص وابو ابراهيم الترمذي واسحاق بن ابي اسرائيل وغيرهم قال
ابراهيم بن الجنيد عن ابن معين ما اري كان به بأس وقال الدارقطني ضعيف
وذكره ابن حبان في الثقات

الميم مع الصادق

من اسمه مصدع ومصدق

(٢٩٩)

٢٩٩ مصدع (١) ابو يحيى الاعرج المرقب مولى عبد الله بن عمرو يقال
مولى معاذ بن عفراء روى عن دلي والحسن وابن عباس وابن عمرو بن العاص
وعائشة وعنه سعد بن اوس العدوي وسعيد بن ابي الحسن البصري وعمار
الدهني وشمر بن عطية وابورز بن الاسدي وهلال بن ياف قال ابو حاتم
مصدق ابو يحيى الاعرج الانصاري يقال مولى ابن عفراء وكذا قال احمد وقال
ابن المديني سمعت ابن عيينة قال عمار الدهني كان مصدع عالما بابن عباس
قلت انما قيل له المرقب لان الحجاج ابشر به وان عرض عليه
(١) مصدع بكسر ا و له وسكون ثانيه وفتح ثلثه والمرقب

في الخلاصة بفتح الفاف ١٢ المصحح

مِيزَانُ الْإِحْتِدَالِ

في نَفْسِ الرَّجَالِ

تَأَلِيفُ

الْإِمَامِ الْحَافِظِ شَمْسِ الدِّينِ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ الذَّهَبِيِّ

الترجمة سنة ٧٤٨ هـ

وَيَلِيهِ

ذَيْلُ مِيزَانِ الْإِعْتِدَالِ

لِلْإِمَامِ أَبِي الْفَضْلِ عَبْدِ الرَّحِيمِ بْنِ الْحُسَيْنِ الْعِرَاقِيِّ

الترجمة سنة ٨٠٦ هـ

دِرَاسَةٌ وَتَحْقِيقٌ وَتَعْلِيلٌ

الشيخ عادل أحمد عبد الموجود

الشيخ علي محمد معوض

شَارَكَ فِي تَحْقِيقِهِ

الاستاذ الدكتور عبد الفتاح أبو سنة

خبير التحقيق بمجمع البحوث الإسلامية

وعضو المجلس الأعلى للشؤون الإسلامية

الجزء الخامس

المحتوى:

عبد الله - ليث

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

جميع الحقوق محفوظة

جميع حقوق الملكية الادبية والفنية محفوظة لدار الكتب العلمية بيروت - لبنان ويحظر طبع أو تصوير أو ترجمة أو إعادة تلخيص الكتاب كاملاً أو مجزأً أو تسجيله على أشرطة كاسيت أو إدخاله على الكمبيوتر أو برمجته على اسطوانات ضوئية إلا بموافقة الناشر خطياً.

Copyright ©
All rights reserved

Exclusive rights by DAR al-KOTOB al-ILMIYAH Beirut - Lebanon. No part of this publication may be translated, reproduced, distributed in any form or by any means, or stored in a data base or retrieval system, without the prior written permission of the publisher.

الطبعة الأولى

١٤١٦ هـ - ١٩٩٥ م

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

العنوان : رمل الظريف، شارع البحتري، بناية ملكارت
تلفون وفاكس : ٣٦٤٣٩٨ - ٣٦٦١٣٥ - ٦٠٢١٣٣ (١١ ٩٦١)
صندوق بريد : ٩٤٢٤ - ١١ بيروت - لبنان

DAR al-KOTOB al-ILMIYAH

Beirut - Lebanon

Address : Ramel al-Zarif, Bohtory st., Melkart bldg., 1st Floor.
Tel. & Fax : 00 (961 1) 60.21.33 - 36.61.35 - 36.43.98
P.O.Box : 11 - 9424 Beirut - Lebanon

٦٦٥٣ [٦٥٢٩] - غَالِبُ بْنُ غَزْوَانَ الدَّمَشْقِيُّ^(١). عن صدقة بن يزيد. ما حدث عنه سوى هشام بن عمار.

٦٦٥٤ [٦٥٣٠] - غَالِبُ بْنُ فَائِدٍ^(٢). عن سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ.

قال أَبُو حَاتِمٍ: لا بأس به.

وقال الْأَزْدِيُّ: يتكلمون فيه.

وقال الْمُعْتَمِدِيُّ: يخالف في حديثه. روى عنه سهل بن عثمان العسكري.

قلت: وهم في إسناده.

٦٦٥٥ [٦٥٣١] - غَالِبُ بْنُ قُرَّانٍ^(٣). شيخ. حدث عنه نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ.

قال الْأَزْدِيُّ: مجهول ضعيف^(٤).

٦٦٥٦ [٦٥٣٢] - غَالِبُ بْنُ هِلَالٍ التَّزَمِيذِيُّ^(٥). عن الأعمش.

قال الْأَزْدِيُّ: ضعيف.

٦٦٥٧ [٦٥٣٣] - غَالِبُ بْنُ وَزِيرٍ^(٦). عن ابن وهب بحديث باطل. وكان من أهل غَزَّةَ.

قُلَّ ما روى.

غَانِمٌ، غَزَالٌ

٦٦٥٨ [٦٥٣٤] - غَانِمُ بْنُ أَخْوَصٍ^(٧). عن أبي صالح السمان.

قال الدَّارَقُطْنِيُّ: ليس بالقوي.

٦٦٥٩ [٦٥٣٥] - غَانِمُ بْنُ أَبِي غَانِمٍ بن الْأَخْوَصِ^(٨)، هو الذي قبله إن شاء الله. روى

عنه الواقدي. مجهول.

٦٦٦٠ [٦٥٣٧] - غَزَالُ بْنُ مُحَمَّدٍ^(٩). عن محمد بن جحادة. لا يُعرف، وخبره منكرف في

الحجامة.

(١) ينظر: المغني ٥٠٥/٢.

(٢) ينظر: المغني ٥٠٥/٢، الضعفاء والمتروكين ٢٤٥/٢ الضعفاء الكبير ٤٣٤/٣، الجرح والتعديل: ٤٩/٧.

(٣) ينظر: المغني ٥٠٥/٢، الضعفاء والمتروكين ٢٤٥/٢ الجرح والتعديل: ٤٩/٦.

(٤) وقال الحافظ: قال المعجلي ثقة حكاة الداني.

(٥) ينظر: المغني ٥٠٥/٢، الضعفاء والمتروكين ٢٤٥/٢.

(٦) الضعفاء الكبير ٤٣٤/٣، ديوان الضعفاء ٣٣٢٢، المغني ٤٨٦٠، ثقات ٣/٩، تنزيه الشريعة ٩٥/١، الإكمال ١٤٣/٧، دائرة الأعلمي ١٢٩/٢٣.

(٧) ينظر: المغني ٥٠٥/٢، الضعفاء والمتروكين ٢٤٥/٢.

(٨) ينظر: المغني ٥٠٥/٢، الجرح والتعديل: ٥٩/٧.

(٩) ينظر: المغني ٥٠٥/٢.

كِتَابُ الضَّعْفَاءِ

وَمَنْ نَسَبَ إِلَى الْكُذْبِ وَوَضَعَ الْحَدِيثَ
وَمَنْ غَلَبَ عَلَى حَدِيثِهِ الْوَهْمُ
وَمَنْ يَتَّبِعُهُمْ فِي بَعْضِ حَدِيثِهِ
وَمَجْهُولٌ رَوَى مَا لَا يَتَابَعُ عَلَيْهِ
وَصَاحِبٌ بِدْعَةٍ يَفْلُو فِيهَا وَيَدْعُو إِلَيْهَا
وَإِنْ كَانَتْ حَالُهُ فِي الْحَدِيثِ مُسْتَقِيمَةً

تأليف
أبي جعفر محمد بن عمرو بن موسى بن حماد العقيلي
(... - ٣٢٢ هـ)

تحقيق
محمدي بن عبد المجيد بن ابراهيم عيل السلفي

الجزء الثالث

دار الصميعي
للنشر والتوزيع

جميع الحقوق محفوظة

الطبعة الأولى

١٤٢٠ هـ - ٢٠٠٠ م

دار الصميعة للنشر والتوزيع

مناقص وفناكس: ٤٢٦٢٩٤٥ - ٤٢٥١٤٥٩

الرياض - السعودي - شارع السعودي العام

ص.ب: ٤٩٦٧ - الرمز البريدي ١١٤١٢

المملكة العربية السعودية

هذا يروى، عن خريم بن فاتك، بإسناد صالح من غير هذا الوجه^(١).

١٤٨١ - غالب بن وزير الغزي^(٢):

عن ابن وهب حديثه منكر لا أصل له، ولم يأت به عن ابن وهب غيره ولا يعرف إلا به.

حدثناه محمد بن أحمد بن الوليد الكرامشي، حدثنا غالب بن وزير بغزة، حدثنا ابن وهب، عن معاوية بن صالح، عن أبي الزاهرية، عن جبير بن نفير، عن معاذ بن جبل، قال: قال رسول الله ﷺ: «إِذَا أَحْبَبْتَ رَجُلًا فَلَا تُمَارِهِ، وَلَا تُشَارِهِ، وَلَا تُجَارِهِ، وَلَا تُسَالْ عَنَّهُ، فَعَسَى أَنْ تُوَافِقَ لَهُ، عَدُوًّا فَيَجِيرَكَ بِمَا لَيْسَ فِيهِ، فَيَفْرُقَ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ»^(٣).

هذا يروى من كلام الحسن البصري.

١٤٨٢ - غالب بن فايد^(٤):

عن شريك، يخالف في حديثه، صاحب وهم.

ومن حديثه: ما حدثناه عبدالرحمن بن محمد بن سلم، حدثنا سهل بن عثمان العسكري، حدثنا غالب بن فايد، عن شريك، عن عبدالملك بن عمير، عن قبيصة بن جابر، قال: شكى أهل الكوفة سعداً إلى عمر، فبعث عمر فقال لسعد: كيف تصلي بهم؟ فقال: أصلي بهم صلاة رسول الله ﷺ أركد بهم في الأوليين وأخف بهم في الآخرين، فقال عمر: ذلك الظن بك يا أبا إسحق.

ورواه ابن عيينة، وجرير، وشيبان، وهشيم، وأبو عوانة، عن عبدالملك بن عمير، عن جابر بن سمرة، عن سعد، وعمر. وقال مسعر بن

(١) انظر السلسلة الضعيفة (١١١٠) لشيخنا الألباني.

(٢) لسان الميزان (٤٠٩/٥ - ٤١٠).

(٣) انظر السلسلة الضعيفة (١٤٢٠) لشيخنا الألباني.

(٤) لسان الميزان (٤٠٨/٥).

قَالَ الْإِمَامُ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ :
مَعْرِفَةُ الرِّجَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ

لِسَانُ الْمِيرَاتِ

لِلْإِمَامِ الْجَافِظِ أَحْمَدَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ جَحَرِ الْعَسْقَلَانِيِّ

وُلِدَ سَنَةَ ٧٧٣ ، وَتُوفِيَ سَنَةَ ٨٥٢
رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى

اعْتَنَى بِهِ الشَّيْخُ الْعَلَامَةُ
عَبْدُ الْفَتْحِ أَبُو غَدَّةَ

وُلِدَ سَنَةَ ١٢٣٦ ، وَتُوفِيَ سَنَةَ ١٤١٧
رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى

اعْتَنَى بِإِخْرَاجِهِ وَطَبَاعَتِهِ
سُلَامُنْ عَبْدُ الْفَتْحِ أَبُو غَدَّةَ

الْجُزْءُ السَّادِسُ

مَكْتَبُ الْمَطْبُوعَاتِ الْإِسْلَامِيَّةِ

جميع الحقوق محفوظة

للمتني به

الطبعة الأولى

١٤٢٣ هـ - ٢٠٠٢ م

قامت بطبعته وإخراجه دار البشائر الإسلامية للطباعة والنشر والتوزيع

بيروت - لبنان - ص.ب: ٥٩٥٥ - ١٤ ويطلب منها

هاتف: ٧٠٢٨٥٧ - فاكس: ٧٠٤٩٦٣ / ٠٩٦١١

e-mail: bashaer@cyberia.net.lb

٥٩٨١ — غالب بن فائد، عن سفيان الثوري. قال أبو حاتم: لا بأس به. وقال الأزدي: يتكلمون فيه^(١). وقال العقيلي: يخالف في حديثه. روى عنه سهل بن عثمان العسكري.

قلت: وهم في إسناده، انتهى.

وبقية كلامه العقيلي: صاحبٌ وهم. وقال أبو زرعة: شيخ كوفي، لا أعرفه.

قلت: وهو كوفي، أخذ القراءة عن حمزة الزيات، وروى عنه أيضاً أبو سعيد الأشج.

٥٩٨٢ — غالب بن قرآن^(٢)، شيخ حدث عنه نصر بن علي. قال الأزدي: مجهول، ضعيف، انتهى.

وقال العجلي: ثقة، حكاه الداني^(٣).

٥٩٨١ — الميزان ٣: ٣٣٢، ضعفاء العقيلي ٣: ٤٣٤، الجرح والتعديل ٧: ٤٩، ضعفاء ابن الجوزي ٢: ٢٤٥، المغني ٢: ٥٠٥، الديوان ٣١٥، غاية النهاية ٢: ٣.

(١) لفظ الأزدي كما حكاه ابن الجوزي في «الضعفاء» ٢: ٢٤٥: يتكلمون في حديثه.

٥٩٨٢ — الميزان ٣: ٣٣٢، الجرح والتعديل ٧: ٤٩، المؤلف للدارقطني ٤: ١٩١٧، المؤلف لعبد الغني ١٠٦، الإكمال ٧: ١١٠، ضعفاء ابن الجوزي ٢: ٢٤٥، المغني ٢: ٥٠٥، الديوان ٣١٥، تبصير الممتبه ٣: ١١٢٤.

(٢) كذا في ص، وفي «الجرح والتعديل» غالب بن قرار، براء بن، وكذلك ضبطه عبد الغني الأزدي، أما الدارقطني فقال: قرآن بنون في آخره. وحكى ابن ماكولا القولين.

(٣) عندي في صحة هذا النقل عن العجلي توقف. ففي «غاية النهاية» ٢: ٣ في ترجمة غالب بن فائد، صاحب الترجمة السابقة: «قال أحمد بن صالح: هو ثقة، وكان جاراً لسفيان الثوري». وهذا الذي أرى أنه الصواب، فالموثق هو أحمد بن صالح =

الحمد لله الذي وقفنا وبسر لنا طبع

الجزء الثامن

من كتاب

تهذيب التهذيب

للامام الحافظ الحجة شيخ الاسلام شهاب الدين

ابي الفضل احمد بن علي بن حجر العسقلاني

المتوفى سنة (٨٥٢) رحمه الله تعالى

بمنه وكرمه آمين

الطبعة الاولى

بمطبعة مجلس دائرة المعارف النظامية الكائنة في الهند

بحر وسع جدار اباد الدكن عمرها الله الى اقصى الزمن

سنة (١٣٢٦) هجرية

الفقه فربما لم يتم حتى نسمع النداء لصلاة الفجر. وذكر الخالدي الشاعر انه قتل في ايام المنصور.

(٥٤٢) محمد بن فضالة (١) القيسي البصري. روى عن ابي رجاء الطاردي وعبد الرحمن وعبيد الله ابني ابي بكرة. وروى عنه شعبة بن الحجاج. قال ابن معين ثقة وقال ابو حاتم شيخ وذكره ابن حبان في الثقات روى له النسائي حديثا واحدا في صلاة الضحى. قلت. وقال علي بن المديني لا نعرف احدا روى عن هذا الشيخ غير شعبة وقال ابن شاهين في الثقات هو ثقة.

(٥٤٣) محمد بن فضال بن فضالة الهوزني (٢) الشامي تابعي. ارسل عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم. وروى عن عبد الله بن بسر المازني وخالد بن معدان وحبيب بن عبيد وابي المخارق زهير بن سالم العنسي ويزيد بن خمير وغيرهم. وعنه صفوان بن عمرو الزبيدي وابوشيبه فرج بن يزيد الكلاعي وابوبكر بن ابي صريم ومعاوية بن صالح الحضرمي وآخرون ذكره ابن حبان في الثقات.

(٥٤٤) محمد بن فضال بن مرزوق الاغر (٣) الرقاشي ويقال الرواسي الكوفي ابو عبد الرحمن. وولي بني عنزة. روى عن ابي اسحاق السبيعي وعدي بن ثابت وعطية العوفي والاعمش وميسرة بن حبيب وشقيق بن عقبة وجبله بنت (١) فضالة في التقريب بفتح الفاء والضماء المعجمة الخفيفة (٢) القيسي في الخلاصة بقاف ١٢ (٢) الهوزني في التقريب بفتح الهاء والزاي بينهما واوسا كنة وزاد في المغني وزاي ونون نسبة الى هوزن بن عوف ١٢ المصحح (٣) الاغر بالمعجمة

مصنف وغيرهم . وعنه زهير بن معاوية ووكيع وعبد الغفار بن الحكم وحسين بن
 علي الجمعي وابو اسامة والفضل بن موفق ويحيى بن آدم ويحيى بن ابي بكير ويزيد
 ابن هارون ومحمد بن ربيعة الكلابي ومحمد بن فضيل ونعيم بن يسرة النحوي
 وزيد بن الحباب وابو نعيم وعلي بن الجعد وآخرون . قال معاذ بن
 معاذ سألت الثوري عنه فقال ثقة وقال الحسن بن علي الحلواني سمعت
 الشافعي يقول سمعت ابن هيبنة يقول فضيل بن مرزوق ثقة وقال ابن ابي
 خيثمة عن ابن معين ثقة وقال عبد الخالق بن منصور عن ابن معين صالح
 الحديث الا انه شديد التشيع وقال احمد لا اعلم الاخير او قال ابن ابي حاتم
 عن ابيه صالح الحديث صدوق بهم كثير ايكثب حديثه قلت يمتنع به قال
 لا وقال النسائي ضعيف وقال ابن عدي ارجو انه لا بأس به وقال الحسين بن
 الحسن المروزي سمعت الهيثم بن جميل يقول جاء فضيل بن مرزوق وكان
 من ائمة الهدى زهدا وفضلا الى الحسن بن صالح بن حي فذكر قصة
 له عند النسائي حديث عبدالله بن عمر اياكم والشح . قلت . قال مسعود عن
 الحاكم ليس هو من شرط الصحيح وقد عيب علي مسلم اخراجه لحديثه
 قال ابن حبان في الثقات يخطئ وقال في الضعفاء كان يخطئ على الثقات
 ويروي عن عطية لموضوعات وقال ابن شاهين في الثقات اختلف قول ابن
 معين فيه وقال في الضعفاء قال احمد بن صالح حديث فضيل عن عطية عن
 ابي سعيد حديث الله الذي خلقكم من ضعف . ليس له عندى اصل ولا هو
 بصحيح وقال ابن رشد بن لا ادري من اراد احمد بن صالح بالتضعيف

ج (٨) تهذيب التهذيب ٣٠٠ الفاء - فضيل وفطر

اعطية ام فضيل بن مرزوق . وقال العجلي جازئ الحديث صدوق وكان فيه
تشيع وقال احمد لا يكاد يحدث عن غير عطية .

(٥٤٥) بخ - فضيل بن مسلم . عن ابيه . عن علي في النهي عن اللعب بالزرد

وعنه عبيد الله بن الوليد الرصافي . وقال النسائي في الكنى ابوانس فضيل بن
مسلم روى عن عطية بن ابي رباح . روى عنه اسباط . فيتمتع ان يكون هو

(٥٤٦) بخ د س ق - فضيل بن ميسرة الازدي العقيلي (١) ابو معاذ البصري

ختن بديل بن ميسرة . روى عن طاوس والشعبي وابي حريز قاضي مسجد
روى عنه شعبة وسعيد بن ابي عروبة ويزيد بن زريع . معتمر بن سليمان

وابو معشر البراء ويحيى بن سعيد القطان . قال ابن المديني سمعت يحيى بن
سعيد يقول قلت للفضيل بن ميسرة احاديث ابي حريز قال سمعتها فذهب

كتابي فاخذته بعد ذلك من انسان وقال الاثرم عن احمد ليس به بأس
وقال اسحاق بن منصور عن يحيى بن معين ثقة وقال ابو حاتم شيخ صالح

الحديث وقال النسائي لا بأس به وذكره ابن حبان في الثقات وقال
مستقيم الحديث . له عند (س) حديث ابن عباس في عشرة النساء

وغير ذلك .

(٥٤٧) فق - فضيل الناجي (٢) مجهول وعنه حفص بن حميد القمي .

من اسمه فطر

(٥٤٨) بخ ٤ - فطر بن خليفة القرشي المخزومي مولاهم ابو بكر الحنات

(١) العقيلي بالضم ١٢ خلاصة (٢) الناجي في المغني بنون وخفة جيم

وشدة تحته معني و(الحنات) في التقريب بالمهملة والنون ١٢ المصحح الكوفي

مِيزَانُ الْأَعْيَادِ فِي نَقْصِ الرِّجَالِ

تأليف

أبي عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي
المتوفى سنة ٧٤٨ هجرية

تعميق

على محمد البجاوي

المجلد الثاني

دار المعرفة

بيروت - لبنان

ص.ب : ٧٨٧٦

٣٥٨٢ — سهل بن أبي الصلت السراج . عن الحسن . وعنه عبد الرحمن بن مهدي ، ومسلم ، وجماعة .

قال يحيى بن سعيد : روى شيئاً منكراً عن الحسن أنه رآه يصلي بين سطور القبور . قلت : هو صالح الحديث .

وقال أحمد ، وابن معين : ليس به بأس . وقال يزيد بن هارون : كان معتزلياً ، وكنت أصلي معه في المسجد ولا أسمع ذلك منه . وكنت أعرف ذلك فيه . وروى عبد الصمد بن عبد الوارث ، حدثنا سهل السراج ، عن الحسن أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يجز طلاق المريض .

قال ابن عدي : أحاديث سهل المسند لا بأس بها ، لعلها عشرون أو ثلاثون حديثاً . وهو غريب الحديث . وقال فيه أبو حاتم : صالح الحديث . وقال مسلم ابن إبراهيم : هو ثقة . وقال الساجي : صدوق .

٣٥٨٣ — سهل بن عامر البجلي . عن مالك بن مغول . كذبه أبو حاتم . وقال البخاري : منكر الحديث .

٣٥٨٤ — سهل بن عامر النيسابوري . عن عبد الله بن نافع . روى عن الحاكم تكذيبه . كذا سمي أباه ابن الجوزي ، وهو [غلط ، وإنما هو]^(١) ابن عمار .

٣٥٨٥ — سهل بن المباس الترمذي . عن إسماعيل بن علقمة . تركه الدارقطني ، وقال : ليس بثقة .

٣٥٨٦ — سهل بن عبد الله بن بريرة المروزي . عن أبيه . قال ابن حبان : منكر الحديث ، روى عنه أخوه أوس ، فذكر خبراً منكراً . قلت : بل باطلاً ، عن أخيه ، عن أبيه عبد الله ، عن أبيه — مرفوعاً : ستبث بعدى يموت ، فكونوا في بئس خراسان ، ثم انزلوا كورة يقال لها مرو بنكها ذو القرنين لا يصيب أهلها سوء .

(١) من ل .

٣٥٨٧ — سهل بن عبد الله المروزي . عن عبد الملك بن مهران ، عن أبي صالح ،
عن أبي هريرة - مرفوعا : مَنْ أَكَلَ الطَّيْنَ فَقَدْ أَعَانَ عَلَى نَفْسِهِ . رواه عنه مروان
ابن معاوية . مجهول .

٣٥٨٨ — سهل بن علي . شيخ حدث عن علي بن الجهم وغيره . مقمّم بالكذب ؛
قاله أبو مزاحم الخاقاني .

٣٥٨٩ — سهل بن عمار النيسابوري ^(١) [عن يزيد بن هارون وغيره . منهم .
كذب به الحاكم ؛ فقال في تاريخه : سهل بن عمار بن عبد الله ^(٢) المتكفي قاضي هراة ،
ثم قد كان قاضي طرسوس ، وهو شيخ أهل الرأي في عصره . سمع يزيد ، وشيابة ،
وجعفر بن عون ، والواقدي .

قلت لمحمد بن صالح بن هاني : لم لا تكتب عن سهل ؟ فقال : كانوا يمتنعون
من السماع منه .

وسمعت محمد بن يعقوب الحافظ يقول : كنا نختلف إلى إبراهيم بن عبد الله
السمدي ، وسهل مطروح في سكته فلا نقر به .

وقال أبو إسحاق الفقيه : كذب والله سهل على ابن نافع . وعن إبراهيم السمدي
قال : إن سهل بن عمار يتقرب إلى بالكذب ، يقول : كتبت معك عند يزيد بن
هارون ، والله ما سمع مني منه .

٣٥٩٠ — سهل ^(٣) بن أبي فرقد . سيأتي ^(٣) .

٣٥٩١ — سهل بن قرين . عن ابن أبي ذئب ، عن ابن النكدر ، عن جابر ،
عن النبي صلى الله عليه وسلم : لَا هَمَّ إِلَّا هَمَّ الدِّينِ ، وَلَا وَجَعٌ إِلَّا وَجَعُ الْعَيْنِ .
وبه : شكت الكعبة إلى الله قلة زوارها فأوحى الله إليها لأيمان أقواما يحنون
إليك كما تحن الحمامة إلى أفراخها . رواها قرين بن سهل ، عن أبيه . وهو بصري .
غمزه ابن حبان ، وابن عدي ، وكذبته الأزدي .

(١) ليس في س . وهو في خ ، ل - عن الميزان . (٢) ليس في س . وهو في خ ، ه .

(٣) سيأتي في الصفحة التالية (٢٤١) وفي صفحة ٢٤٤

كِتَابُ الضُّعْفَاءِ وَالْمُتْرُوكِينَ

تأليف
الشيخ الإمام

جمال الدين أبي الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد
ابن الجوزي الواعظ البغدادي
رحمه الله

(سفيان - غيلان)

حَقَّقَهُ
أبو الفداء
عبد الله القاضي

الجزء الثاني

دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

جميع الحقوق محفوظة
لدار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

الطبعة الأولى
١٤٠٦ هـ - ١٩٨٦ م

طلب من: دار الكتب العلمية بيروت - لبنان
هاتف: ٨٠١٣٣٢ - ٨٠٥٦٠٤ - ٨٠٠٨٤٢
ص ب: ٩٤٢٤ / ١١ تلکس: Nasher 41245 Le

- ١٥٦٤ - سهل بن سليمان الأسود، القرشي، البصري: من أصحاب شعبة.
قال أحمد: ترك الناس حديثه. وقال ابن المديني، والنسائي: ذهب حديثه.
وقال ابن عدي: لما مات شعبة روى عنه بواطيل فتركه الناس.
- ١٥٦٥ - سهل بن أبي الصلت السراج، البصري:
روى عن الحسن.
قال يحيى بن سعيد: روى عنه^(١) شيئاً منكراً أنه رآه يصلي بين سطور القبور^(٢).
١٥٦٦ - سهل بن عامر البجلي:
روى عن [مالك بن] ^(٣) معول.
قال أبو حاتم الرازي: كان يقتعل الحديث. وقال البخاري: منكر الحديث.
١٥٦٧ - سهل بن العباس الترمذي:
يروى عن ابن علقمة.
قال الدارقطني: ليس بثقة، متروك.
١٥٦٨ - سهل بن عبد الله المروزي:
يروى عن عبد الملك بن مهران حديث «مَنْ أَكَلَ الطِّينَ . . .»^(٤).
قال أبو حاتم الرازي: وسهل، وعبد الملك: مجهولان، والحديث باطل.
وقال ابن حبان: يأتي سهل بالعجائب التي تُنكرها القلوب.
١٥٦٩ - سهل بن عبد الله بن بريدة:
يروى عن أبيه.
قال ابن حبان: منكر الحديث، يروي عن أبيه ما لا أصل له، لا يجب أن
يُشتغل بحديثه.

(١) أي روى عن الحسن شيئاً منكراً.

(٢) لحق من حاشية الأصل.

(٣) ليس هذا بكاف في جرحه وقد عدّله الأئمة قال أحمد وابن معين: ليس به بأس، وقال الذهبي: هو صالح الحديث.

الْجَسَامِعُ فِي الْجَرَحِ وَالْتِعْدِيلِ

لأقوال

الْبُخَّارِيُّ، وَمُسْلِمٌ، وَالْبَيْهَقِيُّ، وَأَبُو زُرْعَةَ الرَّازِيُّ، وَأَبُو وَائِلٍ وَأَبُو دَاوُدَ،
وَيَعْقُوبُ الْفَسْهَوِيُّ، وَأَبُو حَاتِمٍ الرَّازِيُّ، وَالتِّرْمِذِيُّ، وَأَبُو زُرْعَةَ الدِّمَشْقِيُّ،
وَالنَّسَائِيُّ، وَابْنُ أَبِي بَرزَةَ، وَالدَّارَقُطْنِيُّ

جَمَعَ وَتَرَبَّيْتُ

السَّيِّدُ أَبُو الْمَعَاتِي النُّورِيُّ	جَسَّاسُ عَبْدِ الْمُنْعِمِ شَايِي
أَحْمَدُ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَيْدٌ	مُحَمَّدُ خَلِيلُ الصَّعِيدِيِّ

الْمَجْلَدُ الْأَوَّلُ

عالم الكتب

جميع حقوق الطبع والنشر محفوظة للملك

الطبعة الأولى

١٤١٢ هـ - ١٩٩٢ م

شعبة ترك الناس حديثه. قال بشر بن الحكم، حدثنا سهل بن سليمان الأسود القرشي، سمع شعبة بن الحجاج، سمعت يزيد بن البراء، قال عمر، مرسل. (ت الكبير) ٢١١٤/٤. (ت الصغير) ٢٥٢/٢. وقال: حدثني عمرو بن علي، قال: سهل بن سليمان الأسود ترك حديثه. (ت الصغير) ٢٥٢/٢. * وقال النسائي: من أصحاب شعبة ذهب حديثه. (الضعفاء والمتروكون) ٢٨٦.

١٧٢٢ - سهل بن صالح بن حكيم الأنطاكي أبو سعيد البزاز.

* قال أبو حاتم: ثقة. (العلل) ٢١٢.

١٧٢٣ - سهل بن أبي الصلت العيشي البصري السراج.

* قال البخاري: قال مسلم: كان ثقة. (ت الكبير) ٢١٠٣/٤.

* وقال أبو داود: ثقة. (آجري) ٤/٤.

١٧٢٤ - سهل بن عامر البجلي الكوفي.

* قال البخاري: منكر الحديث، لا يكتب حديثه. (ت الصغير)

٣٣٦/٢.

١٧٢٥ - سهل بن العباس الترمذي.

* قال الدارقطني: متروك. (السنن) ٤٠٢/١. وقال: ضعيف. (العلل)

٨٠/٤.

١٧٢٦ - سهل بن عبد الله المروزي.

* قال أبو حاتم: مجهول. (علل الحديث) ١٤٨٧.

١٧٢٧ - سهل بن عجلان الباهلي، ويقال سهيل.

* قال البخاري: سهل بن عجلان الباهلي، عن أبي أمامة، روى عنه

سليمان بن موسى، لم يصح عنه حديثه. (ت الكبير) ٢٠٩٧/٤.

* وذكره أبو زرعة الرازي في (أسامي الضعفاء) ١٣٦. وسماه سهيلاً.

المُعْزِي

في الضعفاء

للإمام الحافظ شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي

ولد سنة ٦٧٣ وتوفي سنة ٧٤٨
رحمه الله تعالى

كتبه

نور الدين عتر

أستاذ التفسير وعلوم القرآن

والحديث وعلومه

كلية الشريعة - جامعة دمشق

عني بطبعه ونشره

خادم العلم

عبدالله بن إبراهيم الأنصاري

طبع على نفقة

إدارة إحياء التراث الإسلامي

بمدينة قطر

٢٦٧٠ - سهل بن زياد القطان أبو علي ، عن شريك ، ليس

بالقوي .

٢٦٧١ - سهل بن سليمان الأسود ، بصري ، عن شعبة ،

تركوه .

٢٦٧٢ - ق / سهل بن صُقير ، عن ابن عيينه ، تكلم فيه ابن

عدي ، فيه لين .

٢٦٧٣ - [هـ] سهل بن أبي الصلت السراج ، عن الحسن ،

صدوق ، وله حديث ينكر [هـ وثقه أبو داود هـ] .

٢٦٧٤ - سهل بن صخر ، لا أعرفه ، وثقل لي أنه ضعيف .

٢٦٧٥ - (سهل بن عبد الله بن بُريدة ، عن أبيه . قال ابن

حبان : منكر الحديث) .

٢٦٧٦ - سهل بن عبد الله المروزي ، عن عبد الملك بن

مهران ، مجهولان (في أكل الطين) .

٢٦٧٧ - سهل بن عامر البجلي ، عن مالك بن مَعُول ، رماه

أبو حاتم بالكذب .

٢٦٧٨ - سهل بن العباس الترمذي ، عن ابن عُليّة ،

تركه الدارقطني .

٢٦٧٢ - « أبو الحسن الخلاطي ، أصله من البصرة ، منكر الحديث ، اتهمه الخطيب

بالوضع ، من العاشرة » .

٢٦٧٣ - « صدوق له أفراد ، كان القطان لا يرضاه ، من السابعة / قد » .



المملكة العربية السعودية
وزارة الشؤون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد
مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف
الأمانة العامة
الشؤون العامة

الانقضاء على القرآن

لِلْحَافِظِ أَبِي الْفَضْلِ جَلَالِ الدِّينِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الشُّيُوطِيِّ
(المتوفى سنة ٩١١ هـ)

تحقيق
مركز الدراسات القرآنية

الجزء الأول

ومن ذلك طريقُ ابنِ إسحاق^(١) عن محمد بن أبي محمد^(٢) مولى آلِ زيد بن ثابت، عن عكرمة أو سعيد بن جبيرة عنه، هكذا بالترديد^(٣)، وهي طريقٌ جيدةٌ وإسنادها حسنٌ. وقد أخرج منها ابنُ جرير وابنُ أبي حاتمٍ كثيراً. وفي «معجم الطبراني الكبير» منها أشياء.

وأوهى طرقه طريقُ الكلبي عن أبي صالح، عن ابنِ عباس، فإن انضمَّ إلى ذلك روايةُ محمد بن مروان^(٤) السُّدِّي الصغير فهي سلسلةُ الكذب. وكثيراً ما يُخَرِّج منها الثعلبي والواحدي، لكن قال ابنُ عدي في الكامل^(٥): «للكلبي أحاديثٌ صالحةٌ، وخاصةً عن أبي صالح، وهو معروفٌ بالتفسير، وليس لأحدٍ تفسيرٌ أطولُ منه ولا أشبعُ، وبعده مقاتل بن سليمان إلا أن الكلبي يُفضَّلُ عليه لما في مقاتل من المذاهب الرديئة». وطريقُ الضحاك بن مزاحم عن ابنِ عباسٍ منقطعةٌ، فإنَّ الضحاك لم

(١) صاحب السيرة النبوية المشهورة.

(٢) الأنصاري المدني له رواية في سنن أبي داود وثقَّه ابنُ حبان، وقال الذهبي: «لا يُعرف»، لم تُؤرَّخ وفاته. انظر: تهذيب الكمال ٢٦ / ٣٨٢، ميزان الاعتدال ٢٦ / ٤.

(٣) قال الحافظ ابن حجر: «ولا يضر لكونه يدور على ثقة» العجايب ١ / ٢٠٦.

(٤) ابن عبد الله، الكوفي مولى عبد الرحمن بن زيد بن الخطاب (ت: ١٨٦ هـ)، له تفسير. انظر: تهذيب الكمال ٢٦ / ٣٩٢، طبقات المفسرين للداودي ٢ / ٢٥٤.

(٥) الكامل ٦ / ٢١٣٢.

وارن من اعلیٰ کتاب

217

222

صفت ابوالبرکات
اصول شش
ونیزه

تفسير المنير الرحيلي

في طبع القرآن - الوسيط الوصلي

وانمي - القاسمي - سعدى

تفسير قطري 273/2

تفسير الثعالبى 327/2
در منتور 733/2

تفسير ابن كثير 150/4

453/2

482/5

462/2

419/5

تفسير الزمخشري و نساء 153
كشف 160 588/1

تفسير ابن عطي 134/2

زاد المسير 496/1

تفسير رازي (309/14) 263/11

تفسير القوطي 242/7 80

بيضاوى (انوار التنزيل) 108/2

ابن جري 216/1

خازن 221/2

كريم 984/3

94/5 130/4

نون کی جگہ

عمل یعنی 426

كنز العمال

في أسنى الأقوال والآثار

للعلماء علاء الدين علي الشافعي بن حسام الدين الهندي
البرهان فوري المتوفى ٩٧٥هـ

الجزء الرابع عشر

صححه ووضع فهارسه ومفتاحه

أشبح مسعودي

ضبطه وفسر غريبه

أشبح بكري جاني

مؤسسة الرسالة

حقوق الطبع محفوظة

الطبعة الخامسة

١٩٨٥ - ١٤٠٥ هـ

مؤسسة الرسالة - بيروت - شارع سورية - بناية صمدي وصالحة
هاتف ٢٩٥٥٠١ - ٢٤١٦٩٢ ص ب ١١٧٤٦٠ برقياً: بيوشران



أُمُومَنُون أم كافرون ؟ قال : مفتونٌ وكافرٌ (نعيم بن حماد ، طس ،
وأبو نعيم في كتاب المهدي ، خط في التلخيص) .

الرجال

٣٩٦٨٣ - ﴿ مسند الصديق ﴾ عن سعيد بن المسيب قال :
قال أبو بكر : هل بالعراق أرضٌ يقال لها خراسان ؟ قالوا : نعم
قال فان الدجال يخرج منها (ش) .

٣٩٦٨٤ - عن أبي بكر الصديق قال : يخرجُ الدجالُ من مرو
من يهوديتها (نعيم بن حماد في الفتن) .

٣٩٦٨٥ - عن عكرمة عن أبي بكر الصديق قال : يخرجُ الدجال
من قبل المشرقِ من أرضٍ يقال لها خراسان (نعيم) .

٣٩٦٨٦ - ﴿ من مسند حذيفة بن اليمان ﴾ قلت : يا رسول الله
الدجالُ قبلُ أو عيسى ابن مريم ؟ قال : الدجال ثم عيسى ابن مريم ،
ثم لو أن رجلاً أنتجَ فرساً لم يركبَ مهرها حتى تقوم الساعة
(نعيم) .

٣٩٦٨٧ ﴿ أيضاً ﴾ قال رسولُ الله ﷺ : يخرجُ الدجالُ

عدو الله ومعه جنود من اليهود وأصناف الناس ، معه جنة ونار
ورجال يقتلهم ثم يحييهم ، معه جبل من ثريد ونهر من ماء وإني
سأنت لكم نعمة ! إنه يخرج ممسوح العين ، في جيبته مكتوب
« كافر » يقرؤه كل من كان يحسن الكتاب ومن لا يحسن ،
فجته نار وناره جنة ، وهو المسيح الكذاب ، ويتبعه من نساء
اليهود ثلاثة عشر ألف امرأة ، فرحم الله رجلاً منع سفيته أن
تتبعه والقوة عليه يومئذ بالقرآن ، فإن شأنه بلاء شديد ، يبعث الله
الشياطين من مشارق الأرض ومغاربها فيقولون له : استعن بنا على
ما شئت ، فيقول لهم : انطلقوا فأخبروا الناس أني ربهم وإني قد
جنتهم بحتي وناري ، فينطلق الشياطين فيدخل على الرجل أكثر من
مائة شيطان فيتمثلون له بصورة والده وولده وأخوته ومواليه ورقيقه فيقولون
يا فلان ! أتعرفنا ؟ فيقال لهم الرجل نعم هذا أبي ، وهذه أمي وهذه أختي
وهذا أخي ، فيقول الرجل : ما نبؤكم ؟ فيقولون : بل أنت فأخبرنا
ما نبؤك ، فيقول الرجل : إنا قد أخبرنا أن عدو الله الدجال قد
خرج ، فيقول له الشياطين : مهلاً ! لا تقل هذا ، فإنه ربكم يريد
القضاء فيكم ، هذه جنته قد جاء بها وناره ، ومعه الأنهار والطعام
فلا طعام إلا ما كان قبله إلا ما شاء الله ؛ فيقول الرجل : كذبتم ،

ما أنتم إلا شياطينٌ وهو الكذب ! وقد بلغنا أن رسول الله ﷺ قد حدث حديثكم وحذرنا وأنبأنا به فلا مرحباً بكم ، أنتم الشياطين وهو عدو الله ، وليسوقن الله عيسى ابن مريم حتى يقتله ؛ فيخسوا فيذلقبوا خاسئين . ثم قال رسول الله ﷺ : إنا أحدثكم هذا - لتمقلوه وتفقهوه وتفهموه وتعوه واعملوا عليه وحدثوا به من خلفكم ، فليحدث الآخر الآخر فان فتنته أشد الفتن (نعم ، وفيه سويد بن عبد العزيز متروك) .

٣٩٦٨٨ - عن حذيفة قال : إن أصحاب النبي ﷺ كانوا يسألون عن الخير وكنت أسأل عن الشر مخافة أن أدركه ، وإني بينما أنا مع رسول الله ﷺ ذات يوم قلت : يا رسول الله ! أرايت هذا الخير الذي أعطانا الله هل بعده من شرٍ كما كان قبله شرٌ ؟ قال : نعم ، قلت : فما العصمة منه ؟ قال : السيف ، قلت : وهل للسيف من بقية ؟ قال : هدنة على دخن ، قلت : يا رسول الله ! ما بعد الهدنة قال : دعاة للضلالة ، فان لقيت لله يومئذ خليفة في الأرض فالزمه وإن أخذ مالك وضرب ظهرك وإلا - وفي لفظ : فان لم يكن خليفة - فاهربن في الأرض حدَّ هربك حتى يدركك الموت وأنت عاض أصل شجرة ، قلت : يا رسول الله ! فما بعد دعاة الضلالة ؟ قال :

مَشْكَاةُ الْمُصَنِّاعِ

تأليف

محمد بن عبد الله الخطيب التبريزي

بمحقق

محمد ناصر الدين الألباني

الجزء الأول

الكتب الإسلامية

مقوق إطببع محفوظة
للكتاب الاسلامي للطباعة والنشر
لصاحبه
محمد زهير الشاوش

الطبعة الاولى ١٣٨١ - ١٩٦١ دمشق
الطبعة الثانية ١٣٩٩ - ١٩٧٩ بيروت

المكتب الاسلامي
بيروت: ص.ب ٣٧٧١/١١ - هاتف ٤٥٠٦٣٨ - برقياً: اسلامياً
دمشق: ص.ب ٨٠٠ - هاتف ١١١٦٣٧ - برقياً: اسلامياً

٥٤٧٨ - (١٥) وعن أنس، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «يَتَّبِعُ الدَّجَالَ مِنْ يَهُودِ أَصْفَهَانَ سَبْعُونَ أَلْفًا، عَلَيْهِمُ الطَّيَالِسَةُ». رواه مسلم.

٥٤٧٩ - (١٦) وعن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله ﷺ: «يَأْتِي الدَّجَالُ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْهِ أَنْ يَدْخُلَ نِقَابَ^(١) الْمَدِينَةِ، فَيَنْزِلُ بِمَضِ السَّبَاخِ الَّتِي تَلِي الْمَدِينَةَ، فَيُخْرِجُ إِلَيْهِ رَجُلٌ وَهُوَ خَيْرُ النَّاسِ، أَوْ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ، فَيَقُولُ: أَشْهَدُ أَنَّكَ الدَّجَالُ الَّذِي حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَدِيثَهُ، فَيَقُولُ الدَّجَالُ: أَرَأَيْتُمْ إِنْ قَتَلْتُ هَذَا نِمَ أَحْيَيْتُهُ، هَلْ تَشْكُونُ فِي الْأَمْرِ؟ فَيَقُولُونَ: لَا، فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يَحْيِيهِ، فَيَقُولُ: وَاللَّهِ مَا كُنْتُ فِيكَ أَشَدَّ بَصِيرَةً مِنِّي الْيَوْمَ، فَيُرِيدُ الدَّجَالُ أَنْ يَقْتُلَهُ، فَلَا يُسَلِّطُ عَلَيْهِ». متفق عليه.

٥٤٨٠ - (١٧) وعن أبي هريرة، عن رسول الله ﷺ قال: «يَأْتِي الْمَسِيحُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مِهْمَةً^(٢) الْمَدِينَةَ، حَتَّى يَنْزِلَ دُبُرَ أَحَدٍ، ثُمَّ تَصْرِفُ الْمَلَائِكَةُ وَجْهَهُ قِبَلَ الشَّامِ، وَهَنَالِكَ يَهْلِكُ». متفق عليه.

٥٤٨١ - (١٨) وعن أبي بكرة، عن النبي ﷺ قال: «لَا يَدْخُلُ الْمَدِينَةَ رُعْبٌ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ، لَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ، عَلَى كُلِّ بَابٍ مَلَكٌ». رواه البخاري.

٥٤٨٢ - (١٩) وعن فاطمة بنت قيس قالت: سمعتُ منادي رسول الله ﷺ ينادي: الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ؛ فَخَرَجْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَصَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ جَلَسَ عَلَى الْمَنْبَرِ وَهُوَ يَضْحَكُ؛ فَقَالَ: «لَيُزِمَنَّ كُلُّ إِنْسَانٍ مَصْلَاهُ». ثم قال: «هَلْ تَدْرُونَ لِمَ جَمَعْتُكُمْ؟» قالوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قال: «لَأَنِّي وَاللَّهِ مَا جَمَعْتُكُمْ لِرَغْبَةٍ وَلَا لِرَهْبَةٍ، وَلَكِنْ جَمَعْتُكُمْ لِأَنِّي نَبِيًّا الدَّارِي كَانَ رَجُلًا نَصْرَانِيًّا، فَجَاءَ [فَبَايَعَ] ^(٣) وَأَسْلَمَ، وَحَدَّثَنِي حَدِيثًا وَافِقَ الَّذِي كُنْتُ أُحَدِّثُكُمْ بِهِ ^(٤) عَنِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ، حَدَّثَنِي أَنَّهُ رَكِبَ فِي سَفِينَةٍ

(١) النِقَابُ: جمع نقب وهو الطريق بين جبلين (٢) أي قصده.

(٣) زيادة من مسلم ج ١٨/٨١ (٤) كلمة «به» غير موجودة في «صحيح مسلم».

وسلم : « يتبع الدجال من أمّتي سبعون ألفاً عليهم السّيجان »^(١) . رواه في « شرح السنّة »^(٢) .

٥٤٩١ - (٢٨) وهو أسماء بنت يزيد ، قالت : كان رسول الله ﷺ في بيتي ، فذكر الدجال ، فقال : « إن بين يديه ثلاث سنين : سنة تمسك السماء فيها ثلث قطرها ، والأرض ثلث نباتها . والثانية تمسك السماء ثلثي قطرها ، والأرض ثلثي نباتها . والثالثة تمسك السماء قطرها كلّها ، والأرض نباتها كلّها . فلا يبقى ذات ظلف ولا ذات خرس من البهائم إلا هلك ، وإن من أشدّ فتنة أنّه يأتي الأعرابي فيقول : أرأيت إن أحييت لك إبلك ؟ أأنت تعلم أني ربك ؟ فيقول : بلى ، فيمثل له الشيطان نحو إبله كأحسن ما يكون ضرّوعاً ، وأعظمه أسنة » . قال : « ويأتي الرجل قد مات أخوه ، ومات أبوه ، فيقول : أرأيت إن أحييت لك أباك وأخاك ؟ أأنت تعلم أني ربك ؟ فيقول : بلى ، فيمثل له الشياطين نحو أبيه ونحو أخيه » . قالت : ثم خرج رسول الله ﷺ لحاجته ، ثم رجع والقوم في اهتمام وغمم مما حدثتهم . قالت : فأخذ بلحمتي الباب فقال : « مهتيم »^(٣) أسماء ؟ قلت : يا رسول الله ! لقد خلعت أفئدتنا بذكر الدجال . قال : « إن يخرج وأنا حي ، فأنا حجيجه ، وإلا فإنّ ربي خليفتي على كلّ مؤمن » . فقلت : يا رسول الله ! والله ! أنا لنمجن عجبنا فأنجزه حتى نجوع ، فكيف بالمؤمنين يومئذ ؟ قال : « يُجزّئهم ما يُجزّئ أهل السماء من التسبيح والتعديس » . رواه أحمد^(٤) .

(١) السيجان : جمع ساج وهو الطيلسان الأخضر .

(٢) قال الشيخ علي القاري : [قيل : في سنده أبو هارون (يعني العبدى) وهو متروك] .

(٣) كلمة استفهام ، أي ما حالك وما شأنك ؟ أو ما وراثة ؟ أو أحدث لك شيء ؟

(٤) في «المسند» (٤٥٥/٦ - ٤٥٦) وفيه شهر بن حوشب وهو ضعيف ، وفي مخطوطة الحاكم «عبي السنة في معالم التزيين» ، وهو من إلحاق بعض المتأخرين ، وما ألقناه أولى لعلو طبقة أحمد ، ولكثرة عزو المؤلف إليه دون المعالم ، وفي الأصل بياض كتب عليه : [هنا بياض في الأصل ، وألحق به أحمد ، وأبو داود الطيالسي] .

أعور، مطموس العين، ليست بناتئة ولا حَجْرًا^(١) فَإِنَّ أَلْبَسَ عَلَيْكُمْ فَأَعْلَمُوا أَنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعُورٍ» رواه أبو داود^(٢).

٥٤٨٦ - (٢٣) وعن أبي عبيدة بن الجراح، قال: سمعتُ رسولَ الله ﷺ يقول: «إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ بَعْدَ نُوحٍ إِلَّا قَدْ أُنْذِرَ الدَّجَالَ قَوْمَهُ، وَإِنِّي أُنْذِرُكُمْ» فوصفه لنا قال: «لعلَّه سيدركه بعض من رآني أو سمع كلامي». قالوا: يا رسول الله فكيف قلوبنا يومئذ؟ قال: «مثلها» يعني اليوم «أو خير». رواه الترمذي، وأبو داود.

٥٤٨٧ - (٢٤) وعن عمرو^(٣) بن حريث، عن أبي بكر الصديق، قال: حدثنا رسول الله ﷺ قال: «الدَّجَالُ يَخْرُجُ مِنْ أَرْضٍ بِالْمَشْرِقِ يُقَالُ لَهَا: خِرَاسَانُ، يَتَّبِعُهُ أَقْوَامٌ كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الْمَجَانُ»^(٤) المطرقة». رواه الترمذي.

٥٤٨٨ - (٢٥) وعن عمران بن حصين، قال: قال رسول الله ﷺ: «مَنْ سَمِعَ بِالْجَالِ فَنِينًا»^(٥) منه^(٦)، فوالله إِنْ الرَّجُلَ لِيَأْتِيَهُ وَهُوَ يَحْسِبُ أَنَّهُ مُؤْمِنٌ، فَيَتَّبِعُهُ مِمَّا يُبْتَغَى بِهِ مِنَ الشَّهَاتِ» رواه أبو داود^(٧).

٥٤٨٩ - (٢٦) وعن أسماء بنت يزيد بن السكن، قالت: قال النبي ﷺ: «يَمُكْتُ الدَّجَالُ فِي الْأَرْضِ أَرْبَعِينَ سَنَةً، السَّنَةُ كَالشَّهْرِ، وَالشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ، وَالْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ، وَالْيَوْمُ كَالضُّطْرَامِ السَّعْفَةِ»^(٨) فِي النَّارِ». رواه في «شرح السنة».

٥٤٩٠ - (٢٧) وعن أبي سعيد الخدري، قال: قال رسول الله صلى الله عليه

(١) الجبراء: الغائرة.

(٢) إسناده جيد.

(٣) في الأصل: عمرو، والتصويب من المرواة ومخطوطة الحاكم.

(٤) المجان: جمع مجن وهو النرس.

(٥) أي فليبعد.

(٦) كذا في الأصول، وفي «سنن أبي داود» (عنه) ولعله أصح.

(٧) وإسناده صحيح.

(٨) أي كسرعة التهاب النار بوق النخل، فالمعنى: أن اليوم كالساعة.

مِرْقَاةُ الْمُفَسِّحَاتِ

لِلْعَلَّامَةِ الشَّيْخِ عَلِيِّ بْنِ سُلْطَانِ مُحَمَّدٍ الْقَارِي الْمَوْتُوفِي سَنَةِ ١١٤٠ هـ

شرح مشكاة المصابيح

لِلإمام العلامة محمد بن عبد الله الخطيب التبريزي المتوفى سنة ٥٧٤١ هـ

تحقيق
الشَّيْخِ جَمَالِ عَيْتَانِي

تنبيه:

وضعنا متن المشكاة في أعلى الصفحات، ووضعنا أسفل منها من مِرْقَاة
المفاتيح؛ والحقنا في آخر الجولد الحادي عشر كتاباً في الأسماء والأحوال
وهو تراجم رجال المشكاة للعلامة التبريزي

الجزء العاشر

يحتوي على الكتب التالية
الفتن - أحوال القيسية ونبؤ الخلق - الفضائل والشَّائِل

مَشَوْرَات

محمد عيسى بيضون

لنشر كتب الشُّعْرَاءِ وَاجْتِمَاعِ

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان



جميع الحقوق محفوظة

Copyright ©
All rights reserved
Tous droits réservés

جميع حقوق الملكية الادبية والفنية محفوظة
لدار الكتب العلمية - بيروت - لبنان
ويحظر طبع أو تصوير أو ترجمة أو إعادة
تنضيد الكتاب كاملاً أو مجزأً أو تسجيله على
أشرطة كاسيت أو إدخاله على الكمبيوتر أو
برمجته على اسطوانات ضوئية إلا بموافقة
الناشر خطياً.

Exclusive Rights by
Dar Al-Kotob Al-ilmiyah Beirut - Lebanon

No part of this publication may be
translated, reproduced, distributed in any
form or by any means, or stored in a data
base or retrieval system, without the
prior written permission of the publisher.

Droits Exclusifs à
Dar Al-Kotob Al-ilmiyah Beyrouth - Liban

Il est interdit à toute personne individuelle
ou morale d'éditer, de traduire, de
photocopier, d'enregistrer sur cassette,
disquette, C.D, ordinateur toute
production écrite, entière ou partielle,
sans l'autorisation signée de l'éditeur.

الطبعة الأولى

١٤٢٢ هـ - ٢٠٠١ م

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

رمل الظريف، شارع البهري، بناية ملكات
هاتف وفاكس : ٣٦٤٣٩٨ - ٣٦٦١٣٥ - ٣٧٨٥٤٢ (٩٦١ ١)
صندوق بريد : ٩٤٢٤ - ١١ بيروت - لبنان

Dar Al-Kotob Al-ilmiyah
Beirut - Lebanon

Ramel Al-Zarif, Bohzory St., Melkart Bldg., 1st Floor
Tel. & Fax : 00 (961 1) 37.85.42 - 36.61.35 - 36.43.98
P.O.Box : 11 - 9424 Beirut - Lebanon

Dar Al-Kotob Al-ilmiyah
Beyrouth - Liban

Ramel Al-Zarif, Rue Bohzory, Imm. Melkart, 1ère Étage
Tel. & Fax : 00 (961 1) 37.85.42 - 36.61.35 - 36.43.98
B.P. : 11 - 9424 Beyrouth - Liban

«لَيُفِرَنَّ النَّاسُ مِنَ الدَّجَالِ حَتَّى يَلْحَقُوا بِالْجِبَالِ». قَالَتْ أُمُّ شَرِيكٍ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَأَيْنَ الْعَرَبُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: «هَمَّ قَلِيلٌ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

٥٤٧٨ - (١٥) وَعَنْ أَنَسٍ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «يَتَّبِعُ الدَّجَالُ مَنْ يَهُودُ أَصْفَهَانَ سَبْعُونَ أَلْفًا، عَلَيْهِمُ الطَّيَالِسَةُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

٥٤٧٩ - (١٦) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «يَأْتِي الدَّجَالُ

اللَّهُ ﷻ: لَيُفِرَنَّ) أَي لِيَهْرَبَنَّ (النَّاسُ) أَي الْمُؤْمِنُونَ (مِنَ الدَّجَالِ حَتَّى يَلْحَقُوا بِالْجِبَالِ. قَالَتْ أُمُّ شَرِيكٍ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ فَأَيْنَ الْعَرَبُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ الطَّبِيبِيُّ [رَحِمَهُ اللَّهُ]: الْفَاءُ فِيهِ جَزَاءُ شَرْطٍ مَحْذُوفٍ، أَي إِذَا كَانَ هَذَا حَالُ النَّاسِ فَأَيْنَ الْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الذَّابُونَ عَنْ حَرِيمِ الْإِسْلَامِ الْمَانِعُونَ عَنْ أَهْلِهِ صَوْلَةَ أَعْدَاءِ اللَّهِ. فَكُنِي عَنْهُمْ بِهَا. ([يَوْمَئِذٍ]. قَالَ: هَمَّ) أَي الْعَرَبُ (قَلِيلٌ) أَي حِينَئِذٍ فَلَا يَقْدِرُونَ عَلَيْهِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَكَذَا التِّرْمِذِيُّ ذَكَرَهُ السَّيِّدُ. وَلَفْظُ الْجَامِعِ: لَيُفِرَنَّ النَّاسُ مِنَ الدَّجَالِ فِي الْجِبَالِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَمُسْلِمٌ وَالتِّرْمِذِيُّ ^(١).

٥٤٧٨ - (وَعَنْ أَنَسٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷻ قَالَ: يَتَّبِعُ) بَفَتْحٍ فَسَكُونٌ فَفَتْحٌ. وَقَالَ شَارِحٌ: مِنْ الْأَتْبَاعِ بِتَشْدِيدِ التَّاءِ، أَي يَطِيعُ. (الدَّجَالُ مِنْ يَهُودِ أَصْفَهَانَ) بَفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَيَكْسَرُ وَفَتْحُ الْفَاءِ، بِلَدٍ مَعْرُوفٍ مِنْ بِلَادِ الْأَرْفَاضِ. قَالَ النَّوَوِيُّ [رَحِمَهُ اللَّهُ]: يَجُوزُ فِيهِ كَسْرُ الْهَمْزَةِ وَفَتْحُهَا وَبِالْبَاءِ وَالْفَاءِ انْتَهَى. وَنَسَخَ الْمَشْكَاةَ كُلَّهَا بِالْفَاءِ، وَفِي الْمَشَارِقِ بَفَتْحِ الْهَمْزَةِ. وَقِيدَها أَبُو عُبَيْدٍ الْعَكْبَرِيُّ بِكَسْرِ أَوَّلِهَا، وَأَهْلُ خُرَاسَانَ يَقُولُونَهَا بِالْفَاءِ مَكَانَ الْبَاءِ. وَفِي الْقَامُوسِ: الصَّوَابُ أَنَّهَا أَعْجَمِيَّةٌ وَقَدْ يَكْسَرُ هَمْزُهَا وَقَدْ يَبْدُلُ بِأَوَّلِهَا فَاءً. وَفِي الْمَغْنِيِّ بِكَسْرِ هَمْزَةٍ وَفَتْحُهَا وَبِالْفَاءِ مَفْتُوحَةٌ فِي أَهْلِ الشَّرْقِ وَبِالْبَاءِ مَوْحَدَةٌ فِي الْغَرْبِ انْتَهَى. وَبِهِ يَعْلَمُ أَنَّ أَصْفَهَانَ اثْنَانِ فَيُطَابِقُ مَا نَقَلَهُ ابْنُ الْمَلِكِ مِنْ أَنَّهُ قِيلَ: الْغَرَادُ مِنْهُ أَصْفَهَانَ خُرَاسَانَ لَا أَصْفَهَانَ الْغَرْبِ. لَكِنْ فِي قَوْلِهِ: أَصْفَهَانَ خُرَاسَانَ، مَسَامُحَةٌ لِأَنَّ أَصْفَهَانَ إِنَّمَا هُوَ فِي الْعِرَاقِ وَلَكِنْ لَمَّا كَانَ خُرَاسَانَ فِي جِهَةِ الشَّرْقِ أَيْضًا وَكَانَ أَشْهَرَ مِنَ الْعِرَاقِ أَضِيفَ إِلَيْهِ بِأَدْنَى مَلَابَسَةٍ (سَبْعُونَ أَلْفًا) وَفِي رِوَايَةٍ: تَسْعُونَ. وَالصَّحِيحُ الْمَشْهُورُ هُوَ الْأَوَّلُ ذَكَرَهُ ابْنُ الْمَلِكِ. (عَلَيْهِمُ الطَّيَالِسَةُ) بَفَتْحِ الطَّاءِ وَكَسْرِ اللَّامِ جَمْعُ طَيْلَسَانَ وَهُوَ ثَوْبٌ مَعْرُوفٌ. وَفِي الْقَامُوسِ: الطَّيْلَسُ وَالطَّيْلَسَانُ مِثْلَةُ اللَّامِ عَنْ عِيَاضٍ وَغَيْرِهِ مَعْرَبٌ، أَصْلُهُ تَالِسَانٌ جَمَعَهُ الطَّيَالِسَةُ وَالْهَاءُ فِي الْجَمْعِ لِلْعَجْمَةِ. وَاسْتَدْلَ بِهَذَا الْحَدِيثُ عَلَى ذِمِّ لِبْسِهِ. وَرَوَاهُ السَّيُوطِيُّ فِي رِسَالَةِ سَمَائِهَا طِي اللِّسَانِ عَنْ الطَّيْلَسَانِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ).

٥٤٧٩ - (وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷻ: يَأْتِي الدَّجَالُ) أَي يَظْهَرُ فِي الدُّنْيَا أَوْ

(١) الجامع الصغير ٤٧٢/٢ حديث رقم ٧٧١٤.

الحديث رقم ٥٤٧٨: أخرجه مسلم في صحيحه ٢٢٦٦/٤ حديث رقم (١٢٤. ٢٩٢٤) وابن ماجه في السنن ١٣٥٩/٢ حديث رقم ٤٠٧٧.

الحديث رقم ٥٤٧٩: أخرجه البخاري في صحيحه ١٠١/١٣. حديث رقم ٧١٣٢. والترمذي ٤٤٦/٤ حديث رقم ٢٢٤٢. وأحمد في المسند ٣٢/٥.

كالجمعة، والجمعة كالיום، واليوم كأضطرام السَّعْفَةِ في النار. رواه في «شرح السنة».

٥٤٩٠ - (٢٧) وعن أبي سعيد الخدري، قال: قال رسول الله ﷺ: «يَتَّبِعُ الدَّجَالُ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا عَلَيْهِمُ السَّيْجَانُ». رواه في «شرح السنة».

٥٤٩١ - (٢٨) وعن أسماء بنت يزيد، قالت: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي بَيْتِي، فَذَكَرَ الدَّجَالَ، فَقَالَ: «إِنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ ثَلَاثَ سِنِينَ: سَنَةٌ تُمْسِكُ السَّمَاءَ فِيهَا ثُلُثُ قَطْرِهَا، وَالْأَرْضُ ثُلُثُ نَبَاتِهَا. وَالثَّانِيَةُ تُمْسِكُ السَّمَاءَ ثُلْثِي قَطْرِهَا، وَالْأَرْضُ ثُلْثِي نَبَاتِهَا. وَالثَّالِثَةُ تُمْسِكُ السَّمَاءَ قَطْرَهَا كُلَّهُ، وَالْأَرْضُ نَبَاتَهَا كُلَّهُ. فَلَا يَبْقَى

أَيُّ مِنَ السَّنَةِ (كَالْجُمُعَةِ) أَيُّ كَالْأُسْبُوعِ (وَالْجُمُعَةُ) يَعْنِي الْأُسْبُوعُ مِنَ الشَّهْرِ (كَالْيَوْمِ) أَيُّ كَالنَّهَارِ (وَالْيَوْمُ) كَأُضْطَرَامِ السَّعْفَةِ فِي النَّارِ بِفَتْحَتَيْنِ وَاحِدَةِ السَّعْفِ وَهُوَ غَصْنُ النَّخْلِ، أَيُّ كَسْرَةِ التَّهَابِ النَّارِ بَوْرُقِ النَّخْلِ، وَالْأُضْطَرَامُ الْإِلْتِهَابُ وَالْإِشْتِعَالُ. فَالْمَعْنَى: إِنَّ الْيَوْمَ كَالسَّاعَةِ. (رواه) أَيُّ الْبُخَارِيِّ (فِي شَرْحِ السَّنَةِ) أَيُّ بِإِسْنَادِهِ.

٥٤٩٠ - (وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: يَتَّبِعُ الدَّجَالُ مِنْ أُمَّتِي) أَيُّ أُمَّةِ الْإِجَابَةِ أَوْ الدَّعْوَةِ وَهُوَ الْأَظْهَرُ لَمَّا سَبَقَ أَنَّهُمْ مِنْ يَهُودِ أَصْفَهَانَ. (سَبْعُونَ أَلْفًا عَلَيْهِمُ السَّيْجَانُ) بِكَسْرِ السَّيْنِ جَمْعُ سَاجٍ كَتَيْجَانٍ وَتَاجٍ، وَهُوَ الطَّلِيسَانُ الْأَخْضَرُ. وَقِيلَ: الْمَنْقُوشُ يَنْسَجُ كَذَلِكَ. قَالَ ابْنُ الْمَلِكِ: أَيُّ إِذَا كَانَ أَصْحَابُ الثَّرْوَةِ سَبْعِينَ أَلْفًا فَمَا ظَنُّكَ بِالْفُقَرَاءِ. قُلْتُ: الْفُقَرَاءُ لَكُونَهُمْ مَفْلِسِينَ هُمْ فِي أَمَانِ اللَّهِ إِلَّا إِذَا كَانُوا طَامِعِينَ فِي الْمَالِ وَالْجَاهِ فَهَمُّ فِي الْمَعْنَى مِنْ أَصْحَابِ الثَّرْوَةِ التَّابِعِينَ لِتَحْصِيلِ الْكَثْرَةِ، سَوَاءٌ يَكُونُ مَتَّبِعُهُمْ عَلَى الْحَقِّ أَوْ الْبَاطِلِ كَمَا شُوْهِدَ فِي الْأَزْمَةِ السَّابِقَةِ مِنْ أَيَّامِ يَزِيدَ وَالْحِجَاجِ وَابْنِ زِيَادٍ، وَهَكَذَا يَزِيدُ الْفَسَادُ كُلُّ سَنَةٍ بَلْ كُلُّ يَوْمٍ فِي الْبِلَادِ فَيَتَّبِعُ الْعُلَمَاءُ الْعِبَادَ وَالْمَشَايخُ الزُّهَادَ عَلَى مَا يَشَاهِدُ بَشَرُ الْعِبَادِ لِلْأَغْرَاضِ الْفَاسِدَةِ وَالْمَنَاصِبِ الْكَاسِدَةِ، وَنَسَأَلُ اللَّهَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ وَحَسَنَ الْخَاتِمَةِ. (رواه فِي شَرْحِ السَّنَةِ) قِيلَ: فِي سَنَةِ أَبُو هَارُونَ وَهُوَ مَتْرُوكٌ.

٥٤٩١ - (وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ) أَيُّ ابْنِ السَّكَنِ (قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ فِي بَيْتِي فَقَالَ: إِنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ) أَيُّ قَدَامِ الدَّجَالِ وَقَبِيلُ زَمَانِ خُرُوجِهِ (ثَلَاثَ سِنِينَ) أَيُّ مُخْتَلِفَةٍ فِي ذَهَابِ الْبَرَكَةِ (سَنَةٍ) بِالرَّفْعِ، وَفِي نَسْخَةٍ بِالنَّصْبِ. (تُمْسِكُ السَّمَاءَ) أَيُّ تُمْنَعُ بِإِمْسَاكِ اللَّهِ (فِيهَا) أَيُّ فِي تِلْكَ السَّنَةِ (ثُلُثُ قَطْرِهَا) بِفَتْحِ الْقَافِ أَيُّ مَطَرُهَا الْمَعْتَادُ فِي الْبِلَادِ (وَالْأَرْضُ) أَيُّ وَتُمْسِكُ الْأَرْضُ (ثُلُثُ نَبَاتِهَا) أَيُّ وَلَوْ كَانَتْ تَسْقَى مِنْ غَيْرِ الْمَطَرِ. (وَالثَّانِيَةُ) أَيُّ السَّنَةِ الثَّانِيَةِ وَهِيَ بِالرَّفْعِ وَيَجُوزُ نَصْبُهَا إِمَّا عَلَى الْبَدَلِيَّةِ وَإِمَّا عَلَى الظَّرْفِيَّةِ. (تُمْسِكُ السَّمَاءَ ثُلْثِي قَطْرِهَا وَالْأَرْضُ ثُلْثِي نَبَاتِهَا، وَالثَّالِثَةُ تُمْسِكُ السَّمَاءَ قَطْرَهَا كُلَّهُ وَالْأَرْضُ نَبَاتَهَا كُلَّهُ.) يَعْنِي فَيَقَعُ الْقَحْطُ فِيمَا بَيْنَ أَهْلِ الْأَرْضِ كُلِّهِ وَيَكُونُ الْخَزَائِنُ وَالْكُنُوزُ تَتَّبِعُهُ وَأَنْوَاعُ النِّعَمِ مِنَ الْخَبْزِ وَالشَّمَارِ وَالْأَنْهَارِ مَعَهُ. (فَلَا يَبْقَى) بِالتَّذْكِيرِ

الحديث رقم ٥٤٩٠: أخرجه البخاري في شرح السنة ٦٢/١٥ حديث رقم ٤٢٦٥.

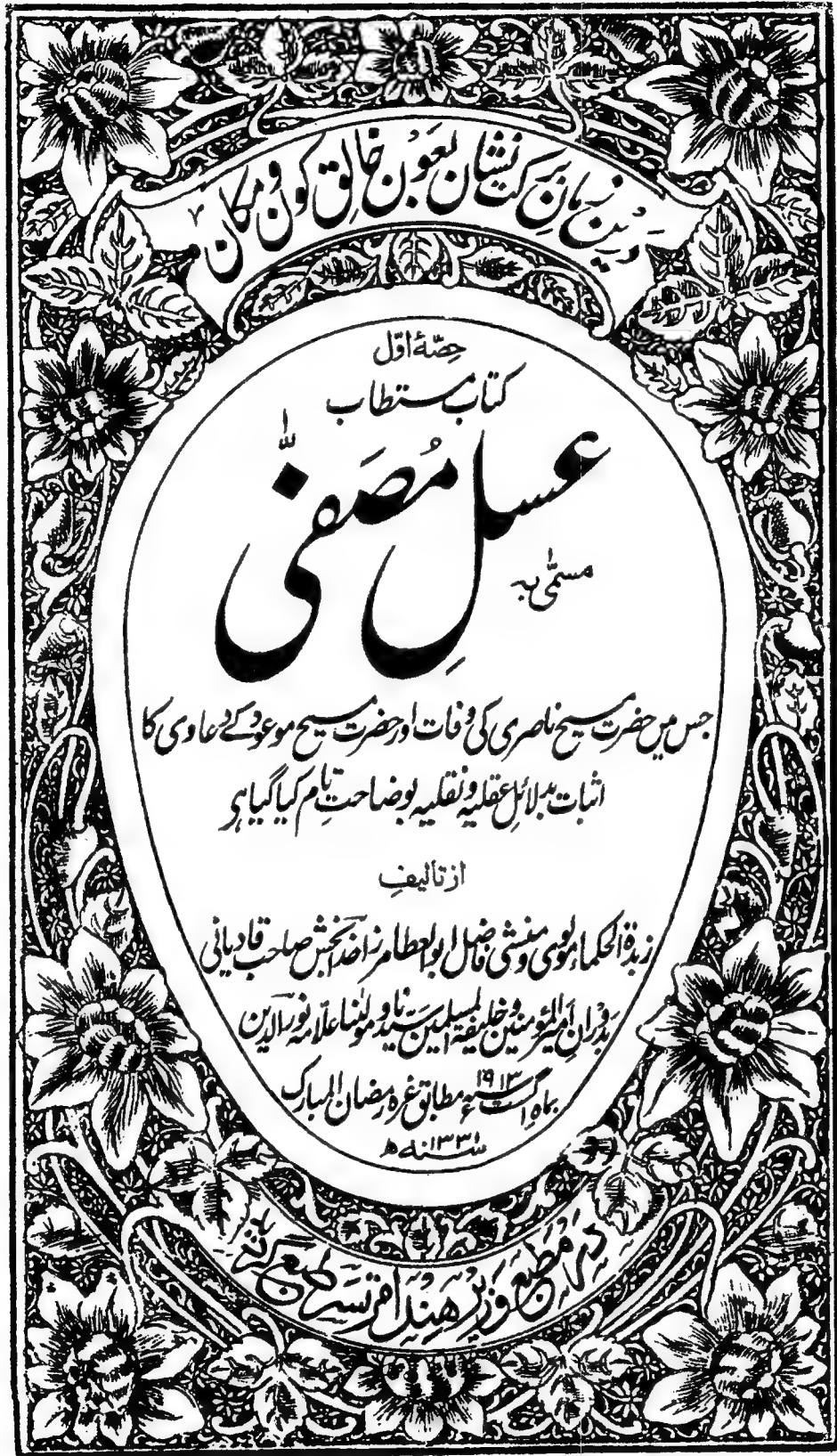
الحديث رقم ٥٤٩١: أخرجه ابن ماجه في السنن ١٣٥٩/٢ حديث رقم ٤٠٧٧. وأحمد في المسند ٤٥٥/٦.

الجزء الاول من الكشاف عن حقائق غوامض
التنزيل * وعيون الاقويل * في وجه
التأويل * للإمام جلاله تاج
الاسلام * فخر خوارزم محمود بن
عمر الزمخشري نور الله جفاته *
ورفع في الجنة درجته
آمين



صاحبنا وان كان هذا صاحبنا فحين عيسى وقال بعضهم رفع الى السماء وقال بعضهم الوجه وجه عيسى والبدن بدن صاحبنا (فان قلت) شبهه مستند الى ماذا ان جعلته مستند الى المسيح فالمسيح شبهه وليس شبهه وان استندته الى المقتول فالمقتول لم يجره ذكر (قلت) هو مستند الى الجاروا والمجرو وهو (لهم) كقولك خيل اليه كانه قبل ولكن وقع لهم التشبيه ويجوز ان يستند الى خير المقتول لان قوله انما قلنا يدل عليه كانه قبل ولكن شبه لهم من قتلوه (الاتباع الظن) استثناء منقطع لان اتباع الظن ليس من جنس العلم بمعنى ولكنهم يتبعون الظن (فان قلت) قد وصفوا بالشك والشك ان لا يرجع احد الجاهزين ثم وصفوا بالظن والظن ان يرجع احد هما فكيف يكونون شاكين ظانين (قلت) اريد انهم شاكون من علمهم من علم قاطع وليس كذلك ان لا يستلزم اماره قتلوا فذلك (وما قتلوه يقينا) وما قتلوه قتلوا يقينا وما قتلوه متيقنين كما اذ هو اذ كان قولهم انما قتلنا المسيح او جعله يقينا كذا القوله وما قتلوه كقولك ما قتلوه حقاً أي حق استماعاً قتلوه حقاً وقبل هو من قولهم قتلنا الشيء علماً ومجرته علماً اذا بالغ فيه علمك وفيه تهكم لانه اذا اتقوا عنهم العلم تقيا كليا جهز الاستغراق ثم قيل وما علوه علم يقين واساطة لم يكن الاتهام كاهنهم (ليؤمن به) جلة قبيحة واقعة صفة لموصوف عذوف تقديره وان من أهل الكتاب احد الا ليؤمن به وهو وما لنا الا له مقام معلوم وان منكم الا وادها والمعنى وان من اليهود والنصارى احد الا ليؤمن قبل موته بعيسى وبأنه عبد الله ورسوله يعني اذا عاين قبل ان ترعه روحه حين لا يتفقه ايمانه لا تقطاع وقت التكليف وعن شهر بن حوشب قال في الجباية آية ما قرأتها الا تضالج في نفسي شيء منها يعني هذه الآية وقال اني اوتيت بالاسير من اليهود والنصارى فأشرب عنقه فلا أسمع منه ذلك فقلت ان اليهودي اذا حضره الموت شرب الملائكة دبره ووجهه وقالوا بعدوا عنه انما عيسى نبياً فكذب به فيقول أنت أنت عبد نبي وتقول له نصراني انما عيسى نبياً فزعت أم الله أو ابن الله فيؤمن أنه عبد الله ورسوله حيث لا يتفقه ايمانه قال وكان منكنا فاستوى جالساً فخراني وقال من قلت حدثني محمد بن علي ابن الحنفية فأخذني شكت الارض بضيقه ثم قال لقد أخذتهم من حين صافية ومن معي فيها قال الكلبي فقلت له ما أردت اني أن تقول حدثني محمد بن علي ابن الحنفية قال أردت أن أغضبه بصفي زيادة اسم علي لانه مشهور بابن الحنفية وعن ابن عباس أنه فسر ذلك فقال له عكرمة فان أنا رجل ضرب عنقه قال لا يخرج نفسه حتى يجر لها شقته قال وان خرم من فوق بيتاً واحترق أو أكله سبع قال يتكلم بها في الهواء ولا يخرج روحه حتى يؤمن به وتدل عليه قراءة أبي اليزم من به قبل موته بضم التون على معنى وان منهم أحد الا ليؤمنون به قبل موته لان أحد يصلح للجمع (فان قلت) ما قلناه الاخبار بايمانهم بعيسى قبل موته (قلت) قلناه الوعد وليكون علمهم بأنهم لا يذاهبون من الايمان به من قريب عند المعاشنة وأن ذلك لا يتفقه بمثالهم وتبيينه على معاجلة الايمان به في أوان الاتساع به وليكون الزاماً للجنة لهم وكذلك قوله (ويوم القيامة يكون عليهم شهداء) يشهد على اليهود بأنهم كذبو وعلى النصارى بأنهم دعوا ابن الله وقيل الضمير ان لعيسى يعني وان منهم أحد الا ليؤمن من بعيسى قبل موته بعيسى وهم أهل الكتاب الذين يكونون في زمان نزله روي أنه ينزل من السماء في آخر الزمان فلا يبقى أحد من أهل الكتاب الا يؤمن به حتى تكون الله واحدة وهي له الاسلام ويهلك الله في زمانه المسيح الدجال وتقع الامنة حتى ترفع الاسود مع الابل والنور مع البقر والذئب مع الفم ويلعب الصبيان بالحيات ويلعب في الارض أربعة من سنة ثم يوفى ويصل عليه المسلمون ويدفنون ويحور أن يراد أنه لا يبقى أحد من جميع أهل الكتاب الا ليؤمن من به على ان الله يحصيهم في قبورهم في ذلك الزمان ويعلمهم نزله وما أنزل له ويؤمنون به حين لا يتفقه ايمانهم وقيل الضمير في يرجع الى الله تعالى وقيل الى محمد صلى الله عليه وسلم (فبظلم من الذين هادوا) فبأي ظلم ظلمهم والمعنى ما حرمنا عليهم الطيبات الا ظلم عظيم ارتكبه وهو ما عاهدناهم من الكفر والكبر العتلية والطيبات التي حرمنا عليهم ما ذكره في قوله وعلى الذين هادوا حرمنا كل ذي ظفر وحرمنا عليهم الابان وظلنا أذنبا ذنباً صغيراً أو كبيراً حرم عليهم بعض الطيبات من الطعام وغيرها (ويشهدهم عن ميل الله كثيراً) ناساً كثيراً أو صعداً كثيراً (بالباطل) بالرشوة التي كانوا يأخذونها من سفطهم في شريف الكتاب (لكن الراسخون) يريد من آمن منهم كعبد الله بن سلام وأخراجه والراسخون في العلم الثابتون فيه المتقنون المستبصرون (والمؤمنون) يعني المؤمنين منهم أو المؤمنون من المهاجرين والانصار

ولكن شبه لهم وان الذين اختلصوا
فيه اني شك منه ما لهم به من علم الا
اتباع الظن وما قتلوه يقيناً بل دفعه
الله السوء وكان الله عزيزاً حكيماً
وان من أهل الكتاب الا ليؤمن
به قبل موته ويوم القيامة يكون
عليهم شهداء فيظلم من الذين
هادوا حرمنا عليهم طيبات أحلت
لهم وبما عاهدناهم من سبيل الله كثيراً
وأخذهم الزبوا وقد سخرناهم
وأكلهم أموال الناس بالباطل
وأعدنا للكافرين منهم عذاباً أليماً
لكن الراسخون في العلم منهم
والمؤمنون



ان تمام حالات بالا سے ظاہر ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں تقدیم و تاخیر فرمائی ہے وہاں ضرور کوئی نہ کوئی حکمت رکھی ہے۔ اور پھر تو خود اللہ تعالیٰ نے ہی اپنے علم قدیم سے ان میں تقدیم و تاخیر کو روار کیا ہے لیکن اب کون عالم یا ملا یا صوفی ہے کہ اس حکیم مطلق کی نظم کو اپنی محدود عقل سے تغیر و تبدیل دے سکے اس کی فصیح و ابلغ کلام میں ایسی بیجا مداخلت کرنا یہودیوں کی تخریف سے کم نہیں +

بعض عقل کے اندھے آیت وَاسْتَجِبْ عَنِّي وَاتَّكِبْ عَلَيَّ مِمَّا لَكَ الْبَعِثِينَ کو استدلال میں پیش کیا کرتے ہیں کہ سجدہ اول ہے حالانکہ رکوع پہلے ہوا کرتا ہے اگر ان معترضین کو علم ہوتا کہ شریعت موسوی میں جو نماز مقرر ہے اس میں سجدہ نہیں ہوتا تو کبھی بھی اعتراض نہ کرتے۔ ان کے ہاں سجدہ الگ عبادت ہے جس کو ان کی نماز سے تعلق ہی نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو دو باتوں کا حکم دیا ہے کہ تم سجدہ بھی کرو۔ اور نمازیوں کے ساتھ نماز بھی پڑھ لیا کرو۔ جیسے کوئی کہے کہ میاں نماز اور نوافل پڑھ لیا کرو جس سے مراد ہے کہ نماز فرضیہ بھی ادا کیا کرو اور نوافل کی نماز بھی حالانکہ نوافل خود نماز ہے مگر کون نہیں جانتا کہ نماز فرضیہ اور ہے اور نماز نوافل اور یہی بات آیت مذکورہ بالا میں ہر مکتبہ پڑھنا اولیٰ الکتاب +

آٹھویں فصل

اس باب میں کہ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِقَوْلِ
مُؤْتَدٍ كَيْسٍ هُنَّ

آیت بالا کی نسبت جہاں تک تفسیروں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے یہی ثابت ہوتا ہے کہ علماء و پر اس آیت کی اصل حقیقت منکشف نہیں ہوئی۔ اور اسی واسطے انہوں نے بڑے ہاتھ پاؤں مارے ہیں اور جتنا ان بزرگوں نے اس کو صاف کرنا چاہا ہے و تناسلی اختلاف بڑھتا چلا گیا ہے۔ اول ہم ذیل میں ان کے معانی کا خلاصہ اپنی زبان میں بیان کر دیتے ہیں اور بعد ہم دکھائیں گے کہ اس کے حقیقی معنی کیا ہیں +

واضح ہو کہ جس قدر علمائے اس آیت پر طبع آزمائی کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اپنی قلم کے گھوڑے کو اس کے معانی کے میدان میں دوڑایا ہے۔ اُن کی انتہائی دوش کی حد یہاں تک پہنچی ہے جو ذیل میں دکھلائی جاتی ہے اور جس سے آگے وہ کچھ نہیں دکھلا سکی (۱) ایک گروہ یہ معنی کرتا ہے کہ ہر ایک اہل کتاب اپنی موت سے پہلے حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لاتا ہے +

(۲) ایک دوسرا گروہ ہے جو یہ معنی کرتا ہے کہ ہر اہل کتاب مسیح کی موت سے پہلے ایمان لا کر مرتا ہے +

(۳) تیسرا گروہ وہ یوں کہتا ہے۔ کہ جب حضرت مسیح آخری زمانہ میں نازل ہونگے۔ اور اُس وقت جس قدر اہل کتاب روئے زمین پر ہونگے۔ وہ سب مسیح کی وفات سے پہلے ایمان لائینگے +

(۴) بعض یہ معنی کرتے ہیں کہ ہر اہل کتاب اپنی موت سے پہلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہو (۵) بعض یہ معنی کرتے ہیں کہ ہر اہل کتاب اپنی موت سے پہلے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے +

(۶) اور بعض وہ لوگ ہیں جو یہ معنی بھی کرتے ہیں کہ جب کسی انسان کو اچانک زندہ پھاڑ کھا جاتا ہے۔ یا چھت پر سے گر کر مر جاتا ہے۔ یا آگ میں جل کر مر جاتا ہے۔ تو اُس کی روح نہیں نکلتی جب تک وہ مسیح پر ایمان نہیں لاتا +

یہ چھ قسم کے معانی علماء و متقدمین و متاخرین نے کئے ہیں اور یہی معانی میری نظر سے گذرے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر علماء و مفسرین کو یقینی معنی معلوم ہوتے۔ تو وہ کیونکر اس قدر جھگڑ کھاتے اور کیوں دُور از قیاس آراءے ظاہر کرتے جب ہم غور سے ان معانی پر نظر کرتے ہیں تو سیاق و کلام اور نیز مشاہدہ کے خلاف پاتے ہیں۔ چنانچہ جو لوگ کہتے ہیں کہ ہر اہل کتاب اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان لاتا ہے۔ یہ مشاہدہ کے رو سے سراسر غلط ہے۔ کیونکہ کوئی یہودی اپنی موت سے پہلے یا موت کے وقت مسیح علیہ السلام پر ایمان لاتے ہوئے نہیں سنا گیا میں نے خود یہودیوں سے بمقام کراچی دریافت کیا ہے کہتے ہیں کہ یہ بات بالکل بے بنیاد ہے۔ پھر ہم تفسیر کبیر میں صفحہ ۵۰۴ دیکھتے ہیں کہ علامہ محمد الدین

رازی فرماتے ہیں۔ اِنَّا نَرَى الْكَثْرَ الْيَهُودِيَّوْنَ لَا يُؤْمِنُونَ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِعِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ بِنِ
ہم اکثر یہودیوں کو مرتے ہوئے دیکھتے ہیں لیکن وہ مسیح علیہ السلام پر ایمان نہیں لاتے۔
پھر آگے چلکر وہ حجاج کا قول نقل کرتے ہیں جس میں لکھا ہے مَرَدِي عَنْ شَهْرَبْنِ خَوْشَبِ
قَالَ قَالَ الْحَجَّاجُ اِنِّي صَافَرْتُ الْكَلَّا وَفِي نَفْسِي مِنْهَا لَشَيْءٌ يَكْفِي هَذِهِ الْاُيَّةَ فَاِنِّي
اَضْبَابُ عُنُقِ الْيَهُودِيَّوْنَ وَلَا اَسْمَعُ مِنْهُ ذَلِكُ۔ بنے شہر بن خوشب سے۔ روایت بیان
کرتے ہیں کہ حجاج نے کہا تھا کہ جب کبھی میں اس آیت کو پڑھتا تو ہمیشہ میرے دل میں ایک
ظلمان سارہتا۔ کیونکہ جب میں یہودی کی گردن مارتا ہوں تو میں اُس سے کوئی اس کی تصدیق
نہیں پاتا۔ علاوہ ان کے مجھے آج تک ایسا کوئی مولوی یا کوئی اور آدمی نہیں ملا جس نے
چشم دید گواہی دی ہو کہ اُس نے کسی یہودی کو عیسے علیہ السلام پر ایمان لاتے دیکھا یا سنا
ہے۔ اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ دنیا میں ایک بھی آدمی نہیں جو اس امر کی تصدیق
کرے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ روزمرہ کا شاہد و تفسیر بالاکسخت تکذیب کرتا ہے۔ ایسی
حالت میں یہ معنی کیونکر قبول ہو سکتے ہیں ورنہ مستر ان شریف کی تکذیب لازم آئیگی۔
رہے دوسرے معنی کہ ہر اہل کتاب مسیح علیہ السلام کی موت سے پہلے مسیح پر ایمان لاتا ہے
سو اس کی نسبت واضح ہو کہ یہ معنی بھی سراسر لغو اور یہودہ ہیں۔ کیونکہ جو لوگ اس بات کے
قائل ہیں کہ عیسے علیہ السلام نا حال زندہ ہیں۔ تو ان کو ثابت کرنا چاہئے کہ آج سے بیکراہ سو
سوس و پرتک یعنی اُس تاریخ تک کہ حضرت عیسے علیہ السلام ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے
کل یہودی اپنی موت سے پہلے ان پر ایمان لاتے رہے ہوں۔ اور ایک یہودی بھی اُن
پر ایمان لانے سے باہر نہیں رہا کوئی اس امر کا ثبوت ہرگز نہیں دے سکتا۔ تو پھر ایسے
معنی کرنا سوائے قرآن کریم کے جھٹلانے کے اور کیا متصور ہو سکتا ہے۔ رہے یہ معنی
کہ ہر اہل کتاب اللہ تعالیٰ پر ایمان لاکر مرنے سے اول تو یہ بات بھی تصدیق طلب ہے اور اگر
ماں بھی لیں تو اُس میں ہیں کوئی اعتراض نہیں وہ اگر ایمان لائے اور ضرور لائے ہونگے
تو ایسا ایمان بھی اُن کو کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ جب وہ وقت کے نبی پر ایمان نہیں
لاتے رہے اور یہ معنی بھی سیاق کلام کے خلاف ہیں۔ ایسا ہی یہ معنی کہ ہر اہل کتاب
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے۔ ثبوت طلب ہیں۔ یہی بھی ایسے

رازی فرماتے ہیں۔ اِنَّا نَرَى الْاَكْثَرَ الْيَهُودَ يَمُوتُونَ وَلَا يَوْمُ مَنُوزٍ يَعْنِي عَلَيْهِ السَّلَامُ بِنِسْبَةِ
ہم اکثر یہودیوں کو مرتے ہوئے دیکھتے ہیں لیکن وہ مسیح علیہ السلام پر ایمان نہیں لاتے۔
پھر آگے چلکر وہ حجاج کا قول نقل کرتے ہیں جس میں لکھا ہے مَرَدِي عَنْ شَهْرَبْنِ خَوْشَبِ
قَالَ قَالَ الْحَجَّاجُ اِنِّي صَافَرْتُ الْعَالَا وَفِي نَفْسِي مِنْهَا شَيْءٌ يَعْنِي هَذِهِ الْاُويَّةُ فَاِنِّي
اَضْبَابُ عَنَقِ الْيَهُودِي وَلَا اَسْمَعُ مِنْهُ ذَلِكَ۔ یعنی شہر بن حوشب سے۔ روایت بیان
کرتے ہیں کہ حجاج نے کہا تھا کہ جب بھی میں اس آیت کو پڑھتا تو ہمیشہ میرے دل میں ایک
ظلمان سارہتا۔ کیونکہ جب میں یہودی کی گردن مارتا ہوں تو میں اُس سے کوئی اس کی تصدیق
نہیں پاتا۔ علاوہ ان کے مجھے آجنگ ایسا کوئی مولوی یا کوئی اور آدمی نہیں ملا جس نے
چشم دید گواہی دی ہو کہ اُس نے کسی یہودی کو عیسے علیہ السلام پر ایمان لاتے دیکھا یا سنا
ہے۔ اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ دنیا میں ایک بھی آدمی نہیں جو اس امر کی تصدیق
کرے جس صاف ظاہر ہے کہ روزمرہ کا شاہد و تفسیر بالاکا سخت تکذیب کرتا ہے۔ ایسی
حالت میں یہ معنی کیونکر قبول ہو سکتے ہیں ورنہ مستر۔ ان شریف کی تکذیب لازم آئیگی۔
رہے دوسرے معنی کہ ہر اہل کتاب مسیح علیہ السلام کی موت سے پہلے مسیح پر ایمان لاتا ہو
سو اس کی نسبت واضح ہو کہ یہ معنی بھی سراسر لغو و بیہودہ ہیں۔ کیونکہ جو لوگ اس بات کے
قائل ہیں کہ عیسے علیہ السلام نا حال زندہ ہیں۔ تو ان کو ثابت کرنا چاہئے کہ آج سے بیکراہ سو
سے اوپر تک یعنی اُس تاریخ تک کہ حضرت عیسے علیہ السلام ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے
کل یہودی اپنی موت سے پہلے ان پر ایمان لاتے رہے ہوں۔ اور ایک یہودی بھی اُن
پر ایمان لانے سے باہر نہیں رہا کوئی اس امر کا ثبوت ہرگز نہیں دیکھتا۔ تو پھر ایسے
معنی کرنا سوائے قرآن کریم کے جھٹلانے کے اور کیا متصور ہو سکتا ہے۔ رہے یہ معنی
کہ ہر اہل کتاب اللہ تعالیٰ پر ایمان لاکر مرنے والے تو یہ بات بھی تصدیق طلب ہے اور اگر
ان بھی نہیں تو اُس میں بہن کوئی اعتراض نہیں وہ اگر ایمان لائے اور ضرور لائے ہونگے
تو ایسا ایمان بھی اُن کو کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ جب وہ وقت کے نبی پر ایمان نہیں
لاتے رہے اور یہ معنی بھی سیاق کلام کے خلاف ہیں۔ ایسا ہی یہ معنی کہ ہر اہل کتاب
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے۔ ثبوت طلب ہیں۔ یہی بھی ایسے

اس واسطے نہیں بنائی تاکہ تمہارا امتحان لے کہ جو کچھ تم نے دیا ہے اُس میں کہا تک علم راہد اور اطاعت کرتے ہیں۔ اس آیت سے بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی منشا ہی نہیں کہ کبھی بھی لوگ ایک مذہب پر ہو جائیں پھر کوئی تسلیم کر لیا جائے کہ آیت زیر بحث کے یہ معنی ہیں کہ مسیح کے نزول کے وقت جس قدر ال کتاب ہو گئے وہ سب کے سب ایمان لائیں گے۔ اگر ایسا مان لیں تو قرآن کریم کی اس آیت کی تکذیب لازم آتی ہے +

اب ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں میں ناقیامت عداوت رہی سب کے سب کیونکہ ایمان لاسکتے ہیں۔ اگر وہ لوگ سب کے سب ایمان لائیں تو یہ آیات غلط ثابت ہوتی ہیں۔ لہذا وہ معنی جو علماء کرتے ہیں غلط ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں بطلان کو کچھ نہیں دیکھ سکتی۔ بہر حال علماء کی غلطی ہے۔ کہ وہ دو راز قیاس معنی کرتے ہیں +

جس قدر ان آیات کی تاویل کی گئی ہے۔ صلی معنوں پر واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے کی گئی ہے لیکن یہ سب بائیں عقل اور فطرت اللہ کے خلاف ہیں۔ کیونکہ اس قسم کے خیالات عام جہلا میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے ملک کے عام جہلا میں ہندوؤں اور عام کفار کی نسبت یہ خیال ہے کہ جب کوئی ہندو مرنے لگتا ہے تو فرشتے اُس کو اکروکھ دیتے اور طرح طرح کی ایذا میں پہنچاتے ہیں اور جب تک لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ زبان پر نہیں لاتا تو فرشتے برا بر اُس کو مارتے رہتے ہیں۔ اور جب وہ کلمہ طیبہ پڑھتا ہے تو پھر اُس کی روح پرواز کرتی ہے۔ لیکن آجنگ کوئی مسلمان مجھے ایسا نہیں ملا جس نے کسی ہندو کو مرتے ہوئے کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے دیکھا ہو۔ خود ہندو ہمارے پاس یہ رہتے ہیں۔ اور کئی ایک ہندوؤں کو میں نے جیشم خود مرتے ہوئے بھی دیکھا ہے لیکن۔ کچھ کچھ بھی ایک ہندو ایسا ثابت نہیں ہوا۔ جس نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اظہار اپنی زبان سے کیا ہو۔ یا یہ کہ مرتے ہوئے کسی مسلمان کو اپنے پاس طلب کیا ہو۔ یا کسی ہندو نے اپنے کسی بزرگ کو کلمہ پڑھتے ہوئے سنا کہ آئندہ مسلمانوں کے پاس جا کر ایمان کا اقرار کیا ہو کہ چونکہ ہمارے فلاں بزرگ نے مرتے ہوئے اس پاک کلمہ کو جو مسلمان پڑھا کرتے ہیں۔ پڑھا تھا جس کی وجہ سے نزع کے کرب اور قلق سے اس کو سہات مل گئی تھی۔ یا یہ کہ اُس نے وصیت کی ہو کہ مسلمان نہ ہونے کی وجہ سے مجھ پر ایسے

ہی دور از قیاس ہیں۔ جیسے پہلے نمبر میں دکھلائے گئے ہیں۔ کیونکہ کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ کہ ہر یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موت سے پہلے ایمان لا کر مرتا ہے۔ رہے یہ معنی کہ نزول کے بعد جس قدر اہل کتاب ہونگے۔ وہ سب کے سب مسیح پر ایمان لائیں گے سو وہ بوجہات ذیل درست نہیں +

رَأَوَّلَ آيَتٍ وَجَّاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ قَوْمَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ۚ

خلاف ہے۔ یعنی تیرے تابعین کو کفار پر قیامت کے دن تک غالب رکھوں گا۔ آل عمران
 رکوع ۶۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ تمام اہل بیہود ایک مذہب پر نہیں چسکتے۔

(دوم) آیت فَأَعْمَيْنَا بَيْتَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ کے خلاف ہے یعنی ہم نے عیسائیوں اور یہودیوں میں قیامت تک عداوت اور بغض ڈال دیا ہے۔ سورۃ المائدہ رکوع ۳۔ بہ طور ہی مضمونہ و جز آیت اول میں ہے چنانچہ اس آیت کے متعلق تفسیر ابن جریر میں یوں لکھا ہے دیکھو تفسیر ابن جریر جلد ۱ صفحہ ۱۷۰ +

یَعْنِي لَعَالَى ذِكْرُهُ بِقَوْلِهِ وَالْقَيْنَا بَيْنَهُمْ عَهْدًا وَ
وَالْبُعْضَاءُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ بَيْنَ الْيَهُودِ
وَالنَّصَارَى *

حدَّثَنِي اَبْنُ اَبِي اَبِي مُوَحَّدٍ يَقِيَّةً قَالَ
 نَاشِئًا عَنْ اَبْنِ اَبِي نُجَيْمٍ عَنْ مُجَاهِدٍ
 وَالْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعِدَاةَ وَالْبَعْضَاءُ اِلَى
 يَوْمِ الْقِيَامَةِ اَلْيَهُودُ وَالنَّصَارَى
 مَثْنِي نے میرے پاس روایت کی کہ حذیفہ
 نے اُن کے پاس اور شبل نے اُن کے پاس
 اور اُن کے پاس ابن ابی نجیم
 نے اور ان کے پاس مجاہد نے کہ آیت القینا بینہم
 العداء والبعضاء میری اور نصاریٰ میں

رسوم، آیت وَالْقِيَابَ بِكُمُ الْعِلَاقَةُ وَالْبَعْضَاءُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ یہ ہے ان میں قیامت تک دشمنی اور کینہ قائم کر دیا ہے۔ سورۃ المائدہ رکوع ۵ +
(چہارم) آیت وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ تَبَاوَأْتُمْ فِيمَا أَنتُمْ كُفْرًا کے خلاف ہے دیکھو سورۃ المائدہ رکوع ۵ +

اور اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوتی تو ہم سب کو ایک ہی امت بناتا لیکن خدا تعالیٰ نے ایک امت

اسو سٹے نہیں بنائی تاکہ تمہارا امتحان لے کہ جو کچھ تم نے دیا ہے اس میں کہاں تک علم و ادب اور اطاعت کرتے ہیں۔ اس آیت سے بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی منشا ہی نہیں کہ کبھی بھی لوگ ایک مذہب پر ہو جائیں پھر کوئی تسلیم کر لیا جائے کہ آیت زیر بحث کے یہ معنی ہیں کہ مسیح کے نزول کے وقت جس قدر اہل کتاب ہونگے وہ سب کے سب ایمان لائیں گے۔ اگر ایسا مان لیں تو قرآن کریم کی اس آیت کی تکذیب لازم آتی ہے *

اب ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں میں تاقیامت عداوت پہلے ہی سب کے سب کیونکہ ایمان لاسکتے ہیں۔ اگر وہ لوگ سب کے سب ایمان لائیں تو یہ آیات غلط ثابت ہوتی ہیں۔ لہذا وہ معنی جو علماء کرتے ہیں غلط ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں مطلقان کو جگہ نہیں دیتی بہر حال علماء کی غلطی ہے۔ کہ وہ دو راز قیاس معنی کرتے ہیں *

جس قدر ان آیات کی تاویل کی گئی ہے۔ اصلی معنوں پر واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے کی گئی ہیں۔ لیکن یہ سب باتیں عقل اور فطرت اللہ کے خلاف ہیں۔ کیونکہ اس قسم کے خیالات عام جہلا میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے ملک کے عام جہلا میں ہندوؤں اور عام کفار کی نسبت یہ خیال ہے کہ جب کوئی ہندو مرنے لگتا ہے تو فرشتے اس کو آکر رکھ دیتے اور طرح طرح کی ایذا میں پہنچاتے ہیں اور جب تک کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ زبان پر نہیں لاتا تو فرشتے برابر اس کو مارتے رہتے ہیں۔ اور جب وہ کلمہ طیبہ پڑھتا ہے تو پھر اس کی روح پرواز کرتی ہے۔ لیکن آجنگ کوئی مسلمان مجھے ایسا نہیں ملا جس نے کسی ہندو کو مرنے ہوئے کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے دیکھا ہو۔ خود ہندو ہمارے ہمسایہ میں رہتے ہیں۔ اور کئی ایک ہندوؤں کو میں نے بچشم خود مرنے ہوئے بھی دیکھا ہے لیکن۔ کبھی کبھی بھی ایک ہندو ایسا ثابت نہیں ہوا۔ جس نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اظہار اپنی زبان سے کیا ہو۔ یا یہ کہ مرنے ہوئے کسی مسلمان کو اپنے پاس طلب کیا ہو۔ یا کسی ہندو نے اپنے کسی بزرگ کو کلمہ پڑھتے ہوئے سنا کہ آئندہ مسلمانوں کے پاس جا کر ایمان کا اقرار کیا ہو کہ چونکہ ہمارے فلاں بزرگ نے مرنے ہوئے اس پاک کلمہ کو جو مسلمان پڑھا کرتے ہیں۔ پڑھا تھا۔ جس کی وجہ سے نزع کے کرب اور قلق سے اس کو نجات مل گئی تھی۔ یا یہ کہ اس نے وصیت کی ہو کہ مسلمان نہ ہونے کی وجہ سے مجھ پر ایسے

ایسے دیکھ وار دہوئے ہیں۔ تم اسلام پر ایمان لائیو۔ ورنہ تم بھی سخت عذاب میں گرفتار ہو گے لیکن ہم نے کبھی بھی ایسا کوئی مشاہدہ نہیں کیا۔ یہ سب باتیں لغو اور یہودہ ہیں جن کا کوئی ثبوت نہیں۔

اب ہم مستدرکہ بالا بیان کی تائید میں چند تفاسیر کے حوالہ ذیل میں دینے ضروری سمجھتے ہیں تاکہ یہ سمجھیں کہ ایسے منہ ہمارے کسی کتاب میں نہیں ہیں یہ تم نے خود کر لئے ہیں۔ اور پھر غوراً ظہر ان اختلافات کو دیکھ کر نتیجہ صحیحہ پر پہنچ جائیں۔ ظاہر ہے کہ اگر علماء کو اس آیت کے کسی ایک معنی پر وثوق ہو تا تو پھر کیوں اس قدر اختلاف کرتے۔ دیکھو تفاسیر ذیل۔
(۱) تفسیر ابن جریر طبری جلد ۶ صفحہ ۳۴۲ زیر آیت **وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ** یوں لکھا ہے +

ابن جریر کہتا ہے کہ میرے ہاں مشن نے ان کے پاس اس آیت کے پاس لعلی نے جو میرے روایت کی ہے کہ **لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ** قَالَ فِي قِرَاءَةِ أَبِي قَبْلَ مَوْتِهِمْ وَقَالَ آخِرُونَ يَعْنِي ذَلِكَ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِحُجَّتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ مَوْتِ الْكِتَابِيِّ +

صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی موت سے پہلے ایمان نہ لاوے +
(۲) تفسیر کشاف جلد اول صفحہ ۳۴۵ زیر آیت **وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ** یوں لکھا ہے +

(۱) **وَبِهِ يَكُنْ عَلَيْهِ قِرَاءَةُ أَبِي الْإِلَهِ يُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِمْ بِهَمِّ النَّوْنِ عَلَى مَعْنَى** وَإِنْ مِنْهُمْ مَنَاحِدٌ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِمْ اور منہ یہ ہیں کہ ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے اس دینے سچ پر ایمان نہ لائیگا +

(۲) پھر صفحہ ۳۴۶ پر ہے **وَقِيلَ الضَّمِيرُ فِي بِهِ يَرْجِعُ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى** اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ضمیر بہ اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہو +

(۳) **وَقِيلَ إِلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَنْبَغِي بِهِ يَكْتَبُ** ہیں کہ ضمیر محمد

صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھرتی ہے +

۱۳) تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے +

(۱) آدم و نوح علیہما السلام نے اپنے آپ کو کفار سے روایت بیان کی کہ اللہ تعالیٰ کے قول لَیُّؤْمِنَنَّ بِهِ میں ضمیر ہا سی محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہے۔ بدین قول کہ اہل کتاب جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے نہیں مرنے +

(۲) وَقِيلَ رَاجِعًا إِلَى اللَّهِ عَنَّا وَجَلَّ يَقُولُ فَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَآلِیُّؤْمِنَنَّ بِاللَّهِ عَنَّا وَجَلَّ قَبْلَ مَوْتِهِ عِنْدَ الْمُعَايَنَةِ حَتَّى لَا يَنْفَعَهُ إِيمَانُهُ یعنی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ضمیر مذکور اللہ عزوجل کی طرف راجع ہے۔ بدین معنی کہ کوئی بھی اہل کتاب نہیں مگر وہ اللہ عزوجل پر اپنی موت سے پہلے خدا تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد ایمان لا سکا۔ لیکن اُس وقت اُس کا ایمان اُس کو کچھ مفید نہ ہوگا۔ کیونکہ فرعون نے بھی اظہار ایمان کیا تھا۔ اسکو کیا فائدہ ہوا +

(۴) تفسیر روح المعانی جلد اول صفحہ ۲۱۳۔ زیر آیت مذکورہ بالا یوں لکھا ہے۔ قِيلَ الْقَوْمِ الْأَوَّلِ لِلَّهِ تَعَالَى أَيْضًا إِنَّهُ لَمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ یعنی پہلی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور نیز محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے +

(۵) تفسیر ابو سعید جلد ۳ صفحہ ۴۹۱ میں یوں لکھا ہے +

رَوَانٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، أَيْ مِنَ الْيَهُودِ	یہود اور نصاریٰ اپنی موت سے پہلے اس پر
وَالنَّصَارَى (لَآلِیُّؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ)	ایمان لا ئینگے۔ یہاں ضمیر دوسری یعنی قبل
جَمَلَةٍ قَسْمِيَّةٍ وَقَعَتْ صِفَةُ مَوْصُوفٍ	موت کی ضمیر اہل کتاب کی طرف ہے۔ اور پہلی
مُحَمَّدٍ وَفِي الْبَيْتِ يَرْجِعُ الضَّمِيرُ الشَّارِعِي	ضمیر یعنی ہا کی ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف
وَالْأَوَّلِ يَعْنِي عَلَيْهِ السَّلَامُ أَيْ وَمَا مِنْ	راجع ہے۔ اور کہتے ہیں کہ جب اہل کتاب کی
أَهْلِ الْكِتَابِ أَحَدٌ لَآلِیُّؤْمِنَنَّ بِهِ	روح نکلتی ہے تو اس سے پہلے وہ ایمان
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْلَ أَنْ تَزْهَقَ رُوحُهُ	لاتا ہے۔ اور قبل موت تم بھی قرارت آتی ہے
بِأَنَّهُ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ إِنَّهُ قَسْرِي	اور ابن عباس بھی اسی طرح جمع کی ضمیر بیان کرتے

لَيْسَ مِنْ بِيَدِهِ قَبْلَ مَوْتِهِمْ بَعْضَ السُّوْنِ اَوْ اَنْ
 اَحَدًا اِنِّي مَعْجِدُ الْجَمْعَ وَعِنَ ابْنِ عَبَّاسٍ
 رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا اَنَّهُ فَسَّرَهُ كَذَلِكَ
 وَعَنِ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ لِي الْحُجَّاجُ اَيُّهُ
 مَا تَرَأَوْا تَهْلَاكًا اَمْ تَحَايِمٌ فِي نَفْسِهِ شَيْءٌ مِنْهَا يَنْفَعُ
 هَذِهِ الْاُيُوهَ وَقَالَ اِنِّي اُوتِي بِالْاَوْسَمِ مِنَ
 الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى فَاصْرَبْتُ عَنْقَهُ فَلَا
 اَسْمَعُ مِنْهُ ذَلِكَ فَقُلْتُ اِنَّ الْيَهُودَ اِذَا احْضَرُوا
 الْمَوْتَ صَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ دُبْرَهُ وَوَجْهَهُ
 وَقَالُوا يَا عَدُوَّ اللَّهِ اِنَّكَ عَيْبٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 نَبِيًّا لَكَ دَبْتُ بِهِ فَيَقُولُ اَمْسَتْ اَنَّهُ عَبْدٌ
 نَبِيٌّ وَتَقُولُ لِلنَّصَارَى اِنَّكَ عَيْبٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 نَبِيًّا فَرَعَمَتْ اَنَّهُ اللَّهُ اَوْ بِنُ اللَّهِ فَيُؤْمِنُ
 اَنَّهُ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ حَيْثُ لَا يَنْفَعُهُ
 اِيْمَانُهُ وَقَتِيلُ كُلِّ الصِّمِيِّينَ بَعْضُهُ وَالْمَعْصِي
 وَمَا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ الْمَوْجُودِ مِنْ عِدَدِ
 نَزُولِ عَيْبِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَحَدًا اَلَيْسَ مُؤْمِنًا
 بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ +

کی طرف راجع ہیں۔ اور معنی یہ ہیں۔ جس قدر اہل کتاب اُس کے نزول کے وقت موجود ہوں گے
 تو وہ سب اُس کے مرنے سے پہلے ایمان لائیں گے +

یہ عبارت ہے جو ابوسعود میں لکھی ہے اس کے قریب قریب تفسیر کبیر اور دیگر اکثر تفسیر
 میں ہے۔ لہذا ہم اسی پر اکتفا کر کے دیگر تفسیر کا حوالہ دینا مناسب نہیں سمجھتے۔ اس تمام بیان
 سے صاف ظاہر ہے کہ مفسرین ضمیر کو تحقیق سے نہیں کہہ سکتے کہ کد عمر راجع ہیں۔ جو لوگ
 اس امر کے قائل ہیں کہ ہر ایک اہل کتاب کو مسیح پر ایمان لانا ضروری ہے۔ تو جو یہود ۹۰ برس

سے برابر مرنے چلے آئے ہیں۔ وہ کیونکر ایمان لائینگے۔ کیونکہ آیت میں کوئی تحدید نہیں کہ فلاں زمانہ کے لوگ ایمان دار ہونگے۔ اس آیت میں گذشتہ اور حال اور آئندہ زمانہ کے اہل کتاب شامل ہیں۔ پھر وہ کونسی وجہ قوی ہے۔ جس سے سمجھا جائے کہ صرف ایک ہی زمانہ کے لوگ ایمان لائینگے۔ جہاں تک جاتا ہے ان علماء نے بلا تحقیق اس آیت میں قدم رکھا ہے اور جیسے اندھا کسی چیز کو تلاش کرتا ہے۔ لوہہ جا بجا ٹٹوٹا بھرتا ہے ایسا ہی انکا حال ہے۔

لام تاکید اور نون ثقیلہ کی بحث متعلق ایت لَیْؤْمِیْنِ بِقَبْلِ مَوَاقِدِ

آیت متذکرہ بالا میں بعض علماء نے صرف آئندہ کے زمانہ تک اس کے معنی محدود کئے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ علم نحو وغیرہ میں آیا ہے کہ جہاں نون ثقیلہ آئے وہاں قطعاً اس سے ہمیشہ فعل مستقبل کے معنی آتے ہیں چونکہ لَیْؤْمِیْنِ میں لام تاکید و نون ثقیلہ آئے ہیں۔ اس لئے اس کے یہی معنی ہوتے کہ آخری زمانہ میں لوگ ضرور سیح پر ایمان لائینگے لیکن جب قرآن شریف پر غور کرتے ہیں تو ان کے بیان کی تصدیق نہیں ہوتی بلکہ برخلاف اس کے تینوں زمانے یعنی ماضی اور حال اور مستقبل کے لئے بھی وہ آتے ہیں چنانچہ ہم بطور نمونہ چند آیات پیش کرتے ہیں۔ جن سے ہمارے قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ لیکن پیشتر اس کے کہ وہ آیات بیان کی جائیں ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ علم نحو وغیرہ کے رو سے اس پر کچھ بحث کی جائے۔ سو واضح ہو کہ نحو یوں وغیرہ نے یہ قرار دیا ہے کہ جس صبیغہ کے ساتھ لام تاکید آئے۔ وہاں فعل مضارع حال کے معنی دیتا ہے۔ اور نون ثقیلہ صرف استقبال کے لئے آتا ہے۔ لیکن جہاں لام تاکید اور نون ثقیلہ دونوں ہیں تو وہاں یہ لازمی نہیں کہ فعل مستقبل کے معنی دے۔ چنانچہ حضرت مولینا مولوی سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی الحق جلد انبرہ کے صفحہ ۲۳ میں فرماتے ہیں کہ قسم کے جواب کے واسطے صرف استقبال کا ہونا کچھ واجب اور لازم نہیں ہے بلکہ جواب کم بھی ماضی ہوتا ہے۔ بعضی حال کبھی استقبال کبھی استمرار اور دوام تجدیدی۔ اور اگر قسم کا جواب صبیغہ مستقبل ہو کہ بلا لام تاکید و نون تاکید ہو تو علم نحو وغیرہ میں دوام تجدیدی یا حال یا استقبال دونوں ہوتے ہیں کوئی امتناع نہیں ہے۔ بلکہ بعض جگہ اشتراک کی طور سے ماضی کے معنی بھی ایک سلسلہ متصل آئندہ

کی طرح مرد سے جلتے ہیں۔ چنانچہ ہم ذیل میں نمبر وار چند آیات بطور نظیر پیش کرتے ہیں۔
 الف۔ اول مثال فعل حال فَلَسْتُ لَكِيْنَتٌ قَبْلَكَ نَذْرًا لِّقَوْلِ وَجَعَكَ شَطْرَ الْمُسْلِمِيْنَ
 الحزائمہ ۲۰ رکوع ۱ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ ہم تیرا منہ اس قبلہ کی طرف پھیرتے ہیں۔ جو تیرا
 پسندیدہ ہے۔ لہذا مسجد حرام کی طرف رخ کرے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مجبوراً نازل ہوئے
 آیت بذات کے عین نماز میں منہ پھیر لیا گیا۔ اور کوئی توقف درمیان میں نہیں ہونے پایا۔
 مثال دوم۔ وَانْظُرْ اِلَى الْيَمِيْنِ الَّذِي ظَلَمْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لِّتَخْرُجَ مِنْهُ ۱۴۔
 رکوع ۱۴۔ یعنی اپنے منہ کی طرف دیکھ جس پر تو معتکف تھا کہ اب اس کو جاتے ہیں۔ اس
 جگہ بھی استقبال مراد نہیں کیونکہ استقبال اور حال میں کسی قدر زمانہ کا بعد ہونا ضروری ہے
 مثلاً اگر ایک آدمی کسی کو کہے کہ میں تجھے دس روپیہ دیتا ہوں۔ اس سے بہرہ نہیں ثابت
 ہوتا کہ اس کا وعدہ زمانہ مستقبل کے لئے ہے بلکہ حال ہی کے زمانہ میں وعدہ اور ایفائے وعدہ
 ب۔ مثال اول ماضی حال و استقبال۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّيْهُمْ مَّسْجِدٌ
 جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کیا کرتے ہیں۔ ہم ان کو اپنی راہ دکھلا دیتے ہیں۔ دیکھو پارہ ۱۲ رکوع ۲
 اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر اس جگہ مجبوراً استقبال مراد لیا جاوے تو اس سے معنی فاسد
 ہو جاتے ہیں۔ اور یہ کہنا چرچا کہ یہ وعدہ صرف آئندہ کے لئے ہے۔ اور زمانہ گذشتہ اور زمانہ
 حال میں جو مجاہدہ کرتے رہے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کی راہوں سے بے نصیب ہیں۔ لہذا ضرور
 ماننا چرچا کہ اس میں تینوں زمانوں کا ذکر ہے۔

مثال دوم۔ كَتَبَ اللّٰهُ لَكَ خَلِيْفَتًا اَنَا وَرُسُلِيْ یعنی خدا تعالیٰ مقرر کر چکا ہے کہ میں اور
 میرے رسول ہمیشہ غالب ہوتے رہا کریں گے۔ یہ آیت بھی آیت ماسبق کی طرح ازمنہ ثلثہ پر مشتمل
 ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہمیشہ غالب ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ سورۃ
 مثال سوم۔ مَنْ عَمِلْ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اٰتٰنًى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰٓةً طَيِّبَةً
 وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ یعنی جو شخص عمل صالح سجالا کرتا ہے
 خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو مگر مومن ہو ہم اس کو پاک زندگی کے ساتھ زندہ رکھا کرتے ہیں۔ اور
 اس کے عمل سے بہتر جزا دیا کرتے ہیں۔ دیکھو قرآن شریف پارہ ۴۴ سورۃ النحل رکوع ۱۳۔ اس
 آیت میں بھی تینوں زمانہ پائے جلتے ہیں۔ ورنہ لازم آئیگا کہ زمانہ گذشتہ اور زمانہ حال میں جو عمل

صاخر بجالاتے تھے۔ اُن کو اللہ تعالیٰ اجر سے ہمیشہ محروم کرتا رہا۔ اور صرف زمانہ آئندہ میں جو لوگ عمل کریں گے۔ اُن کو اجر ملے گا۔

مثال چہارم۔ وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ یعنی وہ جو خدا تعالیٰ کی مدد کیا کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ مدد دے گا۔ قرآن شریف پارہ ۷، رکوع ۱۳۔ اس میں بھی آیاتِ مابعد کی طرح لام ماسیہ اور نونِ تاکید آئے ہیں۔ کیا اس میں بھی زمانہ آئندہ ہی کے معنی لئے جائیں گے۔ اور زمانہ گزشتہ اور زمانہ حال کو شامل نہیں کریں گے۔ کیا کوئی مسلمان مان سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے والے صرف زمانہ مستقبل میں پیدا ہونگے۔ زمانہ ماضی اور حال میں کوئی ناصرِ دین اللہ نہیں ہے۔ ایسی حالت میں تو تمام انبیاء اور بالخصوص حضرت خاتم النبیین (صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کی تمام دینی کوشش اکارت سمجھی جائے گی۔ لغو و بالبدن و ذلک۔ لہذا لازمی طور سے ماننا پڑتا ہے کہ اس آیت میں بھی تینوں زمانہ شامل ہیں۔ پانچویں مثال۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ یعنی جو لوگ ایمان لاتے اور عمل صالح کرتے ہیں۔ ہم اُن کو صالحین میں داخل کر دیتے ہیں۔ دیکھو قرآن شریف پارہ ۲۰، رکوع ۱۳۔ اس آیت میں بھی تینوں زمانے ہیں۔ ورنہ جڑے جڑے مفاسد لازم آئیں گے۔

ج۔ مسئلہ فعل حال و مستقبل +

۱۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ یعنی ہم تم کو کچھ تو خوف سے اور کچھ بھوک سے اور کچھ مالوں اور ثمرات میں نقصان وارد کرنے سے آزمائے ہیں یا آزمائیں گے۔ اس میں دونوں زمانہ پائے جاتے ہیں۔ بلکہ تینوں زمانہ بھی آسکتے ہیں۔ کیونکہ ہر زمانہ کے مومنوں کی اس قسم کے واقعات سے آزمائش ہوتی رہی ہے۔

مثال دوم۔ لَنَجْذِبَنَّكُمْ أَمْوَاسَ النَّاسِ عَلَىٰ جَنَّةٍ یعنی تو اُن کو اس امر پر نہایت ہی حریص پاتا ہے کہ لمبی زندگی ہو۔ اس میں بھی دونوں زمانہ حال و مستقبل شامل ہیں۔ کیونکہ یہ لازم نہیں آتا کہ اب تو تو اُن کو حیاتی کے لئے حرص پائے۔ اور آئندہ نہیں پائیں گے۔

ہم اسی قدر مسئلہ پر گفتگو کر کے عرض کرتے ہیں۔ کہ آیات بالا سے بخوبی ہویدا ہے کہ یہ امر لازمی نہیں ہے کہ جہاں لام تاکید اور نونِ ثقلید آئے۔ بجز استقبال اور کوئی معنی منظور نہیں

ہونگے۔ کیونکہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے کہ لام تاکید اور نون تنقید تینوں زمانوں کے لئے بھی آتے ہیں۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں ہو۔ کہ کوئی شخص اس آیت **وَاِنْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اَلَا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ** پر اس وجہ سے زور دے کہ اس میں لام تاکید اور نون تنقید آئے ہیں۔ اس واسطے اس کا وقوع زمانہ آئندہ کے لئے ہے۔ اور اسی بنا پر کہیں کہ ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آئندہ زمانہ میں لوگ ایمان لائیں گے۔ کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ صرف استقبال کے لئے نہیں۔ بلکہ زمانہ ماضی و حال کے لئے بھی لام تاکید اور نون تنقید آتے ہیں۔ لہذا ایسی بات پر جو محتمل چند زمانہ ہو یک طرفہ رائے قائم کر لینا محکم اور خلاف دانشمندی ہے +

اور بالفرض اگر ہم اس آیت میں یہ بھی مان لیں کہ ضرور یہاں فعل مستقبل کے معنے لگتے ہیں تو بھی کچھ حرج نہیں۔ کیونکہ اس آیت کے معنے اس صورت میں بھی بجز اس کے اور کیا ہو سکتے ہیں کہ ہر اہل کتاب مسیح پر اپنی موت سے پہلے ایمان لائیں گے۔ اور ضمیر ثانی اس واسطے اہل کتاب کی طرف راجع ہے کہ اس آیت میں قرآن شریف کی ایک دوسری قرأت آئی ہے۔ یعنی **قَبْلَ مَوْتِهِمْ** اور ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ بہت سی تفاسیر میں یہ عبارت آئی ہو **مَا مِنْ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَىٰ أَحَدٌ اَلَا لَيُؤْمِنَنَّ بِاَنِّ عِيسَىٰ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ قَبْلَ اَنۡ يَمُوْتَ وَيُوْتِدَ ذٰلِكَ اِنْ قُرِئَ اَلَا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِمْ**۔ یعنی یہود اور نصاریٰ میں سے ایسا کوئی نہیں جو اپنی موت سے پہلے عیسیٰ پر ایمان لائے اور قبل مَوْتِهِمْ کی قرأت انہیں معنوں کی سدید ہے۔ الغرض بیان مذکورہ بالا کی تائید میں حضرت ابن عباس اور حضرت عکرمہ اور علی بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم متفق ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ آیت مذکورہ بالا میں ضمیر اول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے۔ اور ضمیر ثانی اہل کتاب کی طرف۔ اور قرآن شریف کی قرأت قبل مَوْتِهِمْ بھی اسی کی مصدق ہے۔ اور بہت سے مفسرین و محدثین نے بھی اس کی تصدیق کی ہو۔ تو پھر کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ ضمیر ثانی مسیح ہی پر پھوپھی جائے۔ انصاف کو کام میں لانا چاہئے +

اگر بغرض مال اللہ ہو تو نہ کہ بالاکو نظر انداز کر کے وہی معانی لے لئے جائیں جو بعض علماء ذکر کیا چاہتے ہیں تو بھی مسیح کی حیات تو کسی صورت میں ثابت نہیں ہوتی۔ جیسے کہ ہم اوپر بظاہر کر آئے

ہیں۔ بلکہ وجوہات چند در چند ثابت کر چکے ہیں کہ وہ سب تاویلیں اُن علماء کی فاسد اور دورانہ

تبیاس ہیں +
اصلی اور حقیقی معنی آیتہ **وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا**

لَبِئْسَ مِنْهُمْ قَبْلَ مَوْتِهِمْ کیا ہیں

اب یہاں پر یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جب تفاسیر کی متعدد توجہیات کو مردود و ٹھہرا دیا جاتا ہے۔ تو پھر اس کے اصلی اور حقیقی معنی کیا ہو سکتے ہیں۔ سو واضح ہو کہ اس کے اصلی معنی تب کھل سکتے ہیں جب آیت متذکرہ بالا کے ساتھ اس کے ماقبل کی آیات کو ملا لیا جائے تاکہ سیاقی کلام سے مفہوم کلی بوضاحت تام منکشف ہو جائے۔ لہذا ہم اول اُن آیات کو جہاں سے اس آیت کا تعلق ثابت ہوتا ہے لکھتے ہیں۔ وہ ہوا ہذا +

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مِمَّا بَلَغَكُمْ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا عَلِيمًا
وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ۝۱۷ قرآن شریف پارہ ۶۔ سورۃ النساء رکوع ۲۲ +

اس آیت کے تین معنی ہمارے نزدیک ہو سکتے ہیں۔ اور ان تینوں سے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات طبعی ثابت ہوتی ہے۔ نہ کوئی موت۔ اول معنی آیت مذکورہ بالا اور یہودی اس بات کو دیکھو کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو قتل کر ڈالا جو اللہ کا رسول کہلاتا تھا حالانکہ نہ انہوں نے اس کو قتل کیا اور نہ صلیبی موت سے مارا لیکن یہ بات اُن کے دلیلیں میں شبہ کے طور پر ہی یقینی نہیں اور جو لوگ اس بات میں اختلاف کرتے ہیں یعنی کہتے ہیں کہ شاید ہی مصلوب ہو گیا ہو وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ اُن کے پاس کوئی یقینی بات نہیں صرف ظن کی پیروی کر رہے ہیں۔ اور وہ خوب یقین رکھتے ہیں کہ مسیح قتل نہیں ہوا بلکہ اپنی موت سے مرا۔ اور اللہ تعالیٰ نے راستباز مندوں کی طرح اُس کو اٹھا لیا۔ کیونکہ

اولیٰ آیت مذکورہ بالا

خدا تعالیٰ عزیز ہے۔ وہ اُن لوگوں کو جو اُس کی طرف سے ہوتے ہیں ذلیل نہیں کیا کرتا۔
اور اُس کا فعل حکمت پر مبنی ہے۔ کیونکہ وہ حکیم ہے۔ ایک معنی تو یہ ہیں +

ان معنوں کی تائید انجیل سے

اور ان معنوں کی تائید انجیل سے یوں ہوتی ہے کہ چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے کہا تھا کہ تیسرے روز مردوں سے جی اٹھو گا۔ دیکھو انجیل متی باب ۲۰۔ ورس ۱۹ جس پر یہودیوں کو گمان ہو گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اُسکے حواریوں نے سازش کر کے کوئی ایسی کارروائی کی ہو کہ موت سے اُسکو بچا لیا ہو اور پھر وہ یہ کہیں کہ دیکھو وہ تیسرے روز ظہر پہ کھڑا ہو گیا چنانچہ جب اُن کو وہ قبر میں نہ ملا تو اُن کو یقین ہو گیا کہ ضرور منصوبہ کیا گیا ہے تو اُس وقت رشوت دینے پر آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ انجیل متی باب ۲۸۔ آیت ۱۲ و ۱۳ میں ہے ”تب انہوں نے بزرگوں کے ساتھ اٹھے ہو کر صلاح کی۔ اور اُن پہرے والوں کو بہت روپے دیئے اور کہا کہ تم کہو کہ رات کو جب ہم سوئے تھے۔ اُس کے شاگرد اُس کے اُسے چُرا لے گئے“ اس تمام واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودیوں کے دلوں میں مسیح کے مفقود ہو جانے سے کیا کیا خیال پیدا ہوئے ہونگے۔ اور ضرور یہی خیال پیدا ہوا کہ مسیح زندہ کہیں چلا گیا۔ اور تیسرے روز ظہر وہ ظاہر ہو گیا اور کہیں گا کہ اب دوبارہ زندہ ہو گیا ہوں۔ اور اس طرح وہ اس کو اپنا معجزہ قرار دیکر لوگوں کو قائل کرے گا۔ پس اس سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ یہودیوں میں شکوک پیدا ہو گئے تھے۔ اور آیت میں جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کا لفظ یہودیوں کی زبان سے نقل کیا ہے۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ یہود حضرت مسیح علیہ السلام کو رسول اللہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ اگر وہ فی الواقع رسول اللہ سمجھتے تو مخالفت ہی کیوں کرتے۔ یہ بات عیسائیوں کے بالمقابل ان کو چڑھانے اور ان کو منہ بانے کے لئے کہا کرتے تھے کہ وہ رسول اللہ تھا جس کو ہم نے سو فی صد پر دیا وہ تو توریت کے رو سے لعنتی ہوا ہاں وہ ضرور رسول اللہ ہے لہذا وہ بطور تمسخر ایسا کہا کرتے تھے دوسرے معنی آیت مذکورہ۔ دوسرے معنی یہ ہیں اور یہودیوں کی بات پر غور کرو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے یقیناً مریم کے بیٹے عیسیٰ مسیح کو قتل کر ڈالا جو اللہ کا رسول کہلاتا تھا۔ حال یہ ہے کہ نہ انہوں نے اُسکو قتل کیا اور نہ اُسکو صلیب پر مارا مگر یہ بات ضرور ہے کہ وہ کائناتوں اور

کا لصلوب ہوا۔ اور جو لوگ قتل مسیح علیہ السلام پر اختلاف کرتے ہیں۔ وہ اس بارہ میں شک میں ہیں۔ اُن کو اس قتل کا یقینی علم نہیں ہے بلکہ وہ صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں۔ یقیناً یقیناً یہودیوں نے اس کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے طبعی موت سے مار کر اپنی طرف اٹھا لیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ عزیز اور حکیم ہے اور کوئی بھی اہل کتاب ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے مسیح کے قتل پر ایمان نہ رکھتا ہوگا۔ اور قیامت کے روز مسیح ان پر گواہ ہوگا۔ اس طرح معنی کرنے سے یہ مقصود ہے کہ ناظرین کو معلوم ہو جائیگا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کا قول نقل کیا ہے اور وہ قول اُن کا اَنَا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ہے۔ وہ یقیناً مسیح کی قتل کا اقرار کرتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اُن کے قتل اور صلیبی موت کی نفی کرتا ہے اب آگے قابل غور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قتل اور صلیب کی نفی تو کی۔ لیکن واقعہ کی نفی نہیں کی۔ بلکہ کہا کہ اُنکو دھوکہ لگا ہے۔ کیونکہ کچھ بات قریب قریب ایسی ہوئی ہے۔ اب آگے اللہ تعالیٰ اضمار کا استعمال کرتا ہے۔ اور یہ ضروری امر ہے کہ ضمیر دل کا مرجع خواہ ضمیر ظاہر ہو یا مستتر عبارت میں ہونا ضروری ہے اب دیکھنا یہ ہے وَانَ الَّذِيْنَ اُخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنْ حَضْبِ لَفْظٍ فَبِيْنِمْ اِلٰی ہے وہ کس طرف راجع ہے اور اُس کا مرجع کون ہے۔ سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ قتل کے لفظ سے شروع کیا گیا ہے۔ اور قتل ہی کی نفی کی گئی ہے۔ آگے ضمیر مذکورہ کا مرجع مجزوع قتل کے اور کہاں جاسکتا ہے۔ اسی طرح لَفْظٍ شَاكٍ مِنْهُ میں بھی ضمیر غائب اسی طرف جاتی ہے۔ اور پھر مَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِمْ جو ضمیر ہے وہ بھی اسی قتل کی طرف راجع ہے۔ اتنے اضمار بولکر اللہ تعالیٰ پھر اسی لفظ یعنی قتل کو دہراتا ہے۔ کیونکہ بعد از دوسری واقع ہو گئی تھی۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا جس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ قتل کے معاملہ کو برابر ذکر کرتا چلا آتا ہے پھر بعد کی آیت میں ضمیر دل کو بطور سابق استعمال کیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ وَانْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا الْيَهُودُ مِنْ قَبْلِ مَوْتِهِمْ جس میں دو ضمیر آئی ہیں۔ ایک پہلے اور دوسری اَنْبِلْ مَوْتِهِمْ میں یہ تو ظاہر ہے کہ پیچھے ہر اہل قتل کے واقعہ کا ذکر ہوتا چلا آتا ہے۔ تو یہاں ضمیر اول بھی واقعہ قتل کی طرف ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ باوجود اس کے کہ ہم نے بڑا شہادت دیدی کہ نہ تو اہل کتاب نے اس کو قتل کیا۔ اور نہ صلیبی موت سے مارا۔ مگر بھی یہی مشہور النفس ایسے لوگ ہیں کہ وہ اسی بات پر ایمان رکھتے چلے جائیگے کہ مسیح مقتول ہوا اور

یہ بات صرف موت سے پہلے پہلے تک ہے۔ جب مرجائینگے تو پھر جتہ لگیگا کہ اصل واقعہ کیا تھا۔ کیونکہ یہ تو تمام مذاہب میں مسلم امر ہے کہ بعد مرنے کے ان کو اپنی گزشتہ عمر کے اعمال کا نتیجہ ملنا شروع ہو جاتا ہے۔ نیک اعمال کا نیک نتیجہ اور بد اعمال کا بد۔ ان معنوں میں کوئی وقت اور تکلیف نہیں صاف اور سیدھے معنی ہیں۔ ان معنوں میں ہم نے اپنی طرف سے نہ کوئی تاویل کی ہے اور نہ ہم نے کوئی کمی بیشی کی ہے۔ جو ترتیب قرآنی ہے اُسی کے مطابق صاف صاف معنی کر دیئے ہیں بتاؤ ان معنوں پر کیا جرح ہو سکتی ہے۔ البتہ اس میں وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ قَاتِل تشریح ہے۔ اور چونکہ یہ قرآن شریف سے پہلے کا واقعہ ہے۔ اس لئے اس کی شہادت سابقہ کتب سے یعنی ضروری ہے لہذا ہم الگ فصل میں اس کے متعلق مستقل اور مبسوط بیان کرینگے۔ جس سے معلوم ہو جائیگا کہ اصل واقعہ کیا ہے۔

تیسرے معنی آیت مذکورہ بالا۔ تیسرے معنی یہ ہیں اور اہل کتاب کی یہ بات قابل توجہ ہے کہ ہم نے عیسیٰ مسیح ابن مریم کو جو مدعی رسالت تھا۔ قتل کر ڈالا۔ حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ نہ تو انہوں نے اُس کو قتل کیا اور نہ صلیب پر مارا۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ وہ شبہ بالقتول والمصلوب ہوا۔ اور اختلاف کرنے والے لوگوں کو کچھ شک پیدا ہو گیا کہ شاید نہ مرا ہو لیکن یہ بات بھی صرف ظن کی وجہ سے ہے۔ وہ یقینی علم سے نہیں کہتے تھے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ہرگز ان کے ہاتھ سے مقتول نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو لعنت کی موت سے بچا کر تقریب الی اللہ بخشا۔ کیوں نہ ہو جبکہ اللہ تعالیٰ عزیز اور حکیم ہے۔ اور ضرور ایک وقت آتا ہے کہ ہر اہل کتاب خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی خواہ مجوسی ہو یا مسلمان سب کے سب خدا کے اس فیصلہ پر ایمان لائینگے۔ کہ مسیح علیہ السلام نہ قتل ہوا اور نہ مصلوب ہوا۔ بلکہ وہ طبعی موت سے مر کر خدا تعالیٰ کے دیگر انبیاء کے ساتھ جا ملا اور عزت کے مقام پر پہنچ گیا۔ یہ کب ہوگا جب آخری زمانہ میں مسیح علیہ السلام بروزی طور سے محمدی مسیح کی صورت میں نزول فرما کر اُسی کے نشانہ کے مطابق اُس کے قائم مقام ہر کارروائی کرے گا اور پھر اُسی بروزی مسیح کی وفات سے پہلے اہل کتاب مان لیں گے۔ کہ واقعی مسیح علیہ السلام صلیب پر نہیں مرے تھے +

الفاظ آیات کے روئے سے تین ہی معنی ہو سکتے تھے۔ جو ہم نے کر دیئے۔ کیونکہ الفاظ اَنَا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ تین ہی صورتیں

تیسرے معنی آیت مذکورہ بالا

پیش کرتے ہیں۔ ایک تو واقعہ قتل۔ دوسرے سیح ابن مریم کا نام۔ تیسرے نفس صلیب و قتل
سوائے تمام ضمیروں کا مرجع انہی کی طرف ہو سکتا تھا۔ انہی کے رو سے معنے کئے گئے اور سب
معانی کا مال ایک ہی ثابت ہوتا ہے کسی صورت میں ایک دوسرے کے مخالف نہیں پڑتے اور ظن
یہ کہ نہ الفاظ قرآن اور نہ سیاق و سباق کلام اللہ کے خلاف ہیں۔ اور نہ فطرت اللہ و شاہدہ
کے خلاف۔ پھر کیونکر ان کو تسلیم نہ کیا جائے۔ اس کے سوا جس قدر معانی کئے جاتے ہیں وہ سب
نقص قرآنی کے خلاف ہیں شاہدہ ان کو جھٹلاتا ہے۔ قانون قدرت ان کی تائید نہیں کرتا +

نویں فصل

اس باب میں کہ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ
لَهُمْ كَالْفَلْجِ وَعَقْلِي ثَبُوتُ کَیَاہِرِ

یہ امتثال غور ہے کہ کسی امر کا دعویٰ کر دینا اور اُس کا کوئی کھلا کھلا ثبوت اور تین دلیل
پیش نہ کرنا انصاف کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس سے تو انسان جو مد مقابل ہو کیونکر قتل ہو سکتا
ہے۔ اور کیونکر وہ حق کو قبول کر سکتا ہے جب تک اس قسم کے واقعات اُس کے سامنے نہ رکھے
دئے جائیں جن سے اُس کو کوئی چون و چرا کی گنجائش نہ رہے۔ سو واضح ہو کہ آیت مذکورہ
بالا میں قتل اور صلیب کی نفی کی گئی ہے۔ اور جہاں تک ہم غور کرتے ہیں قتل محض کوئی بُری بات
نہیں۔ اور نہ اس سے نبی کی شان میں کچھ فرق آ سکتا ہے۔ کیا وہ آحادیث نہیں پڑھتے
جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دعوائے ثابت ہوتا ہے کہ میں اس بات کو دوست
رکھتا ہوں کہ خدا کی راہ میں قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کیا جاؤں جب غیہ
خضر رسل سرتاج اولین والآخرین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل کی خواہش
کرتے ہوئے وینا سے رحلت فرما گئے تو پھر کیونکر ہم سمجھ لیں کہ حضرت مسیح کے لئے قتل کے
الفاظ بولنے ہنسک میں داخل ہیں کیا قرآن میں وَیَقْتُلُونَ آلَ مَرْیَمَ بِغَيْرِ حَقِّ نہیں پڑھتے

الدُّرُ الْمُنْتَوَرُ فِي التَّسْوِيرِ بِالْمِثَالِ

لجلال الدين السيوطي
(٥٨٤٩ - ٩١١ هـ)

تحقيق
الدكتور عبد بن عبد المحسن التركي
بالتعاون مع

مركز بحر للبحوث والدراسات العربية والإسلامية

الدكتور عبد السند حسن يامنة

الجزء الخامس

حقوق الطبع محفوظة

الطبعة الأولى

القاهرة ١٤٢٤هـ - ٢٠٠٣م

مركز بحوث الدراسات العربية والإسلامية

الدكتور عبد الله بن حسن بن يمامة

مكتب : ٤ ش ترعة الزمر - المهندسين

ت : ٣٢٥١٠٢٧ - ٣٢٥٢٥٧٩

فاكس : ٣٢٥١٧٥٦

أَخْرَجَ ابْنُ جُرَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ: ﴿وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾. قَالَ: معنى ذلك، أنه كذلك^(١).

وَأَخْرَجَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ يَهُودِيًّا قَالَ لَهُ: إِنَّكُمْ تَزْعُمُونَ أَنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا، فَكَيْفَ هُوَ الْيَوْمَ؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّهُ كَانَ مِنْ^(٢) نَفْسِهِ عَزِيزًا حَكِيمًا^(٣).

قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ﴾ الْآيَةُ.

أَخْرَجَ الْفَرِيَّابِيُّ، وَعَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ، وَالْحَاكِمُ وَصَحَّحَهُ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ: ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾. قَالَ: خُرُوجَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ^(٤).

وَأَخْرَجَ ابْنُ جُرَيْرٍ، وَابْنُ أَبِي حَاتِمٍ، مِنْ طَرِيقٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ: ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾. قَالَ: قَبْلَ مَوْتِ عِيسَى^(٥).

وَأَخْرَجَ ابْنُ جُرَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْآيَةِ قَالَ: يَعْنِي أَنَّهُ سَيُدْرِكُ أَنَاسٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ حِينَ يُبْعَثُ عِيسَى، سَيُؤْمِنُونَ بِهِ^(٦).

وَأَخْرَجَ ابْنُ جُرَيْرٍ، وَابْنُ أَبِي حَاتِمٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ: ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ

(١) ابن جرير ٦٦٣/٧.

(٢) في ف: ١: «في».

(٣) ابن أبي حاتم ١١١٢/٤ (٦٢٤٦).

(٤) الحاكم ٣٠٩/٢.

(٥) ابن جرير ٦٦٤/٧، وابن أبي حاتم ١١١٤/٤ (٦٢٥٤).

(٦) ابن جرير ٦٦٦/٧.

أَلِكْتَبِ ﴿١﴾ . قال : اليهودُ خاصةً ، ﴿إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ . قال : ^(١) قبل موت اليهودي ^(٢) .

وأخرج الطيالسي ، وسعيد بن منصور ، وابن جرير ، وابن المنذر ، عن ابن عباس في قوله : ﴿وَلَا يَنْ أَهْلَ أَلِكْتَبِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ . قال ^(١) : هي في قراءة أبي : (قبل موتهم ^(٣)) . قال : ليس يهودي يموت أبداً حتى يؤمن بعيسى . قيل لابن عباس : أرايت إن خر من فوق بيت ؟ قال : يتكلم به في الهوي ^(٤) . فقيل : أرايت إن ضرب عنق أحدهم ؟ قال : يتلجلج ^(٥) بها لسانه ^(٦) .

وأخرج ابن جرير عن ابن عباس قال : لو ضربت عنقه لم تخرج نفسه حتى يؤمن بعيسى ^(٧) .

وأخرج عبد بن حميد ، وابن جرير ، وابن المنذر ^(٨) ، عن ابن عباس قال : لا

(١ - ١) ليس في : الأصل .

(٢) ابن جرير ٦٦٧/٧ ، وابن أبي حاتم ١١١٢/٤ ، ١١١٤ ، ٦٢٤٧ ، ٦٢٥٥ .

(٣) في الأصل : « موته » .

(٤) في ص ، ب ، ١ ، ف ، ٢ ، م : « الهوى » . والهوى : مصدر بمعنى السقوط والصعود والسرعة في السير . النهاية ٢٨٤/٥ .

(٥) يتلجلج : يتردد . النهاية ٢٣٤/٤ .

(٦) الطيالسي - كما في تفسير ابن كثير ٤٠٥/٢ - وسعيد بن منصور (٧٠٩ - تفسير) ، وابن جرير

٦٦٨/٧ . وقال ابن كثير : فهذه كلها أسانيد صحيحة إلى ابن عباس .

(٧) ابن جرير ٦٦٨/٧ .

(٨ - ٨) سقط من : م .

يموت يهودي حتى يشهد أن عيسى عبد الله ورسوله ولو عُجل عليه بالسلاح^(١).
وأخرج ابن جرير، وابن المنذر، عن ابن عباس: ﴿وَلَا يَزَالُ أَهْلُ الْكِتَابِ إِلَّا
لِيُؤْمِنُوا بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾. قال: لو أن يهوديًا ألقى من فوق قصرٍ ما خلص إلى
الأرض حتى يؤمن أن عيسى عبد الله ورسوله^(٢).

وأخرج عبد بن حميد، وابن جرير، عن ابن عباس في الآية قال: لا يموت
يهودي حتى يؤمن بعيسى. قيل: وإن ضرب بالسيف؟ قال: يتكلم به. قيل:
وإن هوى؟ قال: يتكلم به وهو يهودي^(٣).

وأخرج ابن المنذر عن أبي هاشم، وعروة، قالا: في مصحف أبي بن
كعب: (وإن من أهل الكتاب إلا ليؤمننَّ به قبل موتهم).

وأخرج عبد بن حميد^(٤)، وابن المنذر، عن شهر بن حوشب في قوله: ﴿وَلَا
يَزَالُ أَهْلُ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنُوا بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾. عن محمد بن علي بن أبي طالب،
هو ابن الحنفية، قال: ليس من أهل الكتاب أحد إلا أتته الملائكة يضربون وجهه
وذُبره، ثم يقال: يا عدو الله، إن عيسى روح الله وكلمته، كذبت على الله،
وزعمت أنه الله، إن عيسى لم يمت وأنه رُفِعَ إلى السماء، وهو نازل قبل أن تقوم
الساعة، فلا يبقى يهودي ولا نصراني إلا آمن به.

وأخرج ابن المنذر عن شهر بن حوشب قال: قال لي الحجاج: يا شهر، آية

(١) ابن جرير ٦٦٨/٧.

(٢) ابن جرير ٦٦٩/٧.

(٣) في ص: «يهودي».

والأثر عند ابن جرير ٦٦٩/٧.

(٤) بعده في ص، ف ٢: «وابن جرير».

من كتاب الله ما قرأتها إلا اعترض في نفسي منها شيء؛ قال الله: ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾. وإني أوتيت بالأسارى فأضرب أعناقهم ولا أسمعهم يقولون شيئاً؟ فقلت: رفعت إليك على غير وجهها، إن النصراني إذا خرجت روحه ضربته الملائكة من قبله ومن دبره وقالوا: أى خبيث، إن المسيح الذى زعمت أنه الله، أو ابن الله، أو ثالث ثلاثة، عبد الله وروحه وكلمته. فيؤمن حين لا ينفعه إيمانه، وإن اليهودى إذا خرجت نفسه ضربته الملائكة من قبله ومن دبره وقالوا: أى خبيث، إن المسيح الذى زعمت أنك قتلته، عبد الله وروحه. فيؤمن به حين لا ينفعه الإيمان. فإذا كان عند نزول عيسى آمنّت به أحيائهم كما آمنّت به موتاهم، فقال: من أين أخذتها؟ فقلت: من محمد بن على. قال: لقد أخذتها من مغديها. قال شهر: وإيم الله، ما حدثني إلا أم سلمة، ولكن أحببت أن أغبطه.

وأخرج عبد الرزاق، وعبد بن حميد، وابن جرير، وابن المنذر، عن قتادة فى قوله: ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾. قال إذا نزل آمنّت به الأديان كلها، ﴿وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾ أنه قد بلغ رسالة ربه وأقر على نفسه بالعبودية^(١).

وأخرج ابن جرير عن ابن زيد فى قوله: ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾. قال: إذا نزل عيسى فقتل الدجال لم يبق يهودى فى الأرض إلا آمن به، فذلك حين لا ينفعهم الإيمان^(٢).

(١) عبد الرزاق ١/١٧٧، وابن جرير ٧/٦٦٥، ٦٧٦.

(٢) ابن جرير ٧/٦٦٦.

وأخرج ابن جرير عن أبي مالك: ﴿وَأَنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنُوا بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾. قال: ذلك عند نزول عيسى ابن مريم، لا يبقى أحد من أهل الكتاب إلا آمن به^(١).

وأخرج ابن جرير عن الحسن: ﴿وَأَنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنُوا بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾. قال: قبل موت عيسى، والله إنه الآن حي عند الله، ولكن إذا نزل آمنوا به أجمعون^(٢).

وأخرج ابن أبي حاتم عن الحسن، أن رجلاً سأله عن قوله: ﴿وَأَنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنُوا بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾. قال: قبل موت عيسى، إن الله رفع إليه عيسى وهو باعته قبل يوم القيامة مقاماً يؤمن به البر والفاجر^(٣).

وأخرج ابن أبي شيبة، وعبد بن حميد، / والبخاري، "ومسلم"، عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: «والذي نفسي بيده ليوشكن أن ينزل فيكم ابن مريم حكماً عدلاً، فيكسر الصليب، ويقتل الخنزير، ويضع الجزية، ويفيض المال حتى لا يقبله أحد، حتى تكون السجدة خيراً من الدنيا وما فيها». ثم يقول أبو هريرة: واقراءوا إن شئتم: ﴿وَأَنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنُوا بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيداً﴾^(٤).

وأخرج ابن مژدويه عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: «يوشك أن

(١) ابن جرير ٦٦٤/٧، ٦٦٥.

(٢) ابن جرير ٦٦٥/٧.

(٣) ابن أبي حاتم ١١١٣/٤ (٦٢٥١).

(٤ - ٤) ليس في الأصل.

(٥) ابن أبي شيبة ١٤٤/١٥، والبخاري (٢٢٢٢، ٢٤٧٦، ٣٤٤٨، ٣٤٤٩)، ومسلم (١٥٥).

ينزل فيكم ابنُ مريمَ حكَمًا عدلاً ، يفتُلُ الدَّجَالَ ، ويقتُلُ الخنزيرَ ، ويكسِرُ الصليبَ ، ويضعُ الجزيةَ ، ويفيضُ المالَ ، وتكونُ السجدةُ واحدةً لله ربِّ العالمين .^(١) قال أبو هريرة^(٢) : واقرءوا إن شئتم : ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ : قبل^(٣) موتِ عيسى ابنِ مريم . ثم يعيدها أبو هريرة ثلاث مرات^(٤) .

وأخرج أحمد^(٥) ، وابنُ جرير^(٦) ، وابنُ عساکر^(٧) ، عن أبي هريرة قال : قال رسولُ الله ﷺ : « ينزلُ عيسى ابنُ مريمَ فيقتُلُ الخنزيرَ ، ويمسحُ الصليبَ ، ويجمعُ له الصلاةَ ، ويُعطى المالَ حتى لا يُقبلَ ، ويضعُ الخراجَ ، وينزلُ الرُّوحاءَ فيحجُّ منها أو^(٨) يعتَمِرُ ، أو يجمعُهما » . قال : وتلا أبو هريرة : ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾ . قال أبو هريرة : يؤمنُ به قبلَ موته^(٩) ؛ موتِ عيسى^(١٠) .

وأخرج أحمد^(١١) ، وابنُ أبي شيبة^(١٢) ، ومسلم^(١٣) ، عن أبي هريرة ، أن رسولَ الله ﷺ قال : « ليُهلَّ عيسى ابنُ مريمَ بفتحِ الرُّوحاءِ بالحجِّ أو^(١٤) بالعمرة ، أو ليُشَيَّنَها^(١٥) » .

(١ - ١) سقط من : م .

(٢) ليس في : الأصل ، ب ١ .

(٣) ابن مردويه - كما في تفسير ابن كثير ٤٠٧/٢ - وفتح الباري ٤٩٢/٦ .

(٤ - ٤) ليس في : الأصل ، ص ، ف ٢ .

(٥) في الأصل : « و » .

(٦) سقط من : ب ١ ، ف ١ .

(٧) أحمد ٢٨٠/١٣ (٧٩٠٣) ، وابن جرير ٤٥١/٥ . وقال محققو المسند : إسناده صحيح على شرط مسلم .

(٨) في ب ١ : « و » .

(٩) قال النووي : هو بفتح الياء في أوله ، معناه : يقرن بينهما . صحيح مسلم بشرح النووي ٢٣٤/٨ .

تَفْسِيرُ السَّمْعَانِيِّ

المُسَمَّى

بِحَرْ الْعُلُومِ

لِلْأَبِي اللَّيْثِ نَصْرَبْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ السَّمْعَانِيِّ
الْمُتَوَفَّى سَنَةَ ٣٧٥ هـ

تَحْقِيقٌ وَتَعْلِيقٌ

السَّيِّحُ عَلِيُّ مُحَمَّدٍ مَعْرُوفٌ السَّيِّحُ عَادِلُ أَحْمَدَ عَبْدُ الْمُوَهَّابِ

الدُّكْتُورُ زَكْرِيَّا عَبْدُ الْحَمِيدِ النَّوْفَلِيُّ

كُلِيَّةُ اللُّغَةِ الْعَرَبِيَّةِ - جَامِعَةُ الْأَزْهَرِ

الْجُزْءُ الْأَوَّلُ

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

تفسير السمرقندي

المسمى

بحر العلوم

لأبي الليث نصر بن محمد بن أحمد بن إبراهيم السمرقندي
المتوفى سنة ٣٧٥ هـ

تحقيق وتعليق

الشيخ علي محمد معوض الشيخ عادل أحمد عبدالموجود
الدكتور زكريا عبد المجيد النوني
كلية اللغة العربية - جامعة الأزهر

الجزء الأول

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

وَأَنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴿١٥٩﴾ فَيُظْلَمُ
مِنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا ﴿١٦٠﴾ وَأَخَذَهُمُ
الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلَهُمْ أَمْوَالُ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٦١﴾

﴿وَأَنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ﴾ يقول: وما من أهل الكتاب ﴿إِلَّا لِيُؤْمِنَ بِهِ﴾ يعني بعيسى - عليه السلام - ﴿قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ وذلك أن اليهودي إذا حضرته الوفاة، وعاین أمر الآخرة، ضربته الملائكة وقالت له: يا عدو الله، أتاك عزيز فكذبت، ويقال للنصراني: يا عدو الله أتاك عبد الله ورسوله، وهو عيسى، فزعمت أنه ابن الله، فيؤمن عند ذلك، ويقر أنه عبد الله ورسوله، ولا ينفعه إيمانه في ذلك الوقت، ويكون إيمانهم عليهم شهيداً، يوم القيامة. وروي عن مجاهد أنه قال: ما من أحد من أهل الكتاب إلا ويؤمن بعيسى - عليه السلام - قبل موته، فقليل له: وإن غرق، أو احترق، أو أكله السبع يؤمن بعيسى - عليه السلام -؟ فقال نعم^(١). وروي أن الحجاج بن يوسف سأل شهر بن حوشب عن هذه الآية فقال: إني لأوتي بالأسير من اليهود والنصارى، فأمر بضرب عنقه وأنظر إليه في ذلك الوقت، فلا أرى منه الإيمان، فقال له شهر بن حوشب: إنه حين عاین أمر الآخرة، يقر بأن عيسى عبد الله ورسوله فيؤمن به، ولا ينفعه، فقال له الحجاج: من أين أخذت هذا؟ قال: أخذته من محمد ابن الحنفية، فقال له الحجاج لقد أخذت من عين صافية وروي عن سعيد بن جبیر أنه قال: (قبل موته)، يعني قبل موت عيسى - عليه السلام - هكذا قال الحسن^(٢) قال الفقيه: حدثنا عمر بن محمد، قال: حدثنا أبو بكر الواسطي، قال: حدثنا إبراهيم بن يوسف، قال: حدثنا يزيد بن زريع عن رجل، عن الحسن في قوله: ﴿وَأَنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ قال: قبل موت عيسى، والله إنه لحي عند الله الآن، ولكن إذا نزل آمنوا به أجمعون^(٣). وروي عن ابن عباس أنه قال: يمكث عيسى - عليه السلام - في الأرض أربعين سنة نبياً إماماً مهدياً، ثم يموت وتصلي عليه هذه الأمة^(٤). وقال الضحاك: يهبط عيسى - عليه السلام - من السماء إلى الأرض بعد خروج الدجال، فيكون هبوطه على صخرة بيت المقدس، ثم يقتل الدجال، ويكسر الصليب ويهدم البيع والكنائس، ولا يبقى على وجه الأرض يهودي، ولا نصراني إلا آمن بالمسيح ودخل في الإسلام. ثم قال تعالى: ﴿وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾ يعني يكون عليهم عيسى - عليه السلام - شهيداً، بأنه قد بلغهم الرسالة. قوله تعالى: ﴿فَيُظْلَمُ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ﴾ يعني بشركهم حرماً عليهم أشياء كانت حلالاً لهم، وهو كل ذي ظفر وشحوم البقر والغنم أحلت لهم. ﴿وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا﴾ أي بصرفهم كثيراً من الناس، عن دين الله على وجه التقديم ﴿وَأَخَذَهُمُ الرِّبَا﴾ أي حرم عليهم الحلال بكفرهم، وبصرف الناس عن دين الله، وبأخذهم الربا ﴿وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ﴾ أي يعني عن أخذ الربا في التوراة ﴿وَأَكْلَهُمْ أَمْوَالُ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ﴾ وهو أخذ الرشوة في الحكم، ﴿وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾ أي هيأنا لهم عذاباً وجيعاً دائماً.

لَكِنَّ الرَّاٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيمِينَ
الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أُولَٰئِكَ سَنُؤْتِيهِمْ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٦٢﴾
وقوله: ﴿لَكِنَّ الرَّاٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ﴾ يعني المبالغون في العلم الذين أدركوا علم الحقيقة، وهم مؤمنو

(١) انظر تفسير مجاهد ١/ ١٨٠. (٢) انظر الطبري ٩/ ٣٨٠. (٣) انظر تفسير القرطبي ٦/ ٩. (٤) انظر تفسير الطبري ٩/ ٣٨٠.

فتح البصائر في مقام القرآن

تفسير سلفي أثري خال من الأبراريليات الجذليات المنهية والكلامية
يفني عن جميع التفسيرات لا تقني جميعها عنه

تأليف

السيد الامام العلامة الملك المؤيد ص له الباي
أبي الطيب صدي بن حسن بن علي الحسين القنبري البخاري
١٢٤٨-١٣٠٧ هـ

عني بطبعه وقدم له وراجعته

خادم العالم

عبدالله بن ابراهيم الانصاري

الجزء الثالث

المكتبة العصرية
مكتبة

جَمِيعُ الْحَقُوقِ مَحْفُوظَةٌ

١٤١٢ هـ - ١٩٩٢ م



سازمان اسناد و کتابخانه ملی جمهوری اسلامی ایران
سازمان اسناد و کتابخانه ملی جمهوری اسلامی ایران

المكتبة العامة للعلماء والباحثين

الدار الوطنية للكتاب
المطبعة العامة للكتاب

بغداد - ص.ب. ٨٣٥٥ - تلکس ٢٠١٧٧٤
صیدا - ص.ب. ٢٤١ - تلکس ٢٩١٩٨٤

بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿١٥٨﴾ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنُوا بِهِ
 قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴿١٥٩﴾

﴿بل رفعه الله إليه﴾ أي إلى موضع لا يجري فيه حكم غير الله كما في
 الفخر، وهذا الموضع هو السماء الثالثة كما في حديث الجامع الصغير، وفي
 بعض المعاريج أنه في السماء الثانية، رد عليهم وإثبات لما هو الصحيح، وقد
 تقدم ذكر رفعه عليه السلام في آل عمران بما فيه كفاية ﴿وكان الله عزيزاً
 حكيماً﴾ في إنجاء عيسى وتخليصه من اليهود وانتقامه منهم ورفعته إليه.

﴿وإن من أهل الكتاب﴾ أي اليهود والنصارى، والمعنى وما منهم أحد
 ﴿إلا﴾ والله ﴿ليؤمنن﴾ والضمير في ﴿به﴾ راجع إلى عيسى، وبه قال ابن
 عباس وأكثر المفسرين، وفي ﴿قبل موته﴾ راجع إلى ما دل عليه الكلام وهو
 لفظ أحد المقدر أو الكتابي المدلول عليه بأهل الكتاب، وقال ابن عباس: قبل
 موت عيسى، وعنه أيضاً قال: قبل موت اليهودي، وفيه دليل على أنه لا يموت
 يهودي ولا نصراني إلا وقد آمن بالمسيح.

وقيل كلا الضميرين لعيسى، والمعنى أنه لا يموت عيسى حتى يؤمن به
 كل كتابي في عصره، وقيل الضمير الأول لله وقيل إلى محمد ﷺ، وبه قال
 عكرمة وهذا القول لا وجه له لأنه لم يجر للنبي صلى الله عليه وآله وسلم ذكر
 قبل هذه الآية حتى يرجع الضمير إليه.

وقد اختار كون الضميرين لعيسى ابن جرير، وبه قال جماعة من السلف
 وهو الظاهر لأنه تقدم ذكر عيسى فكان عود الضمير إليه أولى، والمراد بالإيمان
 به حين يعاين ملك الموت فلا ينفعه إيمان.

قال شهر بن حوشب: اليهودي إذا حضره الموت ضربت الملائكة وجهه ودُبيرة، ويقال يا عدو الله أتاك عيسى نبياً فكذبت به فيقول آمنت بأنه عبد الله ورسوله، ويقال للنصراني أتاك عيسى نبياً فزعمت أنه الله وابن الله فيقول آمنت أنه عبد الله، فأهل الكتاب يؤمنون به حيث لا ينفعهم ذلك الإيمان.

أو عند نزوله في آخر الزمان كما وردت بذلك الأحاديث المتواترة قال ابن عباس: سيدرك أناس من أهل الكتاب عيسى حين يبعث فيؤمنون به، وعنه قال: ليس يهودي يموت أبداً حتى يؤمن بعيسى، قيل لابن عباس أرايت أن خرواً من فوق بيت قال: تكلم به في الهواء، فقيل إن ضرب عنق أحدهم، قال: يتلجلج بها لسانه، وقد روى نحو هذا عنه من طرق، وقال به جماعة من التابعين.

وذهب كثير من التابعين فمن بعدهم إلى أن المراد قبل موت عيسى كما روي عن ابن عباس قبل هذا، وقيده كثير منهم بأنه يؤمن به من أدركه عند نزوله إلى الأرض حتى تصير الملة كلها إسلامية.

وقال الزجاج: هذا القول بعيد لعموم قوله تعالى ﴿وإن من أهل الكتاب﴾ والذين يبقون يومئذ يعني عند نزوله شرذمة قليلة منهم.

وأجيب بأن المراد بهذا العموم الذين يشاهدون ذلك الوقت ويدركون نزوله فيؤمنون به، وصحح الطبري هذا القول، وقد تواترت الأحاديث بنزول عيسى حسباً أوضح ذلك الشوكاني في مؤلف مستقل يتضمن ذكر ما ورد في المنتظر والدجال والمسيح، وغيره في غيره.

﴿ويوم القيامة يكون﴾ عيسى ﴿عليهم﴾ أي على أهل الكتاب ﴿شهداء﴾ يشهد على اليهود بالكذب له والطعن فيه، وعلى النصارى بالغلو فيه حتى قالوا: هو ابن الله، وقال قتادة: يكون شهيداً على أن قد بلغ رسالة ربه وأقر على نفسه بالعبودية.

تفسير الفخر الرازي

المشهر بالتفسير الكبير ومفاتيح الفيب

لإمام محمد الرازي فخر الدين ابن العلامة ضياء الدين عمر
المشهر بخطيب الري نفع الله به المسلمين

٥٤٤ — ٦٠٤ هـ



حقوق الطبع محفوظة للناسخ
الطبعة الأولى ١٤٠١ هـ - ١٩٨١ م

تمتاز هذه الطبعة بفهرس لايات الاحكام
الجزء الحادي عشر

دار الفكر
لطباعة والنشر والتوزيع

حقوق الطبع محفوظة للناسر
الطبعة الأولى ١٤٠١ هـ - ١٩٨١ م

دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع : لبنان - بيروت - حارة حريك شارع عبد النور
هاتف ٢٧٣٦٥٠ - ٢٧٣٤٨٧ ص . ب ٧٠٦١ برقيا فيكسي

وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿١٥٨﴾ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴿١٥٩﴾

أن رفعه اليه أعظم في باب الثواب من الجنة ومن كل فيها من اللذات الجسمانية ، وهذه الآية تفتح عليك باب معرفة السعادات الروحانية .

ثم قال تعالى ﴿ وكان الله عزيزاً حكيماً ﴾

والمراد من العزة كمال القدرة ، ومن الحكمة كمال العلم ، فنبه بهذا على أن رفع عيسى من الدنيا الى السموات وإن كان كالمتعذر على البشر لكنه لا تعذر فيه بالنسبة الى قدرتي والى حكمتي ، وهو نظير قوله تعالى (سبحانه الذي أسرى بعبده ليلاً) فان الاسراء وان كان متعذراً بالنسبة الى قدرة محمد إلا أنه سهل بالنسبة الى قدرة الحق سبحانه .

ثم قال تعالى ﴿ وان من أهل الكتاب إلا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيداً ﴾ .

واعلم أنه تعالى لما ذكر فضائح اليهود وقبائح أفعالهم وشرح أنهم قصدوا قتل عيسى عليه السلام وبين أنه ما حصل لهم ذلك المقصود ، وأنه حصل لعيسى أعظم المناصب وأجل المراتب بين تعالى أن هؤلاء اليهود الذين كانوا مبالغين في عداوته لا يخرج أحد منهم من الدنيا إلا بعد أن يؤمن به فقال (وان من أهل الكتاب إلا ليؤمنن به قبل موته) .

واعلم أن كلمة « ان » بمعنى « ما » النافية كقوله (وان منكم إلا واردها) فصار التقدير : وما أحد من أهل الكتاب إلا ليؤمنن به ، ثم إن انرى أكثر اليهود يموتون ولا يؤمنون بعيسى عليه السلام .

والجواب من وجهين . الأول : ما روى عن شهر بن حوشب قال : قال الحجاج أني ما قرأتها إلا وفي نفسي منها شيء ، يعني هذه الآية فاني أضرب عنق اليهودي ولا أسمع منه ذلك ، فقلت : : إن اليهودي إذا حضره الموت ضربت الملائكة وجهه ودبره ، وقالوا يا عدو الله أتاك عيسى نبياً فكذبت به ، فيقول آمنت أنه عبد الله ، وتقول للنصراني : أتاك عيسى نبياً فزعمت أنه هو الله وابن الله ، فيقول : آمنت أنه عبد الله فأهل الكتاب يؤمنون به ، ولكن حيث لا ينفعهم ذلك الإيمان ، فاستوى الحجاج جالساً وقال : عمن نقلت هذا ؟ فقلت :

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّت لَّهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَن سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا ﴿١٠٦﴾ وَأَخَذَهُمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٠٧﴾

حدثني به محمد بن علي بن الحنفية فأخذ ينكت في الأرض بقضيب ثم قال : لقد أخذتها من عين صافية . وعن ابن عباس أنه فسر ذلك فقال له عكرمة : فان خر من سقف بيت أو احترق أو أكله سبع قال : يتكلم بها في الهواء ولا تخرج روحه حتى يؤمن به ، ويدل عليه قراءة أبي (إلا ليؤمنن به قبل موته) بضم النون على معنى وإن منهم أحد إلا سيؤمنون به قبل موتهم لأن أحداً يصلح للجمع ، قال صاحب الكشف : والفائدة في اخبار الله تعالى بايمانهم بعيسى قبل موتهم أنهم متى علموا أنه لا بد من الإيمان به لا محالة فلأن يؤمنوا به حال ما ينفعهم ذلك الإيمان أولى من أن يؤمنوا به حال ما لا ينفعهم ذلك الإيمان .

﴿والوجه الثاني﴾ في الجواب عن أصل السؤال : أن قوله (قبل موته) أي قبل موت عيسى ، والمراد أن أهل الكتاب الذين يكونون موجودين في زمان نزوله لا بد وأن يؤمنوا به : قال بعض المتكلمين : إنه لا يمنع نزوله من السماء إلى الدنيا إلا أنه إنما ينزل عند ارتفاع التكاليف أو بحيث لا يعرف ، إذ لو نزل مع بقاء التكليف على وجه يعرف أنه عيسى عليه السلام لكان إما أن يكون نبياً ولا نبي بعد محمد عليه الصلاة والسلام ، أو غير نبي وذلك غير جائز على الأنبياء ، وهذا الاشكال عندي ضعيف لأن انتهاء الأنبياء إلى مبعث محمد ﷺ ، فعند مبعثه انتهت تلك المدة ، فلا يبعد أن يصير بعد نزوله تبعاً لمحمد عليه الصلاة والسلام .

ثم قال تعالى ﴿ ويوم القيامة يكون عليهم شهيداً ﴾ قيل : يشهد على اليهود أنهم كذبوه وطعنوا فيه ، وعلى النصارى أنهم أشركوا به ، وكذلك كل نبي شاهد على أمته .

ثم قال تعالى ﴿ فبظلم من الذين هادوا حرمنا عليهم طيبات أحلت لهم وبصدهم عن سبيل الله كثيراً وأخذهم الربا وقد نهوا عنه وأكلهم أموال الناس بالباطل وأعتدنا للكافرين منهم عذاباً أليماً ﴾ .

واعلم أنه تعالى لما شرح فضائح أعمال اليهود وقبائح الكافرين وأفعالهم ذكر عقبيه تشديده تعالى عليهم في الدنيا وفي الآخرة ، أما تشديده عليهم في الدنيا فهو أنه تعالى حرم

تفسير القرآن العظيم

مسنداً

عن رسول الله ﷺ والصحابة والتابعين

تأليف

الإمام الحافظ عبد الرحمن بن محمد
ابن إدريس الرازي ابن أبي حاتم
المتوفى سنة ٣٢٧ هـ

تحقيق

أسعد محمد الطيب

المجلد الأول

إعداد: مركز الدراسات والبحوث بمكتبة نزار الباز

مكتبة نزار مصطفى الباز
مكة المكرمة - الرياض

جميع الحقوق محفوظة للناسر

○ الطبعة الأولى ○

□ ١٤١٧ هـ - ١٩٩٧ م □

المملكة العربية السعودية

مكة المكرمة : الشامية - المكتبة ث ٥٧٤٩٠٢٢ / ٥٧٤٥٠٤٤
مستودع ٥٣٧٢٣٧٤٠ ص. ب ٢٠١٩

الرياض - شارع السويدى العام المنقاع مع شارع
كعب بن زهير - خلف أسواق الراعى ص. ب : ٦٦٩٣
مكتبة : ٤٤٠٣٥٣ سريخ : ٢٤٢١٩١١ الرياض ١١٥٨٦١

[٦٢٤٢] حدثنا حجاج بن حمزة، ثنا شابة، ثنا ورقاء، عن ابن أبي نجيح عن مجاهد قوله: ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ رفع الله إليه عيسى حياً.

[٦٢٤٣] حدثنا علي بن الحسين، ثنا زهير بن عباد الرؤاسي، حدثني رديح بن عطية، عن أبي زرعة الشيباني حدثه أن عيسى بن مريم رفع من جبل طور زيتا، قال: بعث الله ريحاً فخفقت به حتى هروا، ثم رفعه الله إلى السماء.

قوله تعالى: ﴿وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾.

[٦٢٤٤] حدثنا أحمد بن سنان الواسطي، ثنا أبو معاوية، عن الأعمش عن المنهال ابن عمرو عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس قال: أتاه رجل فقال: أرايت قول الله ﴿وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾ قال ابن عباس: كذلك كان ولم يزل.

[٦٢٤٥] حدثنا أبو سعيد الأشج، ثنا إسحاق بن سليمان الرازي، عن عمرو بن أبي قيس عن مطرف، عن المنهال بن عمرو، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس قال: أتاه رجل فقال: سمعت الله تعالى يقول: ﴿وَكَانَ اللَّهُ﴾ كأنه شيء كان. قال: أما قوله: ﴿وَكَانَ﴾، فإنه لم يزل ولا يزال وهو الأول والآخر، والظاهر والباطن، بكل شيء عليم.

[٦٢٤٦] حدثني أبي، ثنا حسين بن عيسى بن ميسرة، ثنا أبو زهير عبدالرحمن بن مغراء، أنبأ مجمع بن يحيى، عن عمه، عن ابن عباس قال: قال يهودي: إنكم تزعمون أن الله كان عزيزاً حكيماً، فكيف هو اليوم؟ قال ابن عباس إنه كان من نفسه عزيزاً حكيماً.

قوله تعالى: ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ﴾. آية ١٥٩

[٦٢٤٧] حدثنا أبو زرعة، ثنا منجاب، أنبأ بشر بن عمارة، عن أبي روق، عن الضحاك، عن ابن عباس قوله: ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ﴾ قال: اليهود خاصة.

والوجه الثاني:

[٦٢٤٨] حدثني أبي، ثنا سعيد بن سليمان، ثنا سليمان بن المغيرة، عن ثابت البناني قال: سمعت الحسن في قوله: ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ﴾ إلا ليؤمنن به قبل موته ﴿ قال: النجاشي وأصحابه:

قوله تعالى: ﴿إِلَّا لِيُؤْمِنَ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾.

[٦٢٤٩] حدثني أبي، ثنا محمد بن المثني أبو موسى، ثنا يزيد بن هارون ثنا سفيان ابن حسين، عن الزهري، عن حنظلة، عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ينزل عيسى بن مريم فيقتل الخنزير ويكسر الصليب، ويضع الجزية، وتضع الحرب أوزارها ويعطى المال حتى لا يقبل، ويجمع له الصلاة، ويأتي الروحاء فيحج منها أو يعتمر أو يجمعها الله له، ثم قرأ أبو هريرة: ﴿وإن من أهل الكتاب إلا ليؤمنن به قبل موته﴾ قال: قبل موت عيسى. قال حنظلة: فلا أدري هذا أصله حديث النبي صلى الله عليه وسلم أو قولاً من أبي هريرة^(١).

[٦٢٥٠] حدثنا يونس بن حبيب، ثنا أبو داود، ثنا شعبة، عن هارون الغنوي، سمع عكرمة، عن ابن عباس في قوله: ﴿وإن من أهل الكتاب إلا ليؤمنن به قبل موته﴾ قال: لو أن يهودياً وقع من حائط إلى الأرض لم يمت حتى يؤمن به يعني: بعيسى عليه السلام.

الوجه الثاني:

[٦٢٥١] حدثنا أبي، ثنا علي بن عثمان السلاحي، ثنا جويرية بن بشير قال: سمعت رجلاً قال للحسن: يا أبا سعيد قول الله تعالى ﴿وإن من أهل الكتاب إلا ليؤمنن به قبل موته﴾ قال: قبل موت عيسى أن الله رفع إليه عيسى، وهو باعته قبل يوم القيامة مقاماً يؤمن به البر والفاجر.

[٦٢٥٢] حدثنا سليمان بن داود مولى عبدالله بن جعفر، ثنا سهل، ثنا المحاربي، عن أشعث، عن الحسن في قوله: ﴿وإن من أهل الكتاب إلا ليؤمنن به قبل موته﴾. قال: يؤمنون إيماناً لا ينفعهم.

[٦٢٥٣] حدثنا أبي، ثنا محمد بن كثير، ثنا سليمان، عن حصين، عن أبي مالك قال: ليس أحد من أهل الأرض يدركه نزول عيسى بن مريم إلا آمن به، وذلك قوله: ﴿وإن من أهل الكتاب إلا ليؤمنن به قبل موته﴾.

(١) كتاب الإيمان رقم ٢٤٢.

قوله تعالى: ﴿قَبْلَ مَوْتِهِ﴾.

[٦٢٥٤] حدثنا أحمد بن سنان، ثنا عبدالرحمن يعني ابن مهدي، عن سفيان عن ابن حصين، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس قوله: ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنُوا بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ قال: قبل موت عيسى عليه السلام.

وروى عن أبي هريرة، ومجاهد، والحسن، وقتادة نحو ذلك.

والوجه الثاني:

[٦٢٥٥] حدثنا أبو زرعة، ثنا منجاب، أنبأ بشر، عن أبي روق، عن الضحاك، عن ابن عباس قوله: ﴿إِلَّا لِيُؤْمِنُوا بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ قال: قبل موت اليهودي. وروى عن محمد بن سيرين، والضحاك نحو ذلك،

قوله تعالى: ﴿وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾.

[٦٢٥٦] حدثنا أبي، ثنا عبدالله بن محمد بن علي بن نفيل، ثنا عفيف بن سالم المصلي، عن القاسم بن الفضل قال: أرسل الحجاج إلى عكرمة يسأله عن يوم القيامة، أمن الدنيا هو أم من الآخرة؟ فقال: صدر ذلك اليوم من الدنيا وآخره من الآخرة.

[٦٢٥٧] حدثنا أبي، ثنا عبدالعزيز بن المغيرة، أنبأ يزيد بن زريع، عن سعيد عن قتادة قوله: ﴿وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾ يقول: يوم القيامة على أنه قد بلغ رسالات ربه وأقر بالعبودية على نفسه.

قوله تعالى: ﴿فَبُظْلِمَ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَمْنَا عَلَيْهِمْ

طَبِيبَاتٍ أَحَلَّتْ لَهُمْ﴾ آية ١٦٠

[٦٢٥٨] حدثنا محمد بن عبدالله بن يزيد المقرئ، ثنا سفيان، عن عمرو قال: قرأ ابن عباس: ﴿طَبِيبَاتٍ كَانَتْ أَحَلَّتْ لَهُمْ﴾.

[٦٢٥٩] قرأت علي محمد بن الفضل، ثنا محمد بن علي، أنبأ محمد بن مزاحم، عن بكير بن معروف، عن مقاتل بن حيان في قوله: ﴿فَبُظْلِمَ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَمْنَا عَلَيْهِمْ طَبِيبَاتٍ أَحَلَّتْ لَهُمْ﴾ كان الله تعالى حرم على أهل التوراة حين

<p>• (فهرسة الجزء الاول) •</p> <p>• (من تفسير المتلاني السعدي المسمى ارشاد العقل السليم الى مزايا الكتاب الكريم) •</p>			
خطبة الكتاب صفحة ٢	سورة فاتحة الكتاب صفحة •	سورة البقرة صفحة ١٤	سورة آل عمران صفحة ١٨٢
سورة النساء صفحة ٢٧٠	سورة المائدة صفحة ٣٥٢	سورة الانعام صفحة ٤١٧	سورة الاحزاب صفحة ٤٨٣
سورة الانفال صفحة ٥٤٦	سورة براءة صفحة ٥٦٩	سورة يونس صفحة ٦١٧	سورة هود صفحة ٦٦٠
سورة يوسف صفحة ٧٠٢	سورة الرعد صفحة ٧٤١	سورة ابراهيم صفحة ٧٥٨	سورة الحجر صفحة ٧٨٠

وصول الحق الى قلوبهم لكونها غلظا بحسب الجبل بل الامر بالعكس حيث ختم الله عليه اسباب كفرهم
 اولست قلوبهم كما زعموا بل هي مطبوع عليها بسبب كفرهم (فلا يؤمنون الا قليلا) منهم كعبد الله بن سلام
 وأضرابه أو الايمان اقل قليلا يعبايه (وبكفرهم) أي بعيسى عليه السلام وهو عطف على قولهم واعادة الجوار
 لطول ما بينهما بالاستطراد وقد جوز عطفه على بكفرهم فيكون هو وما عطف عليه من أسباب الطبع وقيل
 هذا المجموع معطوف على مجموع ما قبله وتكرر برز كرا الكفر للايدان تكرر كفرهم حيث كفر وابعس ثم
 بعيسى ثم محمد عليهم الصلاة والسلام (وقولهم على مريم بنتنا عظيما) لا يقدر قدره حيث نسبوها
 الى ما هي عنه بألف منزل (وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله) نظم قولهم هذا في سلك
 سائر جنائياتهم التي نعت عليهم ايس لمجرد كونه كذبا بل لتنفخه لابتهاجهم بقتل النبي عليه السلام
 والاستهزاء به فان وصفهم له عليه السلام بعنوان الرسالة اتعاهو بطريق التهكم به عليه السلام كما في قوله
 تعالى يا ايها الذي نزل عليه الذكرا الخ ولانباته عن ذكرهم له عليه السلام بالوجه القبيح على ما قيل من أن ذلك
 وضع للذكرا الجليل من جهته تعالى مكان ذكرهم القبيح وقيل هو نعت له عليه الصلاة والسلام من جهته تعالى
 مدح له ورفعا لمجده عليه السلام واظهار الغاية جراتهم في تصديهم قتله ونهاية وقاحتهم في افتخارهم بذلك
 (وما قتلوه وما صلبوه) حال أو اعتراض (ولكن شبه لهم) روى أن رهط من اليهود سبوه عليه السلام
 وأمه فدعا عليهم فسخمهم الله تعالى قرودا وخنثا ويرفأ فجعلت اليهود على قتله فأخبره الله تعالى بأنه يرفعه الى
 السماء فقال لا صحابه أيكم يرضى بأن يلقي عليه شبهة فيقتل ويصلب ويدخل الجنة فقال رجل منهم انا فأتى
 الله تعالى عليه شبهة فقتل وصلب وقيل كان رجل ينافق عيسى عليه السلام فلما أرادوا قتله قال انا اذ انكم عليه
 فدخل بيت عيسى عليه السلام فرفع عيسى عليه السلام وألقى شبهة على المنافق فدخلوا عليه فقتلوه وهم يظنون
 أنه عيسى عليه السلام وقيل ان ططيانوس اليهودي دخل بيتا كان هو فيه فلم يجده وألقى الله تعالى عليه شبهة
 فلما خرج ظن أنه عيسى عليه السلام فأخذ وقتل وأمثال هذه الخوارق لا تستبعد في عصر النبوة وقيل ان
 اليهود لما هموا بقتله عليه السلام فرفعه الله تعالى الى السماء خاف رؤساء اليهود من وقوع الفتنة بين عوامهم
 فأخذوا انسانا وقتلوه وصلبوه ولبسوا على الناس وأظهروا لهم أنه هو المسيح وما كانوا يعرفونه الا بالاسم اعدم
 مخالطته عليه السلام لهم الا قليلا وشبه مسند الى الجمار والجور وكانه قيل ولكن وقع لهم التشبيه بين عيسى
 عليه السلام والمقتول أدنى الامر على قول من قال لم يقتل أحد ولكن أرحف بقتله فشاخ بين الناس أو الى
 ضمير المقتول لدلالة انا قتلنا على أن ثم مقتولا (وان الذين اختلفوا فيه) أي في شأن عيسى عليه السلام فانه
 لما وقعت تلك الواقعة اختلف الناس فقال بعض اليهود انه كان كاذبا فقتلناه حتما وتردد آخرون فقال بعضهم
 ان كان هذا عيسى فأين صاحبنا وقال بعضهم الوجه وجه عيسى والبدن بدن صاحبنا وقال من سمع منه عليه
 السلام ان الله يرفعه الى السماء انه رفعه الى السماء وقال قوم صلب الناسوت وصعد الملائهون (لنكش منه)
 لنكش منه والشك كما يطلق على ما لم يترجح أحد طرفيه يطلق على مطلق التردد وعلى ما يقابل العلم ولذلك أكد
 بقوله تعالى (مالهم به من علم الا اتباع الظن) استثناء منقطع أي لكنهم يتبعون الظن ويجوز أن يفسر الشك
 بالجهل والعلم بالاعتقاد الذي تسكن اليه النفس جرما كان أو غيره فلا استثناء حينئذ متصل (وما قتلوه يقينا)
 أي قتلنا يقينا كما زعموا بقولهم انا قتلنا المسيح وقيل معناه وما علموه يقينا كما في قول من قال

كذلك تخبر عنها العالمان بها * وقد قلت بعلي ذلكم يقينا

من قولهم قتلنا الشيء علمنا ونحوه علمنا اذا تسالغ علمك فيه وفيه تهكم بهم لاشعارهم بعلمهم في الجسلة وقد نفي
 ذلك عنهم بالكلمة (بل رفعه الله اليه) ردوا نكارا لقتله واثبات لرفعه (وكان الله عزيزا) لا يغالب فيما
 يريد (حكيم) في جميع أفعاله فيدخل فيها تدبيراته تعالى في أمر عيسى عليه السلام دخول أوليا
 (وان من أهل الكتاب) أي من اليهود والنصارى وقوله تعالى (الا ليؤمنن به قبل موته) جملة قسمية
 وقعت صفة لموصوف محذوف اليه يرجع الضمير الثاني والاول لعيسى عليه السلام أي وما من أهل
 الكتاب أحد الا ليؤمنن بعيسى عليه السلام قبل أن ترهب روحه بانه عبد الله ورسوله ولات حين ايمان
 لانقطاع وقت التكليف وبعضه أنه قرئ ليؤمنن به قبل موتهم بضم النون لما أن أحدنا في معنى الجمع وعن

✱

ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أنه فسره كذلك فقال له عكرمة فان آمنه رجل فضرب عنقه قال لا تخرج نفسه حتى يحترق بها شفتيه قال فان حترق فوق يتي أو احترق أو اكله سبع قال يسكنكم به في الهواء ولا تخرج روحه حتى يؤمن به وعن شهر بن حوشب قال لي الجحاج آية ما قرأتها الا تخالج في نفسي شي منها يعني هذه الآية وقال اني أوفى بالاسير من اليهود والنصارى فأضرب عنقه فلا أسمع منه ذلك فقلت ان اليهودي اذا حضر الموت ضربت الملائكة دبره ووجهه وقالوا يا عدو الله انك عيسى عليه السلام نبيا فكذبت به فيقول آمنت أنه عيسى بن مريم وتقول للنصارى انك عيسى عليه السلام نبيا فزعمت أنه الله أو ابن الله فيؤمن أنه عبد الله ورسوله حيث لا ينفعه ايمانه قال وكان متكئا فاستوى جالسا فنظر الي وقال من سمعت هذا قلت حدثني محمد بن علي ابن الحنفية فأخذ يشكك الارض بشنبيه ثم قال لقد أخذتها من عين صافية والاخبار بها لهم هذه وعيد لهم ونحوه على المسارعة الى الايمان به قبل ان يضطرروا اليه مع انتفاء جدواه وقبل كلا الضعيرين عيسى والمسيح وما من أهل الكتاب الموجودين عند نزول عيسى عليه السلام احد الا يؤمن به قبل موته روى أنه عليه السلام ينزل من السماء في آخر الزمان فلا يبقى أحد من أهل الكتاب الا يؤمن به حتى تكون الملة واحدة وهي ملة الاسلام ويهلك الله في زمانه الدجال وتقع الامنة حتى ترتفع الاسود مع الابل والغور مع البقر والذئاب مع الغنم ويلعب الصبيان بالحيات ويلبث في الارض أربعين سنة ثم يوفى ورسلي عليه المسلمون ويدفنونه وقيل الضعير الاول يرجع الى الله تعالى وقيل الى محمد صلى الله عليه وسلم (ويوم القيامة يكون) أي عيسى عليه السلام (عليهم) على أهل الكتاب (نهيدا) فيشهد على اليهود بالكذب وعلى النصارى بأنهم دعوه ابن الله تعالى الله عن ذلك علوا كبيرا (فقطلم من الذين هادوا) لعل ذكرهم بهذا العنوان لا يذنب بكال عظم ظلمهم تذكري وقوعه بعدما هادوا أي تابوا من عبادة العجل مثل تلك التوبة الهائلة المشروطة بجوع النفوس اثريان عظمه في حد ذاته بالنسبة للتفحيسي أي بسبب ظلم عظيم خارج عن حدود الاشياء والاشكال صادر عنهم (حزنا عليهم طيبات أختل لهم) ولما قبلهم لآبائهم غيره كآزوا فانهم كانوا أطهارا تركوا معصية من المعاصي التي اقترفوها يحترم عليهم نوع من الطيبات التي كانت محللة لهم ولم ينقدتهم من أسلافهم عقوبة لهم وكانوا مع ذلك يقترون على الله سبحانه ويقولون لينا بأول من حرمت عليه وانما كانت محترمة على نوح وابراهيم ومن بعدهما حتى انتهى الامر اليك فكذبهم الله عز وجل في مواقع كثيرة وبكتهم بقوله تعالى كل الطعام كان حلالا لبني اسرائيل الا ما حرم اسرائيل على نفسه من قبل أن تنزل التوراة قل فأتوا بالتوراة فاتلوها ان كنتم صادقين أي في اذعانكم أنه تعزيم قديم روى أنه عليه السلام لما كنهم اخراج التوراة لم يجسر أحد على اخراجها لما أن كونه الحريم بظلمهم كان مسطورا فيها فتابوا وانقلبوا صاغرين (وبصدهم عن سبيل الله كثيرا) أي ناسا كثيرا وأصدأ كثيرا (وأخذهم الربوا وقد نهوا عنه) فان الربا كان محترما عليهم كاهو محترم علينا وفيه دليل على أن النبي يدل على حرمة المنع عنه (وأكلهم أموال الناس بالباطل) بالرشوة وسائر الوجوه المحترمة (وأعدنا للكافرين منهم) أي للمصرين على الكفر لآل من تاب وآمن من بينهم (عذابا أليما) سدد وقونه في الآخرة كما ذاقوا في الدنيا عقوبة التحريم (لكن الراسخون في العلم منهم) استدرأ لمن قوله تعالى وأعدنا الخ وبيان لكون بعضهم على خلاف حالهم عاجلا وأجلا أي لكن النابتون في العلم منهم المتقنون المستبصرون فيه غير التابعين للظن كأولئك الجهلة والمراد بهم عبد الله بن سلام وأصحابه (والمؤمنون) أي منهم وصفوا بالايمان بعدما وصفوا بما يوجب من الرسوخ في العلم بطريق العطف المنفي عن المغايرة بين المعطوفين تنزيلا لاختلاف العنوان من منزلة الاختلاف الذاتي وقوله تعالى (يؤمنون بما أنزل اليك وما أنزل من قبلك) حال من المؤمنون مبينة لكيفية ايمانهم وقبل اعتراض مؤكدا قبله وقوله عز وجل (والمؤمنين الصلوة) قيل نصب باضمار فعل تقديره وأعني المقيمين الصلاة على أن الجملة معترضة بين المبتدأ والخبر وقبل هو عطف على ما أنزل اليك على أن المراد بهم الانبياء عليهم السلام أي يؤمنون بالكتاب والانبياء والملائكة قال مكي أي يؤمنون بالملائكة الذين صفتهم اقامة الصلاة لقوله تعالى يسبحون الليل والنهار لا يفترون وقيل عطف على الكافر في اليك أي يؤمنون بما أنزل اليك والى المقيمين الصلاة وهم الانبياء وقبل على الضعير المجزوء في منهم أي لكن الراسخون في العلم منهم

رُوحُ الْمَعَانِي فِي

تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ وَالسَّبْعِ الْمُبِينِ

لخاتمة المحققين وعمدة المدققين مرجع أهل العراق
ومفتى بغداد العلامة أبي الفضل
شهاب الدين السيد محمود الألوسي البغدادي
المتوفى سنة ١٢٧٠ هـ سقى الله ثراه
صيب الرحمة وأفاض عليه سجال
الاحسان والنعمة آمين



الجزء الأول

عنيت بنشره وتصحيحه والتعليق عليه للمرة الثانية باذن من ورثة المؤلف بخط وإمضاء علامة العراق
المرحوم السيد محمود شكرى الألوسي البغدادي

إدارة الطباعة والنشر
والز

لعمياء التراث العربي

بيروت - لبنان

مصر : درب الاتراك رقم ١

متعلق بقوله تعالى: ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ أي بل رفعه سبحانه إليه يقينا، ورده في البحر بأنه قد نصر الخليل على أنه لا يعمل ما بعد بل فيما قبلها، والكلام رد وإنكار لقتله وإثبات لرفعه عليه الصلاة والسلام، وفيه تقدير مضاف عند أبي حيان أي إلى سمائه، قال: وهو حي في السماء الثانية على ما صح عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في حديث المعراج، وهو هنالك مقيم حتى ينزل إلى الأرض يقتل الدجال ويملؤها عدلا كما ملئت جوراً ثم يحيا فيها أربعين سنة أو تمامها من سن رفعه، وكان إذ ذاك ابن ثلاث وثلاثين سنة ويموت كما تموت البشر ويدفن في حجرة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، أوفى بيت المقدس، وقال قتادة: رفع الله تعالى عيسى عليه السلام إليه فكساه الريش وألبسه التور وقطع عنه لذة الطعام والمشرب فطار مع الملائكة فهو معهم حول العرش فصار إنسيا ملكيا سماوياً أرضياً، وهذا الرفع على المختار كان قبل صلب الشبه، وفي إنجيل لوقا ما يؤيده؛ وأما رؤية بعض الخوازيين له عليه السلام بعد الصلب فهو من باب تطور الروح، فإن للقدسين قوة التطور في هذا العالم وإن رفعت أرواحهم إلى المحل الأسنى، وقد وقع التطور لكثير من أولياء هذه الأمة، وحكاياتهم في ذلك يضيق عنها نطاق الحصر ﴿وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزاً﴾ لا يغالب فيما يريد (حكياً ١٥٨) في جميع أفعاله فيدخل فيه تدبيراته سبحانه في أمر عيسى عليه السلام وإلقاء الشبه على من ألقاه دخولا أولاً ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ﴾ أي اليهود خاصة كما أخرج ابن جرير عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما، وأهم والنصارى إذ ذهب إليه كثير من المفسرين (وإن) نافية بمعنى ما، وفي الجار والمجرور وجهان: أحدهما أنه صفة لمبتدأ محذوف، وقوله تعالى: ﴿إِلَّا لِيُؤْمِنَ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ جملة قسمية، والقسم مع جوابه خبر المبتدأ ولا يرد عليه أن القسم إنشاء لأن المقصود بالخبر جوابه وهو خبر مؤكد بالقسم، ولا ينافيه كون جواب القسم لا محل له لأن ذلك من حيث كونه جواباً فلا يمتنع كونه له محل باعتبار آخر لو سلم أن الخبر ليس هو المجموع، والتقدير وما أحد من أهل الكتاب إلا والله ليؤمن به، والثاني أنه متعلق بمحذوف وقع خبراً لذلك المبتدأ، وجملة القسم صفة له لا خبر، والتقدير وإن أحد إلا ليؤمن به كائن من أهل الكتاب ومعناه كل رجل يؤمن به قبل موته من أهل الكتاب، وهو كلام مفيد، فالاعتراض على هذا الوجه - بأنه لا ينتظم من أحد، والجار والمجرور إسناد لأنه لا يفيد - لا يفيد لحصول الفائدة بلا ريب، نعم المعنى على الوجه الأول كل رجل من أهل الكتاب يؤمن به قبل موته، والظاهر أنه المقصود، وأنه أتم فائدة والاستثناء مفرغ من أعم الأوصاف، وأهل الكوفة يقدرون موصولا بعد إلا، وأهل البصرة ينعون حذف الموصول وإبقاء صلته، والضمير الثاني راجع للمبتدأ المحذوف أعني أحد، والأول لعيسى عليه السلام ففاد الآية أن كل يهودي ونصراني يؤمن بعيسى عليه السلام قبل أن تزهر روحه بأنه عبد الله تعالى ورسوله، ولا ينفعه إيمانه حينئذ لأن ذلك الوقت لكونه ملحقاً بالبرزخ لما أنه ينكشف عنده لكل الحق ينقطع فيه التكليف، ويؤيد ذلك أنه قرأ أبي - ليؤمن به قبل موتهم - بضم النون وعود ضمير الجمع لأحد ظاهر لكونه في معنى الجمع، وعوده لعيسى عليه السلام غير ظاهر.

وأخرج ابن المنذر. وغيره عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أنه فسر الآية كذلك؛ فقليل له: أرايت إن خرت من فوق بيت؟ قال: يتكلم به في الهواء، فقليل: أرايت إن ضرب عنقه؟ قال: يتلجلج بها لسانه. وأخرج ابن المنذر أيضاً عن شهر بن حوشب قال: قال لي الحجاج: يا شهر آية من كتاب الله تعالى

ماقرأتها إلا اعترض في نفسي منها شيء قال الله تعالى : (وإن من أهل الكتاب إلا ليؤمنن به قبل موته) ، وإني أوتيت بالأسارى فأضرب أعناقهم ولا أسمعهم يقولون شيئاً . فقلت : رفعت اليك على غير وجهها إن النصراني إذا خرجت روحه - أي إذا قرب خروجها كما تدل عليه رواية أخرى عنه - ضربته الملائكة من قبله ومن دبره ، وقالوا : أي خبيث إن المسيح الذي زعمت أنه الله تعالى ، وأنه ابن الله سبحانه ، وأنه ثالث ثلاثة عبد الله وروحه وكلته ، فيؤمن به حين لا ينفعه إيمانه ، وأن اليهودي إذا خرجت نفسه ضربته الملائكة من قبله ودبره ، وقالوا : أي خبيث إن المسيح الذي زعمت أنك قتله عبد الله وروحه فيؤمن به حين لا ينفعه الإيمان ، فإذا كان عند نزول عيسى آمنتم به أحيائهم كما آمنتم به موتاهم ، فقال : من أين أخذتها ؟ فقلت : من محمد بن علي ، قال : لقد أخذتها من معدنها ، قال شهر : وأيم الله تعالى ما حدثني إلا أم سبله ، ولكني أحببت أن أغضله ، والاختبار بحالهم هذه وعيد لهم وتحريض إلى المسارعة إلى الإيمان به قبل أن يضطروا إليه مع انتفاء جدواه ، وقيل : الضميران لعيسى عليه السلام ، وروى ذلك عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أيضاً . وأبي مالك . والحسن . وقتادة . وابن زيد ، واختاره الطبراني ، والمعنى أنه لا يبقى أحد من أهل الكتاب الموجودين عند نزول عيسى عليه السلام إلا ليؤمنن به قبل أن يموت وتكون الأديان كلها ديناً واحداً ، وأخرج أحمد عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : «قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : ينزل عيسى ابن مريم فيقتل الخنزير ويمحو الصليب وتجمع له الصلاة ويعطى المال حتى لا يقبل . ويضع الخراج . وينزل الروحاء فيحج منها أو يعتمر أو يجمعهما» قال : وتلا أبو هريرة رضي الله تعالى عنه (وإن من أهل الكتاب إلا ليؤمنن به قبل موته) ، وقيل : الضمير الأول لله تعالى ولا يخفى بعده ، وأبعد من ذلك أنه لمحمد صلى الله تعالى عليه وسلم ، وروى هذا عن عكرمة ، ويضيقه أنه لم يجر له عليه الصلاة والسلام ذكر هنا ، ولا ضرورة توجب رد الكناية إليه ، لأنه - كما زعم الطبري - لو كان صحيحاً لما جاز إجراء أحكام الكفار على أهل الكتاب بعدموتهم لأن ذلك الإيمان إنما هو في حال ذوال التكليف فلا يعتد به (وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُونُ) أي عيسى عليه السلام (عَلَيْهِمْ) أي أهل الكتاب (شهداء ١٥٩) فيشهد على اليهود بتكذيبهم إياه . وعلى النصارى بقولهم فيه : إنه ابن الله تعالى ، والظرف متعلق - بشهادته - وتقديمه يدل على جواز تقديم خبر كان مطلقاً ، أو إذا كان ظرفاً أو مجروراً لأن المعمول إنما يتقدم حيث يصح تقديم عامله ، وجوز أبو البقاء كون العامل فيه يكون .

(فَظَلَمَ مَنْ الَّذِينَ هَادُوا) أي تابوا من عبادة العجل ، والتعبير عنهم بهذا العنوان إيدان بكال عظم ظلمهم بتذكير وقوعه بعد تلك التوبة الهائلة إثر بيان عظمه بالتثنية التفضيحية أي بسبب ظلم عظيم خارج عن حدود الأشياء والنظائر صادر عنهم (حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أَحَلَّتْ لَهُمْ) وإن قبلهم لالشيء غيره كما زعموا ، فانهم كانوا ظما ارتكبوهم معصية من المعاصي التي أقرضوها يحرم عليهم نوع من الطيبات التي كانت محللة لهم ولمن تقدمهم من أسلافهم عقوبة لهم ، ومع ذلك كانوا يفترون على الله تعالى الكذب ويقولون : لسانا بأول من حرمت عليه وإنما كانت محرمة على نوح . وإبراهيم . ومن بعدهما عليهم الصلاة والسلام حتى انتهى الأمر إلينا فكذبهم الله تعالى في مواقع كثيرة وبكتهم بقوله سبحانه : (كل الطعام كان حلالاً لبني إسرائيل) الآية ، وقد تقدم الكلام فيها ، وذهب بعض المفسرين أن المحرم عليهم ما سياتي إن شاء الله تعالى في الانعام مفصلاً .

الكشاف

عن
حقائق غوامض التنزيل وعيون الأقاويل
في وجوه التأويل

للعامة جاد الله أبي القاسم محمود بن عمر الزمخشري
(٤٦٧-٥٣٨ هـ)

تحقيق وتعليق ودراسة
الشيخ عادل أحمد عبدالموجود الشيخ علي محمد معوض

شارك في تحقيقه
الأستاذ الدكتور فتحي عبد الرحمن أحمد حجازي
أستاذ البلاغة والنقد بكلية اللغة العربية جامعة الأزهر

الجزء الثاني

مكتبة العبيكان

جميع الحقوق محفوظة للناشر

الطبعة الأولى

١٤١٨ هـ - ١٩٩٨ م

الناشر

مكتبة العبيكان

الرياض - طريق الملك فهد مع تقاطع الغريرة

ص.ب. ٦٢٨٠٧ الرمز ١١٥٩٥

هاتف ٤٦٥١٤٢٤ - فاكس ٤٦٥٠١٢٩

أنهم شاكون ما لهم من علم قط، ولكن إن لاحت لهم أماره فظنوا، فذاك، ﴿وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا﴾: وما قتلوه قتلاً يقيناً. أو ما قتلوه متيقنين، كما ادّعوا ذلك في قولهم: ﴿إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ﴾ أو يجعل ﴿يَقِينًا﴾ تأكيداً لقوله: ﴿وَمَا قَتَلُوهُ﴾ كقولك: ما قتلوه حقاً أي: حق انتفاء قتله حقاً، وقيل: هو من قولهم: قتل الشيء علماً ونحرته علماً إذا تبالغ فيه علمك، وفيه تهكم، لأنه إذا نفى عنهم العلم نفياً كلياً بحرف الاستغراق. ثم قيل: وما علموه علم يقين وإحاطة لم يكن إلا تهكماً بهم، ﴿لِيُؤْمِنَ بِهِ﴾ جملة قسمية واقعة صفة لموصوف محذوف تقديره: وإن من أهل الكتاب أحد إلا ليؤمنن به، ونحوه: ﴿وَمَا يَنبَأُ إِلَّا لَهُمْ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ﴾ [الصافات: ١٦٤] ﴿وَلَا يَنكُرُ إِلَّا وَارِدَهَا﴾ [مریم: ٧١] والمعنى: وما من اليهود والنصارى أحد إلا ليؤمنن قبل موته بعيسى، وبأنه عبد الله ورسوله، يعني: إذا عاين قبل أن تزحق روحه^(١) حين لا ينفعه إيمانه لانقطاع وقت التكليف، وعن شهر بن حوشب: قال لي الحجاج: آية ما قرأتها^(٢) إلا تخالج في نفسي شيء منها يعني هذه الآية، وقال: إني أوتى بالأسير من اليهود والنصارى فأضرب عنقه فلا أسمع منه ذلك، فقلت: إن اليهودي إذا حضره الموت ضربت الملائكة دبره ووجهه وقالوا: يا عدو الله، أذاك موسى نبياً فكذبت به فيقول: أمنت أنه عبد نبي، وتقول للنصراني: أذاك عيسى نبياً فرعمت أنه الله أو ابن الله، فيؤمن أنه عبد الله ورسوله حيث لا ينفعه إيمانه. قال: وكان متكئاً فاستوى جالساً فنظر إليّ وقال: ممن؟ قلت: حدثني محمد بن عليّ بن الحنفية، فأخذ ينكت الأرض بقضيبه ثم قال: لقد أخذتها من عين صافية، أو من معدنها. قال الكلبي: فقلت له: ما أردت إلى أن تقول حدثني محمد بن عليّ بن الحنفية. قال: أردت أن أغيظه، يعني بزيادة اسم عليّ (٤٨٨)، لأنه مشهور بابن الحنفية، وعن ابن عباس أنه فسره كذلك، فقال له عكرمة: فإن أتاه رجل فضرب عنقه قال: لا تخرج نفسه حتى يحرك بها شفتيه. قال: وإن خرّ من فوق بيت أو

٤٨٨ - قال ابن حجر: لم أجده.

وعزاه الزيلعي في تخريج أحاديث الكشاف (٣٦٨/١)، للكلبي في تفسيره من طريق شهر. قال: ورأيت قديماً في كتاب المبتدأ وقصص الأنبياء بسنده من هذا الوجه. قال الحافظ ابن حجر في تخريج الكشاف: لم أجده، قلت: هو في تفسير الكلبي، رواه عن شهر، وروايته قديماً في كتاب المبتدأ وقصص الأنبياء لوثيمة بسنده من هذا الوجه. انتهى.

- (١) قال محمود: «يعني إذا عاين قبل أن تزحق روحه... إلخ» قال أحمد: كقول فرعون لما عاين الهلاك: أمنت أنه لا إله إلا الذي أمنت به بنو إسرائيل.
- (٢) عاد كلامه. قال محمود: «وعن شهر بن حوشب قال لي الحجاج آية ما قرأتها... إلخ». قال أحمد: ويعد هذا التأويل قوله: (ويوم القيامة يكون عليهم شهيدا) فإن ظاهره التهديد، ولكن ما أريد بقوله في حق هذه الأمة (ويكون الرسول عليكم شهيدا) والله أعلم.

احترق أو أكله سبع قال: يتكلم بها في الهواء ولا تخرج روحه حتى يؤمن به (٤٨٩)، وتدل عليه قراءة أبي: «إلا ليؤمننَّ به قبل موتهم» بضم النون على معنى: وإن منهم أحد إلا سيؤمنون به قبل موتهم، لأنَّ أحدًا يصلح للجمع. فإن قلت: ما فائدة الإخبار بإيمانهم بعيسى قبل موتهم؟ قلت: فائدته الوعيد، وليكون علمهم بأنهم لا بدَّ لهم من الإيمان به عن قريب عند المعايضة، وأن ذلك لا ينفعهم، بعثاً لهم وتنبيهاً على معالجة الإيمان به في أوان الانتفاع به، وليكون إلزاماً للحجة لهم، وكذلك قوله: «وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا» يشهد على اليهود بأنهم كذبوه، وعلى النصارى بأنهم دعوه ابن الله، وقيل: الضميران لعيسى، بمعنى: وإن منهم أحد إلا ليؤمننَّ بعيسى قبل موت عيسى، وهم أهل الكتاب الذين يكونون في زمان نزوله. روي: أنه ينزل من السماء في آخر الزمان، فلا يبقى أحد من أهل الكتاب إلا يؤمن به، حتى تكون الملة واحدة وهي ملة الإسلام، ويهلك الله في زمانه المسيح الدجال، وتقع الأمانة حتى ترتع الأسود مع الإبل، والنمور مع البقر، والذئاب مع الغنم، ويلعب الصبيان بالحيات، ويلبث في الأرض أربعين سنة، ثم يتوفى ويصلي عليه المسلمون ويدفنونه (٤٩٠)، ويجوز أن يراد أنه لا يبقى أحد من جميع أهل الكتاب إلا ليؤمننَّ به، على أن الله يحييهم في قبورهم في ذلك الزمان، ويعلمهم نزوله وما أنزل له، ويؤمنون به حين لا ينفعهم إيمانهم، وقيل: الضمير في (به) يرجع إلى الله تعالى، وقيل: إلى محمد ﷺ.

٤٨٩ - أخرجه الطبري (٣٨٥/٩)، رقم (١٠٨٢٦)، من طريق أسباط عن السدي، عن ابن عباس. وقال الحافظ ابن حجر في الكشف: لم أجده هكذا، وأخرجه الطبري من رواية أسباط عن السدي قال: قال ابن عباس - رضي الله عنهما -: «ليس من يهودي يموت حتى يؤمن بعيسى بن مريم، فقال له رجل من أصحابه: كيف والرجل يفرق أو يحترق أو يسقط عليه الجدار؛ أو يأكله السبع؟ فقال: لا تخرج روحه من جسده حتى يقذف فيه الإيمان بعيسى عليه الصلاة والسلام». انتهى.

٤٩٠ - أخرجه أبو داود (١١٧/٤)، (١١٨)، كتاب الملاحم: باب خروج الدجال، حديث (٤٣٢٤) وأحمد (٤٠٦/٢)، والحاكم في المستدرک (٥٩٥/٢) والطبري (٤٥٩/٦)، حديث (٧١٤٥) وعبد الرزاق (٤٠١/١١) حديث (٢٠٨٤٥) وصححه ابن حبان (٢٢٥/١٥)، (٢٢٦)، حديث (٦٨١٤)، (٦٨٢١)، وقال الحافظ ابن حجر في تخريج الكشف: أخرجه ابن حبان وأبو داود من رواية همام عن قتادة عن عبد الرحمن بن آدم عن أبي هريرة في حديث أوله «الأنبياء عليهم الصلاة والسلام إخوة أولاد علات أمهاتهم شتى ودينهم واحد، وإني أولى الناس بعيسى ابن مريم، لأنه لم يكن بيني وبينه نبي، وإنه نازل فإذا رأيتموه فاعرفوه فإنه رجل مربع الخلق إلى الحمرة والبياض سبط الشعر، كأن رأسه يقطر وإن لم يمسه بلل، بين محصرين، فيدق الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية، ويفيض المال ويقاتل الناس على الإسلام حتى يملكه الله في زمانه الملك كلها إلا الإسلام إلى آخره» وأما قوله في أوله هنا «لا يبقى أحد من أهل الأرض إلا يؤمن به»، فرواه الطبري من قول ابن عباس - رضي الله عنهما -. انتهى.

تَفْسِيرُ الطَّبْرِيِّ جَامِعُ الْبَيَانِ عَنْ تَأْوِيلِ آيِ الْقُرْآنِ

لِلْأَبِيِّ جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ جَرِيرٍ الطَّبْرِيِّ
(٢٢٤هـ - ٣١٠هـ)

تَحْقِيقُ
الدُّكْتُورِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْمُحْسِنِ التُّرْكِيِّ

الْجُزْءُ السَّابِعُ

جميع الحقوق محفوظة

الطبعة الأولى

١٤٢٤ هـ - ٢٠٠٣ م

وقد بينا كيف كان رَفَعُ اللَّهِ إِيَّاهُ إِلَيْهِ ^(١) فيما مضى ، وذكرنا اختلافَ المختلفين في ذلك ، والصحيح من القول فيه ، بالأدلة الشاهدة على صحته ، بما أغنى عن إعادته ^(٢) .

١٨/٦ /وأما قوله : ﴿ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴾ . فإنه يعنى : ولم يزل الله منتقما من أعدائه ، كانتقامه من الذين أخذتهم الصاعقة بظلمهم ، وكلعنه الذين قص قصصهم بقوله : ﴿ فِيمَا نَقُصُّهُمْ مَيْتَقَهُمْ وَكَفَرِهِمْ بَيَّاتٍ اللَّهُ ﴾ . ﴿ حَكِيمًا ﴾ . يقول : ذا حكمة فى تدبيره وتصريفه خلقه فى قضائه ، يقول : فاخذروا - أيها السائلون محمداً أن يُنَزَّلَ عليكم كتاباً من السماء - من حلول عقوبتى بكم ، كما حلُّ بأوائلكم الذين فعلوا فعلكم فى تكذيبهم ^(٣) رسلى ، وافترائهم على أوليائى .

وقد حدثنا أبو كريب ، قال : ثنا محمد بن إسحاق ^(٤) بن أبى سارة الرُّؤَاسِيّ ، عن الأعمش ، عن المنهال ، عن سعيد بن جبير ، عن ابن عباس فى قوله ^(٥) : ﴿ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴾ . قال : معنى ذلك : أنه كذلك ^(٦) .

القول فى تأويل قوله جل ثناؤه : ﴿ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ ﴾ .

(١) تقدم فى ٤٤٧ - ٤٥٣ .

(٢) سقط من : الأصل ، م ، ت ١ .

(٣) فى الأصل : « تكذيبكم » .

(٤) فى الأصل : « الحسن » .

(٥) فى الأصل : « قوله غفورا رحيمًا » ، وفى ص ، ت ١ ، ت ٢ ، ت ٣ ، س : « قول الله وكان الله غفورا رحيمًا » .

(٦) أخرجه ابن أبى حاتم فى تفسيره ١١١٢/٤ (٦٢٤٤) وابن أبى شيبة ٥٤٦/١١ (١١٩٢٥) من طريق الأعمش به .

قال أبو جعفر : اختلف أهل التأويل في معنى ذلك ؛ فقال بعضهم : معنى ذلك : ﴿ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ [٧٨/١٣] إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ ﴾ . يعني عيسى ، ﴿ قَبْلَ مَوْتِهِ ﴾ ، يعني : قبل موت عيسى . يُوجَّه ذلك إلى أن جميعهم يصدقون به إذا نزل لقتل الدجال ، فتصير الملل كلها واحدة ، وهي ملّة الإسلام الحنيفيّة ، دين إبراهيم .

ذَكَرُ مَنْ قَالَ ذَلِكَ

حدّثنا ابنُ بشارٍ ، قال : ثنا عبدُ الرحمن ، قال : ثنا سفيان ، عن أبي حصين ، عن سعيد بن جبيرة ، عن ابن عباس : ﴿ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ ﴾ قَبْلَ مَوْتِهِ . قال : قبل ^(١) موت عيسى ابن مريم ^(٢) .

حدّثنا ابنُ وكيع ، قال : ثنا أبي ، عن سفيان ، عن أبي حصين ، عن سعيد بن جبيرة ، عن ابن عباس : ﴿ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ ﴾ قَبْلَ مَوْتِهِ . قال : قبل موت عيسى ^(٣) .

حدّثني يعقوبُ بنُ إبراهيم ، قال : ثنا هُشَيْمٌ ، قال : أخبرنا حُصَيْنٌ ، عن أبي

= وبعد هذا الأثر في ص : « نجز الجزء السابع من كتاب البيان بحمد الله وعونه وحسن توفيقه وصلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم . الحمد لله رب العالمين . يتلوه في أول الثامن إن شاء الله تعالى القول في تأويل قوله : ﴿ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ ﴾ وكان الفراغ منه في شهر ربيع الأول سنة خمس عشرة وسبعمائة ، غفر الله لمؤلفه ولصاحبه ولكاتبه ولمن طالع فيه ودعا لهم بالمغفرة ورضى الله تعالى والجنة ولجميع المسلمين . آمين يا رب العالمين . بسم الله الرحمن الرحيم ، رب يسر برحمتك يا كريم » .

(١) سقط من : الأصل ، ص ، ت ، ١ ، س .

(٢) تفسير سفيان ص ٩٨ وأخرجه الحاكم ٣٠٩/٢ من طريق سفيان به بلفظ : « خروج عيسى ابن مريم صلوات الله عليه » وقال : حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه . وواقفه الذهبي .

(٣) أخرجه ابن أبي حاتم في تفسيره ١١١٤/٤ (٦٢٥٤) ، وابن عساكر في تاريخ دمشق ١٠١/١٤ (مخطوط) من طرق عن سفيان به .

مالك في قوله: ﴿إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾^(١). قال: ذلك^(٢) عند نزول عيسى ابن مريم، لا يتبقى أحد من أهل الكتاب إلا^(٣) يؤمن به^(٤).

حدثني المثنى، قال: ثنا الحجاج بن المنهال، قال: ثنا حماد، عن حميد، عن الحسن، قال: ﴿قَبْلَ مَوْتِهِ﴾. قال: قبل أن يموت عيسى^(٥).

حدثني يعقوب، قال: ثنا ابن عثية، عن أبي رجاء، عن الحسن في قوله: ﴿وَلَنْ يَنْ أَهْلِي الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾. قال: قبل موت عيسى، والله إنه الآن لحى عند الله، ولكنه إذا نزل آمنوا به أجمعون^(٦).

حدثنا بشر بن معاذ، قال: ثنا يزيد، قال: ثنا سعيد، عن قتادة قوله: ﴿وَلَنْ يَنْ أَهْلِي الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾. يقول: قبل موت عيسى^(٧).

/ حدثنا الحسن بن يحيى، قال: أخبرنا عبد الرزاق، قال: أخبرنا معمر، ١٩/٦
عن قتادة: ﴿وَلَنْ يَنْ أَهْلِي الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾. قال: قبل موت عيسى، إذا نزل آمنت به الأديان كلها^(٨).

[٧٩/١٣] حدثنا ابن وكيع، قال: ثنا أبي، عن أبي جعفر الرازي، عن الربيع ابن أنس، عن الحسن، قال: قبل موت عيسى.

(١) سقط من: الأصل.

(٢) ٢ - ٢) في م: «ليؤمنن». والأثر عزاه السيوطي في الدر المنثور ٢/٢٤١ إلى المصنف.

(٣) ذكره ابن أبي حاتم في تفسيره ٤/١١١٤ (عقب الأثر ٦٢٥٤) معلقا.

(٤) عزاه السيوطي في الدر المنثور ٢/٢٤١ إلى المصنف، وذكره ابن كثير في تفسيره ٢/٤٠٤.

(٥) ذكره ابن أبي حاتم في تفسيره ٤/١١١٤ عقب الأثر (٦٢٥٤) معلقا.

(٦ - ٦) ذكر هذا الأثر في م مرتين، واختصره في المرة الأولى إلى قوله: قبل موت عيسى. وهو في تفسير

عبد الرزاق ١/١٧٧.

حدثنا ابن وكيع، قال: ثنا أبو أسامة، عن عوف، عن الحسن، ﴿إِلَّا لِيُؤْمِنَ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾. قال: عيسى، ولم يمت بعد.

حدثنا ابن وكيع، قال: ثنا عمران بن عيينة، عن حصين، عن أبي مالك، قال: لا يَتَقَى أَحَدٌ مِنْهُمْ عِنْدَ نَزُولِ عِيسَى إِلَّا آمَنَ بِهِ^(١).

حدثنا ابن وكيع، قال: ثنا أبي، عن سفيان، عن حصين، عن أبي مالك، قال: قَبْلَ مَوْتِ عِيسَى.

حدثني يونس، قال: أخبرنا ابن وهب، قال: قال ابن زيد في قوله: ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾. قال: إذا نزل عيسى ابن مريم، فقتل الدجال، لم يَتَقَ يَهُودِيٌّ فِي الْأَرْضِ إِلَّا آمَنَ بِهِ. قال: فذلك حين لا ينفعهم الإيمان^(٢).

حدثني محمد بن سعيد، قال: ثنى أبي، قال: ثنى عمي، قال: ثنى أبي، عن أبيه، عن ابن عباس قوله: ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾. يعني: أنه سيُدرِك أناس من أهل الكتاب حين يُبعث عيسى، سيؤمنون^(٣) به، ﴿وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾^(٤).

حدثنا محمد بن المثني، قال: ثنا محمد بن جعفر، قال: ثنا شعبة، عن منصور ابن زاذان، عن الحسن، أنه قال في هذه الآية: ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَ بِهِ﴾.

(١) أخرجه ابن أبي حاتم في تفسيره ١١١٣/٤ (٦٢٥٣) من طريق حصين به.

(٢) عزاه السيوطي في الدر المنثور ٢٤١/٢ إلى المصنف، وذكره ابن كثير في تفسيره ٤٠٤/٢.

(٣) في الأصل: «مؤمنون»، وفي م: «فيؤمنون».

(٤) عزاه السيوطي في الدر المنثور ٢٤١/٢ إلى المصنف.

يَوْمَ قَبْلَ مَوْتِهِ ^(١) . أَظُنُّهُ أَنَا ^(٢) قال : إذا خرج عيسى آمنت به اليهود .

وقال آخرون : معنى ذلك : وإن من أهل الكتاب إلا ^(٣) ليؤمنن بعيسى قبل موت الكتابي . يُوجَّه ^(٤) ذلك إلى أنه إذا عاين عليم الحق من الباطل ؛ لأن كل من نزل به الموت لم تخرج نفسه حتى يتبين له الحق من الباطل في دينه .

”ذكر من قال ذلك“

حدثني [٧٩/١٣] المثنى ، قال : ثنا عبد الله بن صالح ، قال : ثنى معاوية ، عن علي بن أبي طلحة ، عن ابن عباس قوله : ﴿ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ ﴾ . قال : لا يموت يهودي حتى يؤمن بعيسى .

حدثنا ابن وكيع ، قال ^(١) : ثنا جرير ، عن منصور ، عن مجاهد : ﴿ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ ﴾ . قال : لا تخرج نفسه حتى يؤمن بعيسى ، وإن غرق أو تردى من حائط ، أو ^(٢) أي ميتة كانت ^(٣) .

٢٠/٦ / حدثني محمد بن عمرو ، قال : ثنا أبو عاصم ، عن عيسى ، عن ابن أبي نجيح ، عن مجاهد في قوله : ﴿ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ ﴾ . قال : كل صاحب كتاب

(١) بعده في م : « قال أبو جعفر » .

(٢) في ص ، م ، ت ، ١ ، ت ، ٢ ، ت ، ٣ ، س : « إنما » .

(٣) بعده في ص ، ت ، ٢ : « من » .

(٤) في الأصل : « ذكر من قال » ، وفي م : « ذكر من كان يوجه » .

(٥ - ٥) زيادة لازمة ، كنهج المصنف فيما مضى .

(٦) في م : « وابن حميد قال » .

(٧) في الأصل ، ص ، ت ، ١ ، ت ، ٢ ، ت ، ٣ : « و » .

(٨) تفسير مجاهد ص ٢٩٦ إلى قوله : أو تردى .

لِيُؤْمِنَ ﴿١﴾ بِهٖ : بَعِيسَى ، ﴿قَبْلَ مَوْتِہٖ﴾ : مَوْتٌ ^(١) صَاحِبِ الْكِتَابِ ^(٢) .

حدَّثني المثنى ، قال : ثنا أبو حذيفة ، قال : ثنا شبل ، عن ابن أبي نجيح ، عن مجاهد : ﴿لِيُؤْمِنَ بِهٖ﴾ : كُلُّ صَاحِبِ كِتَابٍ يُؤْمِنُ بِعِيسَى ، ﴿قَبْلَ مَوْتِہٖ﴾ .
مَوْتٌ صَاحِبِ الْكِتَابِ . قال ابن عباس : لو ضُرِبَتْ عُنُقُهُ ، لم تَخْرُجْ نَفْسُهُ حَتَّى يُؤْمِنَ بِعِيسَى .

حدَّثنا ابن حميد ، قال : ثنا أبو ثُمَيْلَةَ يَحْيَى بْنُ وَاضِحٍ ، قال : ثنا الحسين بن واقد ، عن يزيد النحوي ، عن عكرمة ، عن ابن عباس ، قال : لا يموت اليهودي حتى يشهد أن عيسى عبد الله ورسوله ، ولو عُجِّلَ عليه بالسلاح ^(٣) .

حدَّثني إسحاق بن إبراهيم بن حبيب بن الشهيد ، قال : ثنا عتاب بن بشير ، عن خُصَيْفٍ ، عن سعيد بن جبيرة ، عن ابن عباس : ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ﴾ . قال : هي في قراءة أبي : ﴿قَبْلَ مَوْتِهِمْ﴾ ^(٤) : ليس يهودي يموت أبداً حتى يؤمن بعيسى . قيل لابن عباس : أرايت إن خر من فوق بيت ؟ قال : يتكلم به في الهوي ^(٥) . فقيل : أرايت إن ضربت عنق أحد منهم ؟ قال : يُلْجَلِجُ ^(٦) بها لسانه ^(٧) .
حدَّثني المثنى ، قال : ثنا أبو نعيم الفضل بن دكين ، قال : ثنا سفيان ، عن خُصَيْفٍ ،

(١) في ص ، ت ١ ، ت ٢ ، ت ٣ : «صاحب» .

(٢) تفسير مجاهد ص ٢٩٦ .

(٣) عزاه السيوطي في الدر المنثور ٢/٢٤١ إلى المصنف وعبد بن حميد .

(٤) ينظر البحر المحيط ٣/٣٩٣ وهي قراءة شاذة .

(٥) في الأصل : «الهواء» . والهوى مصدر بمعنى السقوط . اللسان (هوى) .

(٦) في م : «يتلجلج» والتلجلج تردد اللسان . التاج (الجلج) .

(٧) أخرجه سعيد بن منصور في سننه ٤/١٤٢٧ (٧٠٩ - تفسير) من طريق عتاب بن بشير به ، وعزاه

السيوطي في الدر المنثور ٢/٢٤١ إلى الطيالسي وابن المنذر .

* ان تمام روایات کے
رجال دیکھنے ہیں

پہلی روایت کے رجال پانچ ہیں
صفحہ 219 ← ابن جریر صفحہ

664
تین صفحہ 665 والی روایات
نیز فائشہ صفحہ 665 → 666 ←